وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

جلد دوم

سِیْرَةُ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

قاضی محمد سلیمان سلمان
منصور پوری

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن

صدق اللّٰہ العظیم

سِيْرَةُ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمَ

از

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی
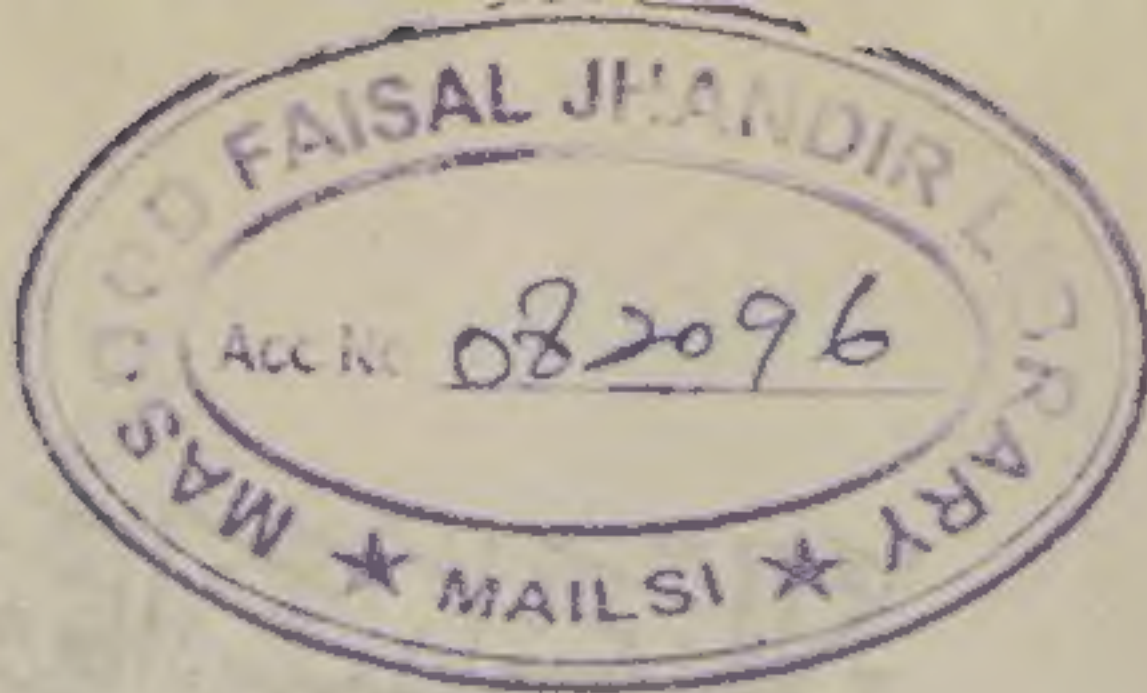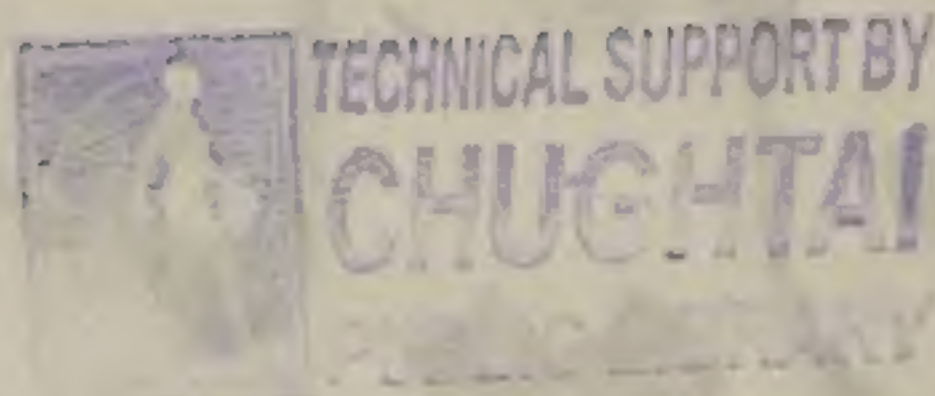
طابع : شیخ نیاز احمد
مطبع : غلام علی پرنٹرز
جامعہ اشرفیہ، اچھرہ، لاہور

مقامِ اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ پبلشرز
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

فہرست مضامین کتاب رحمۃ للعالمین جلد دوم

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
سول جج صدر پٹیالہ۔ ریاست پٹیالہ
خلف مولوی حاجی قاضی احمد شاہ صاحب مرحوم

تعداد ایّام قیام نبوی بعالم دنیوی

گھنٹے ________ دن

۶ ________ ۲۲۳۳۰

ابراہیمی ۲۵۸۵ سنہ ۷ ۲۰
طوفان ۳۶۷۵ سنہ بشنس ۱۱
عمرانی ویہودی ۲۳۳۱ سنہ ایار ۱۰
۵۱۸ سنہ اپریل ۱۵
کلی یگ ۳۶۷۲ سنہ بیٹھ ۱
بخت نصری ۱۳۱۹ سنہ توت ۱۸
سکندری ۸۸۲ سنہ نیسان ۲۰
برمی شمسی ۶۳۸ سنہ
نوشیروانی ۴۰ سنہ
عام الفیل ۱ سنہ ربیع الاول ۹
قبطی جدید ۲۸۷ سنہ برمودہ ۲۵
عیسوی ۵۷۱ سنہ اپریل ۲۲

ولادت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ولادت مبارک

عیسائیوں کے ایسٹر سے ۲۳ ویں دن اور یہودیوں کی عید الفصح سے ۲۵ ویں دن ہوئی تھی اس میں یوم وفات بھی شامل ہے۔

تعداد

ایام تبلیغ رسالت ونبوت

۸۱۵۶ دن

۵۷۱ء میں ایسٹر کا اتوار ۱۲ صفر مطابق $\frac{۲۹}{۳۱}$ مارچ ۵۷۱ء کو تھا
۲۳۳۱ مطابق ۵۷۱ء میں یہود کی عید الفصح پنجشنبہ ۱۳ صفر مطابق $\frac{۲۶}{۱۸}$ مارچ کو تھی۔

نہ گھنٹے ۲۲۳۳۱ ویں دن کے ہیں۔

عرضِ ناشر

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں "رحمۃ للعالمین" کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ تاریخ نگاری کا بہترین اصول یہ ہے کہ موضوع کے متعلق جتنی کتابیں جس قدر زبانوں میں مل سکیں سب کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے اور صرف وہی واقعات اخذ کیے جائیں جو تحقیق کے معیار پر پورے اتریں۔ "رحمۃ للعالمین" میں یہی اصول پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ جہاں اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی عقیدت وشیفتگی ہے وہاں یہ حقیقت بھی الم نشرح ہوجاتی ہے کہ دورانِ تحریر میں تحقیق وتوثیق کے آئینے سے مصدقہ ومستند واقعات کی چہرہ کشائی میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ یہ اجتماعِ ضدین نہایت کامیاب وجاذبِ توجہ ہے۔

مؤلف نے بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے اسلامی کتابوں کے علاوہ غیر مذاہب کی بہت سی معتبر ومقدس کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً توریت، زبور، انجیل اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط دلائل بہم پہنچا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال فضیلت وعظمت پر مُہرِ تصدیق ثبت کی گئی ہے۔ سیرت کے علاوہ دوسرے اہم مذہبی مسائل پر بھی تیز روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآنِ کریم کا دوسرے آسمانی صحیفوں سے موازنہ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ کتاب کی افادی حیثیت میں معتد بہ اضافہ کر رہے ہیں۔

جگہ جگہ ناقابلِ تردید دلائل وواقعات کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدس

تمام انبیائے کرام کے محاسن کی جامع تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا وصف وہ وصف تھا، جس میں کوئی نبی ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔ زبان سادہ و فصیح۔ انداز بیان شستہ و شگفتہ اور طرزِ استدلال عام فہم، دل چسپ اور متین ہے۔

باطنی محاسن کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبیاں اور دل آویزیاں بھی قابلِ ستائش ہیں۔ صرف تین جلدوں میں سیرت نبوی کے بحرِ بے پایاں کو بند کر کے صحیح معنوں میں کتاب کو دریا در کوزہ کا مصداق بنا دیا گیا ہے۔ ان بے شمار اوصاف و فوائد کے باوجود قیمت بہت کم رکھی گئی ہے، تاکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکے۔ حق یہ ہے کہ آج بازار میں اس موضوع پر ایسی جامع و مقبولِ عام کتاب دستیاب نہیں ہو سکتی :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَجَعَلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا جَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ یَا عِمَادَ مَنْ لَا عِمَادَ لَہٗ یَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَہٗ یَا ذُخْرَ مَنْ لَا ذُخْرَ لَہٗ یَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ یَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ یَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ یَا مُنْقِذَ الْھَلْكٰی یَا مُنْجِیَ الْغَرْقٰی یَا مُحْسِنُ یَا مُجْمِلُ یَا مُنْعِمُ یَا مُفْضِلُ یَا جَبَّارُ یَا مُنِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّیْلِ وَضَوْءُ النَّھَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَنُوْرُ الْقَمَرِ وَخَفِیْقُ الشَّجَرِ وَدَوِیُّ الْمَاءِ یَا اَللّٰہُ اَنْتَ اللّٰہُ لَا شَرِیْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَفِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اٰمِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ، یہ کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد دوم ہے۔ جلد اوّل کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ جلد دوم کے لیے جنگِ عظیم (اگست ۱۹۱۴ء تا نومبر ۱۹۱۸ء) کے شروع ہو جانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا اور یہ مسوّدہ پڑا ہی رہا۔ ۱۹۱۷ء میں جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا، لیکن اس کا شائع کرنا اضطراراً تھا۔ کیونکہ جلد اوّل کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی سکولوں نے داخلِ نصاب کر لیا تھا اور طالبانِ علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا اگرچہ پہلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ ہی کا انتظار ہوتا رہا اور اب بالآخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔

اہلِ خبرت آگاہ ہیں کہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا کس قدر مشکل ہے۔ گر ذرّہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گستر دار کا مکیال بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں

درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔

لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آگیا ہے اور دردِ محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الٰہی ہے جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبۂ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا کی صفیر کان میں گونج رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاکؐ کا کلمہ خواں ہے، ضرور ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثنا گستر بھی ہو۔ تابشِ ذرہ اور ضوءِ قمر میں اگرچہ زمین و آسماں کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک گیر، ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو محوِ دیدار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہِ کرم کو کبھی کبھی اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا ارشاد ہر ایک صحیح الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لیے یہ سب اسناد عماد نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرأت نہ ہو سکتی۔

گلچین سیرتِ مصطفویؐ کے سامنے ایک گلشنِ خلد بہار ہوتا ہے جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامانِ نگہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گل چیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چُن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں۔ مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بد منہ حالاتِ مبارکہ پر اختصار کے ساتھ محتوی رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلدیں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقشِ ناتمام کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔ الحمد للہ کہ آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور خدا وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل و اجمل کتاب قلم بند کر سکوں ۞

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزو مرا برساں
وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصورپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب اوّل

النّسب

فصل اوّل

شَجَرۂِ طَیِّبَہ

شجرۂ مبارکہ کو تین حصوں میں پیش کیا جاتا ہے

حِصّۂ اوّل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر العمری القرطبی (ولد سنۃ ثمان وستین وثلاث مائۃ ۳۶۸ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے: ھذا مالم یختلف فیہ احدٌ من النّاس (اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں)۔

بائدہ مکرم کے ساتھ میں نے کوشش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عبد اللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام مل گئے اور مزید براں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباد اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام ملا، تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلۂ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلۂ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلۂ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ ددھیال، ننھیال اور ننھیال در ننھیال کی ددھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدمؑ سے لے کر ذاتِ گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود

فرمائی ہو۔

تہامۃ النظام اور ان کے ددھیال کے اسما میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصّۂ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصۂ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اُوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے۔ کیونکہ ان اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق اُنھوں نے اختیار فرمائے ہیں۔ اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک منتہی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلۂ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے۔ بنی اسرائیل میں بھی مروّج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہامؑ کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیحؑ اور داؤدؑ کے درمیان ۲۶ پشتیں اور داؤدؑ و ابراہیمؑ میں ۱۲ پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ کَذَبَ النَّسَابُوْنَ مَا فَوْقَ العَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا ہے: سبائک الذہب للسویدی ص۱۹ میں ہے۔

قد اختلف فی کراھۃ رفع النسب من عدنان الی ادم فذھب ابن اسحٰق وابن جریر وغیرہ الی جوازہ وعلیہ البخاری وغیرہ من العلماء

ترجمہ: عدنان سے اوپر آدمؑ تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے ابن اسحاق و ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنفہ جلال الدین سیوطی میں امام شافعیؒ و ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے:

فقال لی این لی عن نسبک قال الشافعی فلقیت حتی لحقت ادم علیہ السّلام بالطین

ترجمہ: ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے جا ملایا۔

ان حوالجات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اوّل اوّل یہ حصّہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہٗ کی کتاب خطبات احمدیہ میں دیکھا تھا سر سیدؒ نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا۔ انھوں نے ارمیا کاتب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سیدؒ یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ من بعد مجھے تاریخ ابو لغدا میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامے سے متوافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلافِ لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصّہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنانؑ ددم۔ اُدودؑم۔ الیسعؑ۔ ہمیسعؑ ددم سلامانؑ ددم۔ ثابتؑ۔ حملؑ۔ معدّ اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے اُن کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے تھے۔

حصّۂ سوم

ا۔ نسب نامۂ گرامی کا حصّہ سوم جو اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃِ متشکّل سے لیے گئے ہیں۔

ب۔ ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراۃ سے لیے گئے ہیں، جو غالباً صحیح ہیں، لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیانات توراۃ پر۔

۱۔ آدم ۱۳۰ برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا ۵/۳ پیدائش
۲۔ شیث ۱۰۵ برس کا تھا کہ اس سے انوس پیدا ہوا ۵/۶ "
۳۔ انوس ۹۰ برس کا تھا کہ اس سے قینان پیدا ہوا ۵/۹ "
۴۔ قینان ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے محلل ایل پیدا ہوا ۵/۱۲ "
۵۔ محلل ایل ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے یارد پیدا ہوا ۵/۱۵ "
۶۔ یارد ۱۶۲ برس کا تھا کہ اس سے حنوک پیدا ہوا ۵/۱۸ "
۷۔ حنوک ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا ۵/۲۱ "
۸۔ متوسلح ۱۸۷ برس کا تھا کہ اس سے لمک پیدا ہوا ۵/۲۱ "
۹۔ لمک ۵۰۲ برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا ۵/۲۸ "

۱۰۔ نوح ۵۰۲ برس کا تھا کہ اس سے سم پیدا ہوا۔[1]

۱۱۔ سم ۱۰۰ برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے ۲ برس بعد ارنکسد پیدا ہوا۔

۱۲۔ ارنکسد ۳۵ برس کا تھا کہ اس سے عیر پیدا ہوا۔

۱۳۔ عیر ۳۴ برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

۱۴۔ فلج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

۱۵۔ رعو ۳۲ برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

۱۶۔ سروج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے نحور پیدا ہوا۔

۱۷۔ نحور ۲۹ برس کا تھا کہ اس سے تارہ پیدا ہوا۔

۱۸۔ تارہ ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیثؑ نے حضرت نوحؑ کو دیکھا ہو اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ سال کی ہوگئی ہو اور حضرت نوحؑ کی زندگی میں حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوحؑ طوفان کے بعد ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے $\frac{۹}{۲۸}$ پیدائش اور طوفان سے ابراہیمؑ کی پیدائش کا زمانہ ۲۶۲ + ۸۶ = ۳۴۸ برس کا ہے اور حضرت اسماعیلؑ اپنے باپ کی ۸۶ سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہلِ کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب تاریخ ابوالفداء میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابومحمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی کتاب فصل میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔

چونکہ نسب نامہ میں صحتِ اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔

ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے:

---

[1] یہ عبارت کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے۔ مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح ۶۰۰ سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے ۲ سال بعد ۱۰۰ برس کا تھا جب ارنکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَاءِ
لِسَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حصہ اوّل

نمبر شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱	عبداللہ	آمنہ	اب - وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ ۶ آباء نبوی ام - برّہ بنت عبد العزیٰ بن عبد الدار بن قصی دیکھو سلسلہ ۵ آباء نبوی
۲	عبدالمطلب	فاطمہ	اب - عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ دیکھو سلسلہ ۷ آباء نبوی ام - صخرہ[۱] بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ دیکھو سلسلہ ۷ آباء نبوی
۳	ہاشم	سلمیٰ	اب - عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار تیم اللہ بن ثعلبہ خزرجی ام - عمیرہ[۲] بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار ساکن مدینہ
۴	عبدمناف	عاتکہ	اب - مرّہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بُہثہ بن سلیم بن منصور از نسل سلسلہ ۱۱ آباء نبوی

[۱] صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی نانی کا نام سلمیٰ بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر پرنانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائلہ بن ظرب تھا۔

[۲] عمیرہ کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عبد الاشہل اور نانی کا نام اثیلہ بنت زعورا تھا۔

نمبر شمار	آبائے الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
			ام - مادیہ، عرف صفیہ ابنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از نسل سلسلہ ۵ آبا نبوی)
۵	قصیّ	حُبّیٰ	اب - حُلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (وہوالخزاعی) ام - ہند[2] بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر بن الخزرج
٦	کلاب	فاطمہ	اب - سعد بن سیل (حیر ابن عوف بن عامر الحاذ وکان اوّل من بنیٰ جدار الکعبۃ فقیل سہ عامار) از دشنوہ ام - ظریفیہ[3] بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن حشیم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس - دیکھو سلسلہ ۱۵ آبا نبوی
۷	مُرّہ	ہند	اب - سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک دیکھو سلسلہ ۱۲ آبا نبوی ام - امامہ[4] بن عبد مناۃ بن کنانہ - دیکھو سلسلہ ۱۳ آبا نبوی
۸	کعب	محشیہ	اب - شیبان بن محارب بن فہر - دیکھو سلسلہ ۱۰ آبا نبوی ام - وحشیہ[5] بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن صمی بن جدیلہ -
۹	لُوَیّ	مادیہ	اب - کعب بن قین ہو النعمان بن حسیر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن لحاف بن قضاعہ ام - عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ

[1] مادیہ کی ماں کا نام رقاش بنت ملاحم ورنائی کا نام کبشہ بنت الرافعی تھا۔

[2] ہند کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مازن (من خزاعہ) تھا۔

[3] ظریفیہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔

[4] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔

[5] وحشیہ کی ماں کا نام مادیہ بنت صبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔

نمبر شمار	آبائے الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱۰	غالب	عاتکہ	اب - یخلد بن النضر بن کنانہ دیکھو سلسلہ ۱۳ آبا د نبوی ام - انیسہ[1] بنت شیبان بن تعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل
۱۱	فہر الملقب بہ قریش	لیلےٰ	اب - حارث بن تیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ دیکھو سلسلہ ۱۶ آبا د نبوی ام - سلمیٰ[2] بنت طانجہ بن الیاس دیکھو سلسلہ ۱۶ شجرہ ہذا
۱۲	مالک	جَنْدلہ	اب - عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام - ہند بنت الظَّلیم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
۱۳	نضر	عکرشہ	اب - عدنان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر دیکھو سلسلہ ۱۸ آباد ام -
۱۴	کنانہ	برّہ	اب - مرّ بن اُدّ بن طانجہ (اخت تمیم بن مُرّ) (طانجہ برادر مدرکہ) ۱۶ ام -
۱۵	خزیمہ	عوانہ - ہند	اب - سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس دیکھو سلسلہ ۱۸ آباد ام - دعد بنت الیاس دیکھو سلسلہ ۱۸ آباد
۱۶	مدرکہ	سلمیٰ	اب - اسلم بن الحاف بن قضاعہ ام -
۱۷	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب - حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام - ضریہ بنت ربیعہ بن نزار دیکھو سلسلہ ۱۹ آباد

[1] انیسہ کی ماں کا نام تماخر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔

[2] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

نمبر شمار	آباء کرام	امہات عظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱۸	مضر	رباب	اَب ۔ حَیدہ بن معد (سلسلہ نمبر ۲۰ آبا) ام ۔
۱۹	نزار	سودہ	اب ۔ عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ ۲۱) ام ۔
۲۰	معد	معانہ	اب ۔ جوشم بن جلہمہ بن عمر بن بَرّہ بن جرہم ام ۔ سلمٰی بنت الحارث بن مالک بن غَنم (من جرہم)
۲۱	عدنان	مہدد	اب ۔ لہم بن جلحب بن جدیس بن جاثر بن ارم ام ۔

حِصّہ دوم

نَسَبْ نَامَہْ تاحَضْرَتْ اِسْمٰعِیْل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت مندرجہ طبری[1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر درج کی ہیں
			واخبرنی بعض النساب انہ وجد طائفۃ من علماء العرب قد حفظت لمعد اربعین ابا بالعربیۃ الی اسمٰعیل و احتجت لقولہم ذٰلک باشعار العرب و انہ قابل بما قالوا من ذٰلک اہل الکتب فوجد العدد متفقاً واللفظ مختلفاً و املی ذالک علی نکتبہ عنہ جلد ثانی ص ۱۹۳
۲۲	ادو	اُدو	

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا ہشام بن محمد قال وکان رجل من اہل تدمر یکنی ابا یعقوب من مسلمۃ بنی اسرائیل قد قرأ من کتبہم و علم علمہم فذکر ان بروخ بن ناریا کاتب ارمیاء اثبت نسب معد بن عدنان عنده و وضعہ فی کتبہ وانہ معروف عند احبار اہل الکتاب مثبت فی اسفارہم وہو متقارب ہذہ الاسماء لو اسند مروی عن الکلبی محمد بن السائب ذکرہ من بعدہ ولعل خلاف ما بینہم من قبل اللسنۃ لان ہذہ الاسماء مترجمۃ العبرانیۃ ۔ طبری جلد دوم ص ۱۹۲ مطبوعہ حسینیہ مصر

توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے روایت کی ہیں۔	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبر	بروایت مندرجہ طبری	نمبر شمار
	ہَمَیسَعْ	ہمیسع	۲۳
ہمیدع ورشاحب بھی سی کو کہتے ہیں۔	سلامان	سلامان	۲۴
منجر اور نبیت بھی اسی کو کہتے ہیں	عوص	عوص	۲۵
اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی کی جانب منسوب ہے۔	بولوز	بوز	۲۶
اس کو یوز اور عشر الغنا بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی۔	قموال	قموال	۲۷
اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں رسم رجبیہ اسی نے نکالی	اُبَیّ	اُبَیّ	۲۸
قموال اور بریح الناحب بھی اسے کہتے ہیں کان فی زمن سلیمان علیہ السلام	عَوَّام	عوام	۲۹
محلم ذوالعین اسی کا لقب ہے۔	ناشد	ناشد	۳۰
ہوالعوام	حزا	حزا	۳۱
اسے محتل بھی کہتے ہیں۔	بلداس	بلداس	۳۲
رائہ اسی کا لقب ہے۔	تدلاف	یدلاف	۳۳
اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیفان سی کا لقب ہے۔	طابخ	طابخ	۳۴
س کا لقب علتہ ہے۔	جاحم	جاحم	۳۵
اس کا لقب علستہ ہے	ناحش	ناحش	۳۶
اس کو اہل عرب ظربب خاحم التار کہا کرتے تھے۔	ماخی	ماخی	۳۷
اس کو عافی اور عبقر ابو الجن کہتے ہیں۔ جنت عبقہ اسی کی جانب منسوب ہے۔	عیفی	عیفی	۳۸
س کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔ جامع الشمل لقب س لیے ہوا کہ اس کے عہد میں من کامل تھا۔ رستے بے خطر جاری تھے۔	عبقر	عبقر	۳۹
اس کو اسماعیل ذو المطابخ کہتے ہیں۔ ذو المطابخ س لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔	عبید	عبید	۴۰

نمبر شمار	بروایت کلبی	بروایت ابن سعد	توضیحات متعلق روایت طبری از راوی
۴۱	الدعا	الدعا	اس کو تیرن السُطّان کہتے ہیں۔ پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
۴۲	حمدان	حمدان	اسی کو اسمٰعیل ذو اعوج کہتے ہیں۔ اعوج اُسکے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے۔
۴۳	سَنْبَرُ	سنبر	اسے شبین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں۔ اسکے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
۴۴	یثربی	یثربی	یثرم اور طمح بھی اسی کا لقب ہے۔
۴۵	یحزن	یحزن	یحزن نام اور قسور لقب ہے۔
۴۶	یلحن	یلحن	یلحن نام اور عنود لقب ہے۔
۴۷	ارعوے	ارعوے	رعویٰ نام اور دعدع لقب ہے۔
۴۸	عیضی	عیضی	عاقر لقب ہے
۴۹	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزاعیہ ہے
۵۰	عیصر	عیصر	اسی کو عاصر اور ینیدوان ذوالاندیہ اسی کے عہد میں نبت اور جاد ان فرزندان قیدر میں جنگ ہوئی۔
۵۱	اقناد	اقناد	قناد نام۔ ایاہر لقب ہے۔
۵۲	ایہام	ابہام	یہامی نام دوس العتق دراحبل الخلق لقب ہیں۔
۵۳	مقصر	مقصی	مقاصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
۵۴	ناحث	ناحث	
۵۵	زارح	زارح	قمیر لقب ہے۔
۵۶	سمی	شمی	سما نام المحشر لقب ہے۔
۵۷	مزّی	مزّی	ہرمز بھی سی کو کہتے ہیں۔
۵۸	عوض	عوص	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
۵۹	عرام	عرام	
۶۰	قیدار	قیدار[1]	

[1] قیدار کی بیوی کا نام عافرہ تھا جو قبیلہ جرہہ سے تھیں۔

حصّۂ سوم

	نام	عمر
۶۱	اسمٰعیل علیہ السّلام [1]	۱۳۷ سال کی عمر پائی
۶۲	ابراہیم علیہ السّلام	۱۷۵ سال
۶۳	تارہ (آذر)	۲۰۵ سال
۶۴	ناحور	۱۵۹ سال
۶۵	سروج	۲۳۲ سال
۶۶	رعو	۲۳۹ سال
۶۷	فالج	۲۳۹ سال
۶۸	عابر	۴۶۰ سال
۶۹	ارفکشاد	۴۳۸ سال
۷۰	سام	۶۰۲ سال
۷۱	نوح علیہ السّلام	۹۵۰ سال
۷۲	لامک	۷۷۷ سال
۷۳	متوشالخ	۹۶۹ سال
۷۴	اخنوخ ادریس علیہ السّلام	۳۶۵ سال
۷۵	یارد	۹۶۲ سال
۷۶	مہلل ایل	۸۹۵ سال
۷۷	قینان	۹۱۰ سال
۷۸	آنوش	۹۰۵ سال
۷۹	شیث علیہ السّلام	۹۱۲ سال
۸۰	آدم علیہ السّلام	۹۳۰ سال

[1] سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

یسوع مسیحؑ کا نسب نامہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اناجیل متی و لوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیحؑ کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کردیں۔ آغاز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علما حضرت مسیحؑ کے نسب کو حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں. مگر انجیل یوحنا (۸) باب (۴۸) درس سے ثابت ہے کہ یہودان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مسلمہ شرف کا بھی انکار کیا کرتے اور آنجناب کو نسل سامری[ے] سے بتایا کرتے تھے۔

حصّہ اوّل

از یوسف (شوہر مریمؑ) تا زرُوبابل

انجیل لوقا	انجیل متی
یوسف	یوسف
ہیلی	یعقوب
متھات	متھان
لیوی	.
ملخی	.
نیا	.
یوسف	.
متتیاس	.
آموس	.
ناحوم	.
اسلی	.
نجی	.
ماحت	العزر
متتیاس	الیود

ے سامری بھی بنی اسرائیل ہی تھے فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نام نہیں [illegible] یہ انجیل کا غلط ہے۔

انجیل لوقا	انجیل متی
سمعی	اخیم
یوسف	صدوق
یورا	عازور
یوحنا	الیاقیم
الیصا	ابیود
زروبابل	زروبابل
میزان ۲۰	میزان ۱۱

۱۔ لوقا نے یوسف سے زروبابل تک ۲۰ نسلیں اور متی نے ۱۱ نسلیں درج کی ہیں۔

۲۔ دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماء (یوسف، زروبابل) کے سوا ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

۳۔ ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا ہے کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن و شوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں ۹ نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔

۴۔ لوقا کا نسب نامہ الیصا بن زروبابل پر اور متی کا نسب نامہ ابیود بن زروبابل پر ختم ہوتا ہے اور از راہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف مریم زروبابل کے دو فرزند الیصا اور ابیود کی نسل میں سے ہوں، لیکن اب بہ ضرور تحقیق طلب ہوگا کہ زروبابل کے فرزندوں میں سے الیصا اور ابیود نام کے فرزند تھے بھی۔ تواریخ باب ۳ / ۱۹-۲۰ میں ہم کو زروبابل کے فرزندوں و دختر کے نام تو ملے، مگر افسوس ہے کہ ان میں الیصا اور ابیود کسی کا بھی نام نہیں۔

۵۔ لوقا اور متی نے باتفاق زروبابل کو سیالتی ایل کا بیٹا لکھا ہے، مگر تواریخ ۳ / ۱۸-۱۹ سے ثابت ہوتا ہے کہ زروبابل فدایاہ کا بیٹا اور سیالتی ایل کا برادرزادہ تھا۔

حصہ دوم

سیالتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چونکہ سیالتی ایل کا نسب نامہ بائیبل (توراۃ) میں بھی موجود ہے۔ اس لیے حصہ دوم میں بائیبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراۃ) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

لوقا	متی	بائیبل[1]
سلاتی ایل	سلت ایل	بیا لتی ایل
نیری	یکونیاہ	یکونیا (یکنیا)
ملکی	۔	۔
اُدی	۔	یہوی قیم
قوسام	یوسیاہ	یوسیاہ (یوشیا)
المودام	آمون	آمون
عیر	منسی	منسی
یوسس	خرقیاہ	خرقیاہ (خرقیاہ)
العزر	آخز	آخز
یوریم	یوتام	
متھتات	عزیاہ	عزریاہ (عزیا)
لیوی	۔	امصیاہ
سمعون	۔	یوآس
یہوداہ	۔	خزیاہ (اخزیا)
یوسف	یوزام	یہورام
یونان	یہوسفط	یہوسفط (یہوشافاط)
الیناقیم	آسا	اسا
ملیا	ابیاہ	ابیا (ابیا)
مینان	۔	۔
متھتا	رجعام	رجعام
ناتن	سلیمان	سلیمان
داؤد	داؤد	داؤد
میزان ۲۲	میزان ۱۷	میزان ۱۹

[1] تواریخ ۔ ۳ ۔ باب

۱- سلاتی ایل تا داؤد لوقا نے بائیس نسلیں، متی نے سولہ نسلیں اور بائیبل نے ایس نسلیں شمار کی ہیں۔

۲- لوقا تو سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی، ور بائیبل سلاتی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر اتواریخ ۳- باب کے پانچویں ورس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: سیمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان۔ یہ چار عمی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔

۳- لوقا اور متی نے اس حصۂ دوم میں بھی سلاتی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصۂ اوّل میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا، ور اس وقت یہ توجیہ گھڑ لی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیئے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زرد بابل میں آکر جمع ہو گئے۔ اب سلاتی ایل شخصِ واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح کے اجداد شاہانِ تخت نشین ثابت ہو جائیں گے لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔

۴- ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائیبل کی کتاب اوّل تواریخ ۳ باب سے ہوتی ہے، مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ لوقا $\frac{1}{3}$

۵- یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی ور بائیبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔

ذرا نسب نامہ پر غور فرمائیے کہ متی نے یوسیاہ اور یکونیاہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائیبل کی دوم تواریخ $\frac{36}{5}$ میں یک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاقیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاقیم کا شاہی نام یہویقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اوّل تواریخ $\frac{3}{16}$ سے پتہ لگ جائے گا کہ یکونیاہ یہویقیم کا فرزند تھا نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

۶- متی ۱، باب ۹، ورس میں ہے: اور عزیاہ سے یوتام پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوتام عزیاہ کا صلبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں ورن سب میں باپ بیٹے ہی کا

ف اصل متن میں جو میں لکھا گیا تھا وہ شمار کرنے میں غلطی ہوئی تھی ماخذ (بائبل) میں بھی انیس ہی ہیں اور مصنف نے بھی انیس ہی نقل کی ہیں۔ مصحح ع ک

رشتہ ہے۔ لیکن بائبل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

یورام یا یہورام سے عزیاہ پیدا ہوا

عزیاہ سے یوآس پیدا ہوا

یوآس سے امصیاہ پیدا ہوا

امصیاہ سے عزیاہ پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلادیا کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

۷۔ بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ عزیاہ اور یوآس اور امصیاہ کے نام ترک کردیے تھے۔ کیونکہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے بُرے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامے میں جگہ نہ دی جائے یہ عذر صحیح ہوسکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ تواریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں:

عزیاہ۔ وہ بھی اخی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔

۲۔ تواریخ ۲۲/۳

یوآس۔ خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔

۲۔ تواریخ ۲۴/۱۸

امصیاہ۔ جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا پر تمام دل سے نہیں۔

۲۔ تواریخ ۲۵/۲

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بُت پرستی کی۔ عزیاہ اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاہ اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت بھی ایسے ریمارک یا اس سے سخت تر ریمارک موجود ہیں؟ آخز کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: "اس نے بعلیم کے ڈھالے ہوئے بُت بھی بنائے۔"

۲۔ تواریخ ۲۸/۲

اُموں کی بابت ہے: "جو خداوند کی نظر میں بُرا ہے سو اس نے کیا"۔ ۲۔ تواریخ ۳۳/۲۲

منسّی کی بابت ہے: "جو خداوند کی نظر میں بُرا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے"۔ ۲۔ تواریخ ۳۳/۲

رحبعام کی بابت ہے: "اس نے اور اس کے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا"۔

یہ تمام سندات بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتلاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائیبل سے مطابق نہیں۔

حصہ سوم

حضرت داؤد علیہ السلام سے اوپر حضرت آدمؑ تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیحؑ کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آکر سلسلہ مل جائے، اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ مندرجہ بائیبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ تاہم حضرت داؤدؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نسب نامہ مزید تیمن و تبرک کے طور پر درج کیا جاتا ہے:

نام	کیفیت
داؤد علیہ السلام	۳۰ سال کی عمر میں سلطنت پائی ۴۰ سال سلطنت کے بعد ۱۰۱۵ قبل مسیح رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت ۱۰۴۵ سال قبل مسیح تھی۔
یَسّی	
عُوبَید	
بوعز	ان کی زوجہ کا نام رُوت ہے جس کے نام کی کتاب رُوت بائیبل میں شامل ہے۔
سلمون	ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام میں سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا
نحسون	نحسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے۔ اسی نے حضرت موسیٰ کے حکم سے بیابانِ سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے ۱۴ ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو اشخاص کی تعداد جو بیس سال سے اوپر تھے چوہتر ہزار چھ سو تھی۔ کتاب گنتی باب اول درس ۱ تا ۲۷ یہ واقعہ ۱۴۹۰ قبل مسیح تھا۔
عمیداب	عربی تلفظ (عمّیاداب) ہے۔

نام	کیفیّت
آرام	عربی تلفّظ ارام
حصروم	〃 حَصْرُوْمَن
پھارس	〃 فارض والد کا نام تمر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے۔
یہوداہ	〃 یھودا
یعقوب علیہ السّلام	
اسحاق علیہ السّلام	
ابراہیم علیہ السّلام	ان کا ذکر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے شجرہ میں ہے۔

فصل دوم

شجرہ عالیہ نبویہ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

آدم علیہ السّلام

نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے ۹۳۰ سال کی عمر پائی شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدمؑ کی عمر ۱۳۰ سال کی تھی[1]

قرآن مجید میں حضرتِ آدمؑ کو پیدائش کے بعد جنّت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے اس جنّت کے تعیّن کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو قاسم بلخی و ابن قتیبہ و ابومسلم اصفہانی کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسّرین نے اسے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ یہ جنّت جنّتِ خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اُسے جنّتِ خلد ہی بتایا ہے[2]

اسلام نے حضرتِ آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب فضیلت سیدالمرسلین اور باب اساطیر الاوّلین میں ملے گا۔

---

[1] پیدائش ۵ باب [2] ملخصًا از ہدایۃ السائل نواب صدیق حسن خاں مرحوم

نوح علیہ السّلام

ربّ العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائیبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی عمر ۶۰۰ سال کی تھی جب طوفان آیا یعنی عمر نوحؑ سے ۶۰۰ کے دوسرے مہینے کی ۱۷ تاریخ کو طوفان شروع ہُوا۔ چالیس دن چالیس رات تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اُچھلتا رہا جو کشتی حضرت نوحؑ نے بنائی تھی اُس کا طول ۳۰۰ ہاتھ، عرض ۵۰ ہاتھ، بلندی ۳۰ ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین طبقے تھے۔ ۱۵۰ دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہُوا اور ۶۰۱ عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی ۲۷ تاریخ کو حضرت نوح نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان ۳۵۰ سال تک زندہ رہے[1]

تاریخ اسلام میں حضرت نوحؑ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (۳۷: ۷۷) ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔

حضرت نوحؑ کے تین فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورۂ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔

سام کی اولاد[2]

۱ عیلام — ۲ اسود — ۳ ارفکسد — ۴ لود — ۵ آرام

ارفکسد ← سلح ← عیبر

آرام: ۱ عوض — ۲ حول — ۳ جتر — ۴ مس

عیبر: فلج — یقطان

یقطان: ۱ الموداد — ۲ سلف — ۳ حضرماوت — ۴ ارخ — ۵ ہدورام — ۶ اوزال — ۷ دقلہ — ۸ عوبال — ۹ ابی مائیل — ۱۰ شبا — ۱۱ اوفیر — ۱۲ حویلہ — ۱۳ یوباب

حام کی اولاد

۱ کوش — ۲ مصر — ۳ فوط — ۴ کنعان

مصر: لودی — عنامی — لہابی — نفتوحی — فتروسی — کسلوحی — کفتوری

کسلوحی ← فلستی

کوش: سبا — حویلہ — سبتہ — رعمہ — سبتیکہ — نمرود

رعمہ: سبا — دوان

کنعان: ۱ صیدا — ۲ حت — ۳ یبوسی — ۴ اموری — ۵ جرجاسی — ۶ حوی — ۷ عرقی — ۸ سینی — ۹ اروادی — ۱۰ صماری — ۱۱ حماتی

---

[1] تا [2] کتاب پیدائش مختصات سورہ د صافات۔ ۔ ۔ ۔ سام و حام و یافث کی اولاد کے نام کتاب پیدائش سے لیے گئے ہیں۔

یافث کی اولاد

جمر — یاجوج — مادی — یونان — توبل — مسک — تیراس

(جمر): سکنار — ریفت — تجرمہ
(یونان): الیسہ — ترسیس — کتی — دوداتی

حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

سام کا حال

سام (یا سم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوحؑ کی ۵۰۲ سال کی عمر تھی جب ان کے مشکوئے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام اُن تمام اقوام کے پدر اور جملہ السنہ کے معلم نخستین ہیں جن کا نام یورپین مورخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔

تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، اریک اسیرین، انتھی اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تومسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزائن علمی سے مالامال ہیں۔

مشہور قدیم مورخ سپرنیجر اور سکریدر اپنے قدما کے تتابع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا میں مکہ کو ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد اُن مورخین کی اس محققانہ جد وجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہو گئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستانِ عرب سے نکل کر اس کے گرد و نواح کی قابل کاشت ارضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹک کیریکٹر (سامی عادات واطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیونکہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں میشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشوریوں کے ساتھ یہودیوں کی ماتحت بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہوجانا ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی

اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہُوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے ارمیک بن گئی۔

جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی اَلسِنَہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتبات سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آچکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

ارمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگاہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچی رہیں یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ ارم جو قرآن میں بکسر اول وفتح ثانی در توراۃ میں بفتحتین مستعمل ہوا ہے۔ اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان بھی نقاب نیستی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامری زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی و عبرانی اور ارمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اسی لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی دوسرے اب اس زبان کا تلفظ یا لغت بتانے سے کل دنیا گونگی ہے۔

سریک یا اڈیسن زبان اُن عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیسہ تھا۔ مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر

عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے اور شام اور عراق و مصر اور فلسطین و مراکو و ٹیونس عرب تک اس کے زیر نگیں ہیں اور اوکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیرگاہیں ہیں۔

سامی زبانیں

جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں، وہ یہ ہیں:

الف۔ سہ حرفی مصادر کا پایا جانا۔

ب۔ اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت

ج۔ اسما ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔

د۔ تراکیب نحوی میں مشابہت۔

ھ۔ فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا، اور علم ادب کا دانا ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مکمل مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام السنہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصہ عالم پر کبھی بولی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام ان ممالک کے موجودہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

۷۵ سال کے تھے جب خدا کے حکم سے اپنی زاد بوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے ملک میں پہنچے۔ سارئی زوجہ اور لوط برادرزادہ ساتھ تھے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور خدا کا قہر اس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ پھر کنعان واپس آئے، تب لوط ان سے جدا ہو کر دریائے یردن کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر سدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدرلاعمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ سدوم اور اس کے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتحیاب ہو کر حضرت لوطؑ کو بھی مع ان کے عیال کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ اطلاع ہوئی تو انہوں نے حوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

ان کی واپسی پر سدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق[1] جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیم کو ملے۔ حضرت ابراہیم نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ سدوم کو واپس کر دیا۔ خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ اقوام عیز، اسکال اور ممری کے جو جنگ میں لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسمٰعیل جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی[2]۔ جب حضرت ابراہیم کی عمر ۹۹ سال کی ہوئی تب خدا نے ان سے رؤیا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ ۸ دن کا ہو ختنہ کیا کریں۔ یہ بدنی نشان خدا کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا[3]۔

حضرت ابراہیم ۹۹ سال کے تھے اور حضرت اسمٰعیل ۱۳ سال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیم قادس اور شور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضہ میں لیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیمؑ کی عزت کی۔

---

[1] ملک صدق کے متعلق عیسائیوں کا عجیب عقیدہ ہے۔ پولوس عبرانیوں کے خط میں کہتا ہے کہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے، نہ اس کے دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر، ہمیشہ کاہن ہی رہتا ہے۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہ بتاتے ہیں۔ [2] صحیح بخاری

[3] پیدائش ۱۷ : ۱۰

حضرت ابراہیمؑ یک سو سال کے تھے جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے، پھر بنی ملک شاہ ... نے حضرت ابراہیمؑ سے معاہدۂ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیمؑ دیر تک فلسطیوں کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰقؑ کی شادی ربقہ سے کی جو ان کے بھائی نحور کی پوتی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے ۱۷۵ سال کے بعد انتقال فرمایا[۱]

حضرت ابراہیمؑ کی کنیت ابو محمد بھی ہے اور ابو الانبیا بھی کیوں کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد نبی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے، ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ — ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم علیہ السلام ہی کی ذریت میں کر دیا۔ (۲۹ : ۲۷)

اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے ان کے احوال مبارکہ آئندہ ابواب میں مذکور ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و بارک وسلّم۔

اُمّ المسلمین[۲] ہاجرہ[۳] علیہا السلام

سیدہ ہاجرہ بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

۱۔ کبیرۂ مصر

۲۔ زوج خلیل الرحمٰن ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہما والسلام

۳۔ محدّثۂ[۴] ملائک

۴۔ والدۂ اسمٰعیل علیہما السلام

۵۔ اُم العرب المستعربہ

۶۔ بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ

۷۔ جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

---

[۱] ... ۱۲ ... دو ... مکفیلہ کے مغارہ میں جو ... کے آگے ہے دفن کیے گئے۔

[۲،۳] سورۂ حج میں ہے مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ۔ ... سے اُم المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ کے لیے استنباط کیا گیا ہے۔

[۴] محدّثہ بفتح دال اُسے کہتے ہیں جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ کے پاس ... ملک کا ... آنا ... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے ان کو محدّثہ لکھا گیا ہے۔

ان کا نام عبرانی میں (ہاغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سارہ کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ اور حضرت ابراہیمؑ کو بادشاہ کے ظلم سے اُٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آکر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا[1]

سیدہ ہاجرہ کو سیدہ سارہ نے خود حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں دیا تھا۔ وہ نکاح سے پہلے ہی سال میں بارور ہوئیں۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آکر سیدہ ہاجرہ کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اُس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا[2] نیز بتادیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی[3]

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسمٰعیل کو یک مستقل شاندار قوم بنائے اُس کی تقریب یہ ہوگئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے ہی سارہ کی محبت اُس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اُسے حقیر سمجھتی ہے خود اس کی تحقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علٰحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسمٰعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا۔ یہ مصلحت ابراہیم کو وحی ربانی نے سمجھادی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوٹے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ معظمہ ہے قرآن مجید میں ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (۱۴ : ۳۷)	اے رب میں اپنے کنبہ کا یک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔

صحیح بخاری میں ہے لَیْسَ یَوْمَئِذٍ بِمَکَّۃَ اَحَدٌ وَّ لَیْسَ بِھَا مَآءٌ[4] مکہ میں اس وقت نہ کوئی باشندہ تھا اور نہ پانی تھا۔ جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی، درشوہر میں یوں باتیں ہوئیں:

اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا۔ قَالَ اِلَی اللہِ۔ قَالَ رَضِیْتُ بِاللہِ[5]

ہاجرہ۔ ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیمؑ۔ خدا کے پاس۔ حضرت ہاجرہ۔ میں خدا پر راضی ہوں۔

توراۃ کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور اسمٰعیل پیاس سے مرنے کے قریب ہوگئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہ خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسمٰعیل کی نسل کی کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور اُن کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہوگیا[6]

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب ۵۴ باب کے درس ۱ میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں "بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہے" خاتون بے کس چھوڑی ہوئی، ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ و سارہ کا مذکور ہے۔ [2] پیدائش ۱۶۔۱۱ [3] پیدائش ۱۶۔۱۰ [4] عن ابن عباس کتاب الانبیاء [5] صحیح بخاری عن ابن عباس کتاب الانبیاء [6] باب ۲۱ درس ۱۵ تا ۱۹ کتاب پیدائش

صحیح بخاری میں ہے فَاِذَا ھِیَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ اَغِثْ اِنْ کَانَ عِنْدَکَ خَیْرٌ فَاِذَا جِبْرِیْلُ دَمَغَ عَقِبَہٗ عَلَی الْاَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ ۔ ہاجرہ نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ۔ جبریل آگئے۔ انھوں نے زمین پر بڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔ صحیح بخاری اور تورۃ کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آکر ان سے بات کرتا اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔

افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے اور سیدہ ہاجرہ کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعونِ مصر نے حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔

صحیح بخاری کتاب الہبہ میں ہے عن ابی ھریرۃ انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال ھاجر ابراھیم بسارۃ فاعطوھا ھاجرۃ فرجعت فقالت، شعرت ان اللّٰہ عزّوجلّ کبت الکافر واخدم ولیدۃ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم و سارہ ہجرت کر کے گئے تھے وہاں سارہ کو ہاجرہ ہبہ میں ملی اور سارہ نے حضرتِ ابراہیم سے آکر کہا، آپ کو خبر ہے کہ خدا نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی وقال ابن سیرین عن ابی ھریرۃ عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فاخدمھا ھاجر[1]۔ ابن سیرین نے ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ شاہ مصر نے ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا[2]

مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراۃ ربی شلوموا سحق نے باب ۱۶ کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیے ہیں ابت پرعہ ھا بتا کشترا نسیتہ شفحتو اسارد محوا طاب شتہا بتی شفحہ ببیت زہ ولو کبیرہ ببیت اخیرت[3] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات

---

[1] حدیث شریف کا لفظ فاخدمہا عبرانی لفظ شفحہ کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے واسطے استعمال کیا گیا ہے شفحہ کا ترجمہ خادمہ ہے۔ [2] صحیح بخاری عن ابن عباس کتاب الانبیاء

[3] براہین باہرہ فی حریۃ ہاجرہ۔ مولوی غلام رسول چڑیا کوٹی۔

کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اُس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (۱) ہاجرہ شاہِ مصر کی دختر تھیں اور (۲) شاہِ مصر پر حضرت سارہ کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اُس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ اُن کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزّت کا باعث سمجھا۔

مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزّت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے گھر میں ہوئی۔

ربّی شلومو مفسّر توراۃ کی مندرجۂ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

۱۔ وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں ان کو "شیبوت حرب" بولا جاتا ہے۔

۲۔ وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو "مقنت کسف" بولا جاتا ہے۔

۳۔ ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں، ان کو "یلید بایت" بولا جاتا ہے۔

اب تمام توراۃ کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراۃ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے 'امتی' کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ اُمّۃ کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اُسے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصوّر کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعونِ مصر نے حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت کے لیے دیا تھا، ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہٰذا مناسب ہے کہ وہ اوّل کتاب پیدائش کے ۳۰ باب کو پڑھ جائیں۔

۱۔ حضرت یعقوبؑ کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان مسمیٰ جد و آشر کی والدہ ہے۔

۲۔ حضرت یعقوبؑ کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ ہے اور مسماۃ بلہہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان مسمیٰ دان و مسمیٰ نفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جد، آشر، دان و نفتالی، اسرائیل کے ان بارہ فرزندوں میں سے ہیں جن کو یعقوبؑ موسیٰؑ و داؤد و عیسیٰ علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراۃ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا لونڈی بچہ نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راخل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب کے ماموں کی بیٹیاں اور بقول توراۃ حضرت یعقوبؑ کی جوروئیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں:

”راخل اور لیاہ نے جواب میں اُسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اُس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اُس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا“[1]

راخل اور لیاہ وہی خاتونیں ہیں جن کے فرزند موسیٰ و داؤد علیہما السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زرخرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراۃ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اُسے خاندانِ نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسفؑ کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیفار کے ہاتھ بیچا تھا[2]۔ اس کے بعد ہی کتاب پیدائش کے ”۳۹ باب کے ۷ ورس کو پڑھو اُس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسف پر گئی، پھر باب بالا کے ۱۹/۲۰ ورس کو پڑھو، جب اُس کے آقا نے ایسی باتیں جو اُس کی جورو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے یوں کیا، سُنیں تو اُس کا غضب اُس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔“

ان ہر سہ حوالجات میں فوطیفار کو یوسف کا آقا بتایا گیا ہے اور ورس ۱۹ میں ہے ”کہ فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا“ کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسفؑ فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں ولید، جاریہ، اَمۃ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی۔ اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں، اس لیے کسی ایسے

---

[1] کتاب پیدائش ۳۱۔ باب ۱۴-۱۵ ورس
[2] پیدائش ۳۷ - ۳۶

لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیئے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کا فی الواقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فَاَخْدَمَهَا ہیں خدمت کرتے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہوجاتا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا اصل نام شیبہ تھا، لیکن وہ مدت العمر تک اپنے محسن چچا مطلب کی شکر گزاری میں اپنے آپ کو عبد المطلب کہلاتے رہے حتیٰ کہ یہی لقب اُن کے اصلی نام پر غالب آگیا تھا، لیکن کوئی مورخ بھی ان کو مطلب کا غلام نہیں جانتا۔

یعقوب علیہ السلام نے ننھیال سے واپس آکر جب اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے، تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں: تیرے غلام یعقوب نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آرہا ہے، غور کرو کہ ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب کو عیسو کا غلام و چاکر نہیں سمجھتا[1]۔

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں، جو ہاجرہ خاتون کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے باپ نے اُن کا نام اسمٰعیل رکھا[2] جو سمیع اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی ہے[3] ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم ؑ نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اُسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تُو اور تیرے بعد تیری نسل پُشت در پُشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے[4]۔ پس اسمٰعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔

افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کی اس فضیلت پر غور نہیں کرتے۔

---

[1] پیدائش باب ۳۲۔ ورس ۱۸-۲۰ [2] پیدائش ۱۲-۱۵-۱۶ [3] پیدائش ۲۱-۱۷ [4] پیدائش ۱۷-۱۰

حضرت سمٰعیل اور ان کی والدہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ بستا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم و سمٰعیل علیہما السلام ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنو جرہم کے سردار مسمیٰ مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا و حد فرماں روا تھا ایسے عالی خاندان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہ کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی، جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے مخفی نہ رہ سکتی تھی۔[1]

توراۃ میں ہے کہ حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل کی شادی مصر میں کی تھی۔ ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت بھی ہو۔ مگر یہ متحقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

حضرت اسمٰعیل ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ذبیح اللہ کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحٰق کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنیاد پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔ اہل کتاب اسمٰعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو، زمرۂ مذہب سمجھتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی عام تر یہ ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذلک چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحٰق کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا، انھوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں۔ در با ایں ہمہ ایسے علماء کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرومایہ لفظ کا استعمال نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید ہے۔

وَ قَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۝ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ	ابراہیم نے کہا میں اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے خدا مجھے نیک بیٹا عنایت کر۔ تب ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی جو پیدا ہوا۔ ابراہیم اس کے

---

[1] صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں فمرناس من جرھم فنکح فیھم امراۃ۔ کتاب الانبیاء حضرت یوسف نوجوان کا ایک قافلہ مدے گیا تھا۔

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (۳۷ : ۹۹-۱۱۲)

کرنے کے مقام سعی پر پہنچا اور اُسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے انشاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا دی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم تُو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اسی طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو پچھلی نسلوں میں باقی رکھا ابراہیم پر سلام ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال (۱) یہ ہے کہ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اُس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحٰق کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحٰق ہیں تو بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں رہ سکتا۔ اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحاق کی صفت "بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ" فرمائی گئی ہے۔ گویا اسمٰعیل غلام حلیم تھے اور اسحٰق غلام علیم تھے اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر توراۃ سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحٰق کی پیدائش حضرت اسمٰعیل سے ۱۴ سال بعد ہوئی تھی اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ (وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ) وارد ہوئے ہیں اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحٰق وقوع میں آچکا تھا۔ چونکہ اس وقت اسمٰعیل ہی وحد پسر اپنے باپ کے تھے۔ اس لیے اکلوتے کی صفت اُن ہی پر صادق آتی ہے۔

دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ والصافات کی آیات بالا نے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔ یعنی قربانی عظیم جسے پچھلی نسلوں میں ہمیشہ کے لیے جاری رکھا جانا ہے فدیہ ذبیح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسمٰعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحٰق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس

قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے لگاتار چلی آتی ہے اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں تورۃ ہی کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے:

"۶۔ اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ۔ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے، وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔

"۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، بنیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دُوں گا۔ ۶۰ باب ۶۔ ۷ درس۔"

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے۔ یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں، قیدار اور بنیت خاص اسمٰعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو خدا کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ ہی تھا، جو اسمٰعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد اُن کی اولاد قیدار اور بنیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز، یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی۔ وہ سیدہ ہاجرہ کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے، جس کے ایک طرف مصر ہے، جہاں اُن کے ننھیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے، جہاں اُن کے ددھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں اُن کا بھائی اسحٰق رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں اُن کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحٰق ان کا داماد ہے جو نیل کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسمٰعیلؑ کی مادری زبان قبطی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے اُن کے سسرال خالص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔[۵]

---

۵ بخاری میں ہے تعلم العربیۃ منھم۔ کتاب الانبیاء

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین و اشاعتِ توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام پروردگار نے فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے زر خدا کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب "رحمۃ للعالمین" مسلم ہوا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اہلِ کتاب عموماً حضرت اسمٰعیلؑ کو صرف جسمانی بیٹا حضرتِ ابراہیمؑ کا تسلیم کرتے ہیں اور اُن کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ توراۃ پر غور نہ کرنے سے یا توراۃ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔

اب ہم اہلِ کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے توراۃ سے اقتباس کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسمٰعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

الف۔ خدا نے درد و غم کو سُنا	ہاجرہ کے	۱۶-۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ کے	۸-۱۴	"
(ب) خدا نے نام رکھا	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا	۱۶-۱۱	"
	سارہ کے فرزند اسحٰق کا	۱۷-۱۹	"
(ج) خدا نے برکت دی	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو	۱۷-۲۰	"
	سارہ کے فرزند اسحٰق کو	۷-۱۹	"
(د) خدا ساتھ تھا	اسمٰعیلؑ کے	۲۱-۲۰	"
	اسحٰقؑ کے	۲۶-۲۴	"
(ھ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا	اسمٰعیلؑ	۲۵-۱۶	"
	اسحاقؑ	۱۷-۶	"

وَكَفٰى بِمَا تَشْهَدُ كِتَابُ اللّٰهِ التَّوْرٰىةُ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تیر انداز تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل

یعنی لوہے کی کھیا بنا رہے تھے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ صنعت حدادی کے بھی ماہر تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی بہو زوجہ اسمٰعیلؑ نے بتایا تھا طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمٰعیلؑ نے اپنی تمام زیست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ إِنَّهٗ كَانَ	ذکر کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ وعدہ کا سچا تھا۔ اور
صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَ	رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ
كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ	(صدقہ) یا پاکیزگی کا حکم دیا کرتا تھا۔ اور وہ اپنے رب
وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (۱۹: ۵۴، ۵۵)	کا پسندیدہ تھا۔ (مریم)

آیت بالا میں اسمٰعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَهِدْنَآ إِلٰٓى إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ أَنْ	ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف
طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ	کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود
السُّجُوْدِ (۲: ۱۲۵)	کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔ (بقرہ)

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسمٰعیلؑ سے لیا تھا اُسے اُنھوں نے پورا کیا اور عبادت الٰہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح، اعمال صالحہ، ارکان محکم، شرع روشن اور ہدیٰ واضح کی تعلیم فرمائی اور مثال و تفہیم و تبلیغ کے لیے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انہی کی شان عالیہ کے شایاں تھے۔

توراۃ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحٰقؑ کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی سکونت عرب میں تھی۔ تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیمؑ کا جب انتقال ہوا تو اُن کو ان ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا[1]۔

حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق علیہما السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا جیسا کہ حضرت اسحٰقؑ کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوبؑ کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزند اول نبیت اور حضرت اسحٰقؑ کے فرزند اول عیسو اس شرف سے معرا رہے۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ۱۳۷[2] سال کی عمر پائی اور تاریخ لکھتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ

۱؎ پیدائش ۲۵-۹ ۲؎ پیدائش ۲۵-۱۷

اپنی والدہ کے پہلو میں مطافِ کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (اے خدا میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے) کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مرکر بھی ان نفوس قدسیہ نے جوارِ بیت اللہ یعنی ہمسائیگی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔

توراۃ سے ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں[1]۔ نبیت[1]، قدار[2]، ادبیل[3]، مبسام[4]، دومہ[5]، سمعا[6]، مشا[7]، حدر[8]، تیما[9]، وطور[10]، نفیس[11]، قدمہ[12]۔[2]

توراۃ میں ہے کہ وے اپنی اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی اُن ہی کے نام پر ہیں[3]۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ جب توراۃ میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔ اُس وقت ابناءِ اسمٰعیل کی بستیاں اور قلعے اُن ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج اُن سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے۔ وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح توراۃ کے اس فقرہ سے کہ اسمٰعیل[4] فاران کے بیابان میں رہا۔ ان کے مقامات کی بھی صحت ہوجاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام نبیت ہے۔ یقین ہے کہ یہ نبیت ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر الحنفیر ہے جس کا تلفظ دال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القیدر تھا۔

مبسام کے نشانات نجد میں ملتے ہیں۔

دومہ شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومۃ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔

مشا غالباً یمن میں گیا، وہاں موسیٰ نام کی بستیاں موجود ہیں۔

حدر کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔

تیما اس نام کی بستی اب تک موجود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انھوں نے اہلِ فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

قیدماہ۔ غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کرکے ان کو بنی اسمٰعیل بتایا ہے۔

---

[1] پیدائش ۲۵ - ۱۳

[2] پیدائش ۲۵ - ۱۵

[3] پیدائش ۲۵ - ۱۶

[4] پیدائش ۲۱ - ۲۱

باقی بستیوں کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہوا[1] لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعید ہی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسمٰعیلؑ کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں، والحمد للہ۔

عدنان

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب ارمیا، برخیا علیہما السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے، دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا، نیز ان کو اسیر کرکے لے گیا اور وادی فرات میں سے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی[2]۔

عدنان کے دو بیٹے تھے:

۱۔ معد جن کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔

۲۔ عک، انھوں نے حجاز سے اُٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۳۴ء میں حصن الغرائب سے ملے تھے[3]۔

مُعد

بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے، مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اُٹھ گیا تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہمہ باقی ہے۔ تب انھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ ۶۰۰ سال قبل مسیح ہے چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر و دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و معد بن عدنان کے درمیان ۱۱۵۰ سال کا زمانہ ہے۔

---

[1] ملخصاً از خطبات احمدیہ [2] تاریخ العرب از پروفیسر سیڈیو ص ۲۲

[3] خطبات احمدیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک ۲۱ پشتیں ہیں پس ہر ایک پشت کا اوسط ۸۵ سال نکلا چونکہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سرسید نے "خطبات احمدیہ" میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے ۳۳ سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط اس حصہ اوّل میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے[1]

معد
نزار[2] — قنص
(اولاد قنصی کہلائی)

نِزَار

ان کی کنیت ابو ایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

نزار
مُضَر — ایاد — ربیعہ — انمار

نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مُضَر کو اونٹ اور سُرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔

مُضَر و ربیعہ کی نسل وسطِ عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے[3]۔

مُضَر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چونکہ باپ نے تقسیم میں تمام سُرخ رنگ کی چیزیں، سُرخ خیمہ دینار وغیرہ ان کی تقسیم میں دی تھیں، اس لیے

---

[1] ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قناصہ، سناد، عاف، عوف، شک، حیدان، حیدہ، عبید، رماح، جنید، جنادہ۔ [2] خود نسب نبوی میں جزو آتا ہے اس سبب سے پہلے بتایا گیا ہے اور بجز شمل بنا دی گئی ہے [illegible] [3] [illegible] بنت [illegible] [illegible] کتاب [illegible] محمد بن اسحاق مطبوعہ [illegible] مصر [illegible]

تاریخ میں ان کا نام مضر الحمرا مشہور ہے۔ مُضر دینِ حنیف پر تھا۔

الیاس

ان کی کنیت ابوعمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ تمام مدت العمر سایہ میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بکسرِ اول بھی پڑھا گیا ہے اور بہ فتحِ اول بھی۔ ان کا لقب کبیرِ قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

الیاس

※ مدرکہ — طابخہ — قیس عیلان

طابخہ
عد
مرد
تمیم (اولاد بنو تمیم کہلائے)

قیس عیلان
سعد — حصفہ

سعد
غطفان (اس کی اولاد بنو غطفان ہے)
اشجع (اولاد بنو اشجع کہلائی) — رائش

رائش
بغیض
ذبیان (اولاد بنو ذبیان)
فزارہ (بنو فزارہ اس سے ہیں)

حصفہ
عکرمہ
منصور
ہوازن (بنو ہوازن) — سلیم (اس سے بنو سلیم ہیں)

ہوازن
بکر — ثقیف (اس سے بنو ثقیف ہیں)

بکر
سعد (اس سے بنو سعد بکر ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حلیمہ السعدیہ کا نسب اسی خاندان سے ملتا ہے)۔

مُدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دور تک گئے اور اونٹوں کو جا لیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا۔ باپ نے اُن کو مُدرکہ اور چھوٹے کو طابخہ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آگیا۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

مدرکہ

※ خزیمہ — ہذیل (اولاد ہذلی کہلائی)

عبداللہ بن مسعود (صاحب النعلین والوسادہ رضی اللہ عنہ) ہذیل میں ان کا نسب گیارہ واسطے سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے۔
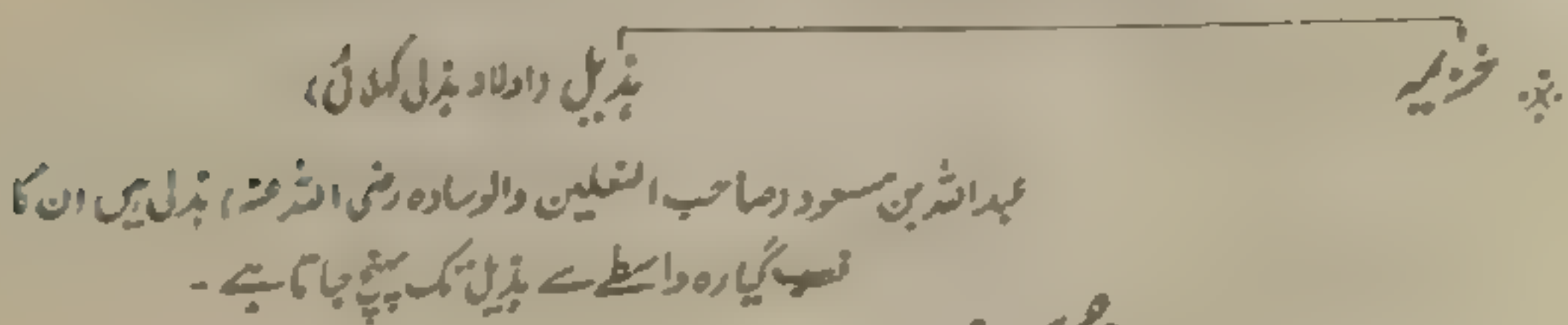
خُزَیمہ

ان کی کنیت ابو الاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

خزیمہ

* کنانہ — ہون (اولاد بنو ہون کہلائی) — اسد (اولاد بنو اسد کہلائی)

ہون: قارہ — دیش (اولاد دیش کہلائی)، عضل (اولاد عضل کہلائی)

اسد: حملہ (اولاد حملی کہلائی)، کاہل (اولاد کاہلی کہلائی)، عمر (اولاد عمروی کہلائی)، دودان (اولاد دودانی کہلائی، ام المومنین زینب رض دودانی ہیں)
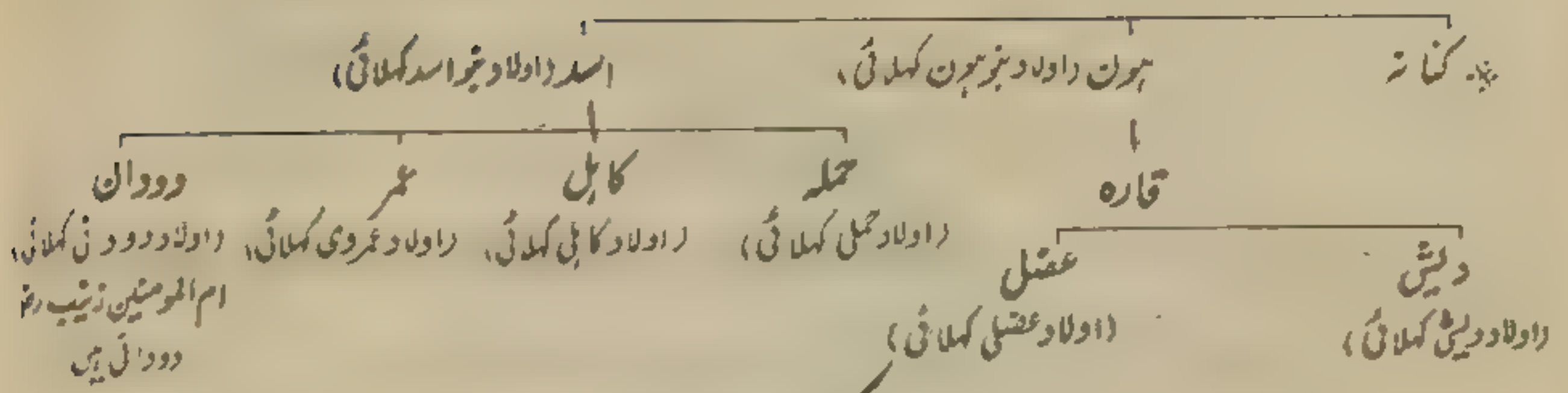
کنانہ

ان کی کنیت ابوالنصر تھی۔

صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَّاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسمٰعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔

شجرۂ اولاد یہ ہے:

کنانہ

* نضر (اولاد بنو نضر کہلائی)، مالک (اولاد بنو کنانہ کہلائی)، عبد مناۃ، خزیمہ یا مصطلق (بنو مصطلق اس کی اولاد ہے)، عمر (اولاد عمریوں کہلائی)، احابیش (الاحابیش اسی کی اولاد ہے)، عامر (اولاد عامریوں کہلائی)
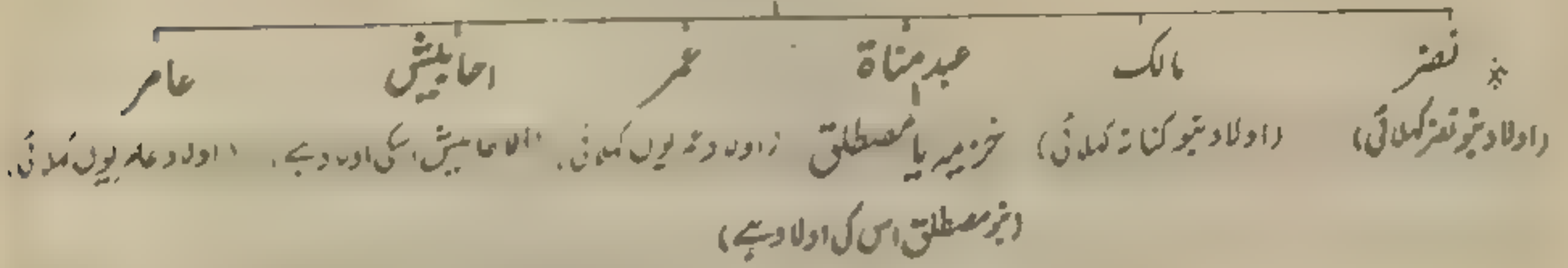
نضر

نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن وجمال کی وجہ سے عرب ان کو نضر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔

نضر

* مالک (بنو مالک کہلائے)

مالک بن نضرؒ

ان کی کنیت ابو الحارث تھی ۔ مالک کا سلسلہ نسل یہ ہے :

مالکؒ

* فہر یا قریش — حرث (اولاد مطیبین کہلائی)

فہر

ان کے وقت میں حسان حاکم مین ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ مین لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے ۔ فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا ۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا ۔ تین سال تک قید رہا ۔ پھر فہر نے آزاد کر دیا ۔ وہ مین کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مرگیا۔¹ اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہوگیا تھا ۔

فہر ہی کا لقب قریش ہے ۔ قریش لغت حجاز میں وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے فہر اور اولادِ فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے ۔

اشعار ذیل ملاحظہ ہوں :

وقریش التی یسکن البحر	بہا سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجۃ البحر	علی ساکنی البحور جیوشا
یاکل الغث والسمین لایترث	فیہا الذی الجناحین ریشا
ھکذا فی الانام حی قریش	یاکلون الانام کنیشا

سلسلہ اولاد یہ ہے

فہر

* غالب — محارب (اس کی اولاد بنو محارب کہلائی)

غالب

ان کی کنیت ابو تیم تھی ۔ سلسلہ نسب یہ ہے ۔

غالب

* لوی — تیم (ان کی اولاد بنو تیم یا بنو الادرم کہلائی)

¹ تاریخ کامل ابن اثیر

لُوّیؑ

ان کی کنیت ابوکعب تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

لُوَیؑ

- ﷺ کعب
- عوف (ان کی اولاد بنو عوف کہلائی)
- عامر (اولاد بنو عامر کہلائی)
- حرث (اولاد بنو حرث کہلائی)

کعب
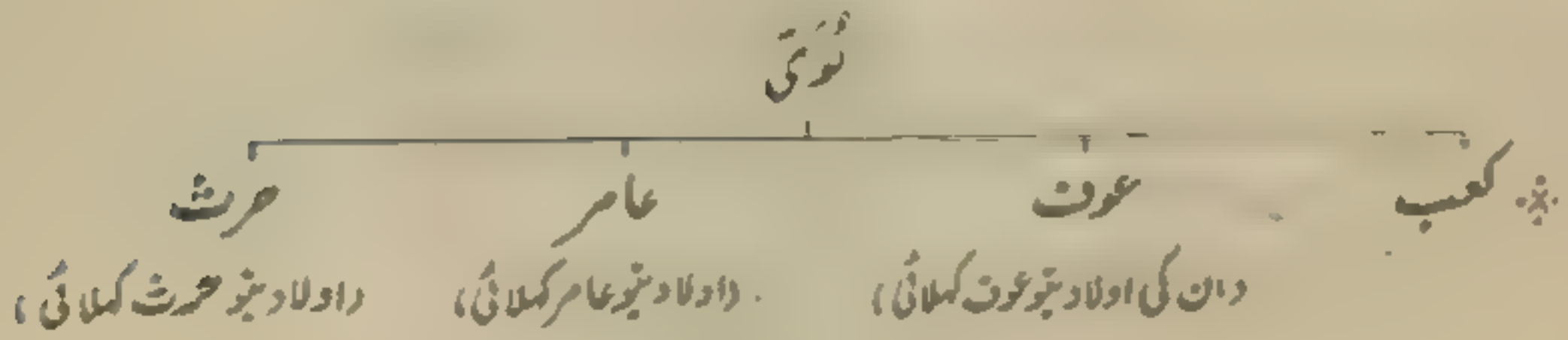
کعب اپنے ہم عصروں کے موافق عالیشان اور بلندی جاہ میں مسلّم تھا۔ عرب میں ان کا سنِ پیدائش جاری ہو گیا تھا۔ یہ سنہ واقعہ فیل تک تقریباً چار صدیوں تک جاری رہا۔ ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

کعب

- ﷺ مرّہ
- ہصیص (اولاد بنو ہصیص کہلائی)
- سہم (اولاد بنو سہم کہلائی)
- جمح (اولاد بنو جمح کہلائی)
- عدی (اولاد بنو عدی کہلائی)
  - جراح — امین الامت ابو عبیدہ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے
  - رزاح — عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے
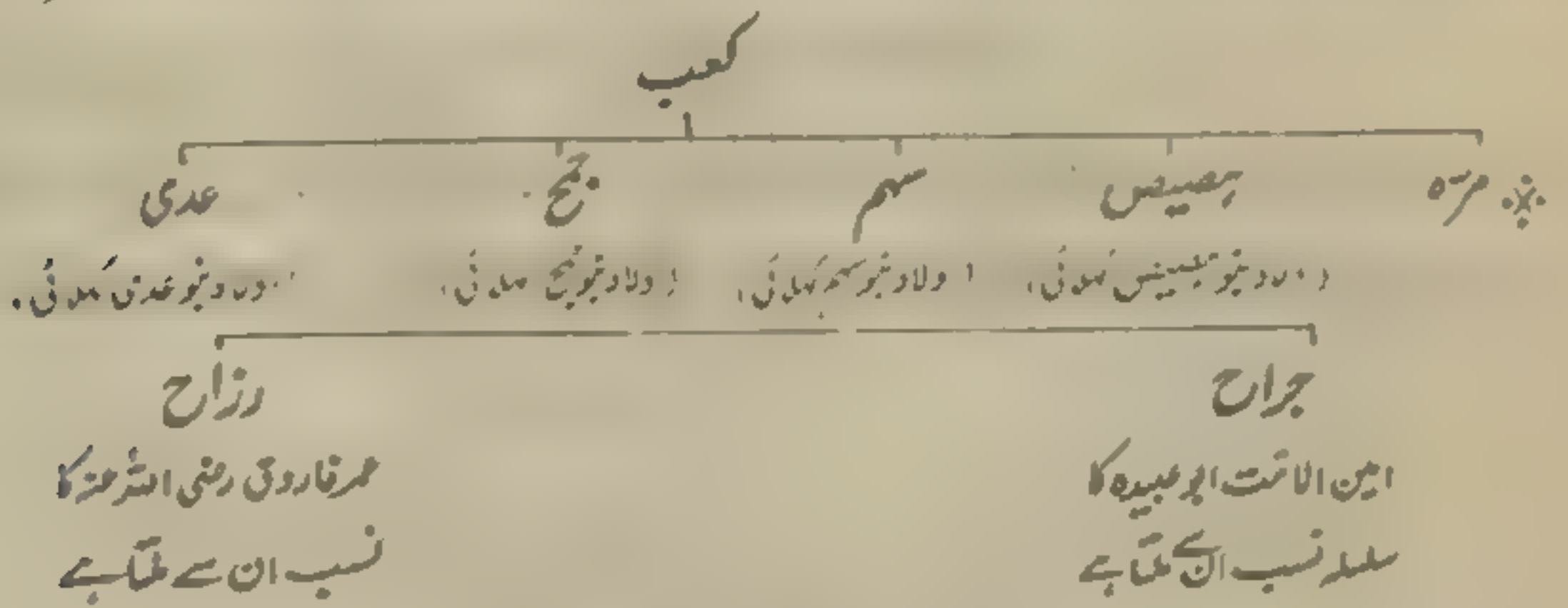
مُرّہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

مُرّہ

- ﷺ کلاب (اولاد بنو کلاب کہلائی)
- تیم (اولاد بنو تیم کہلائی)
- مخزوم (اولاد بنو مخزوم کہلائی) — خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی شاخ سے ملتے ہیں
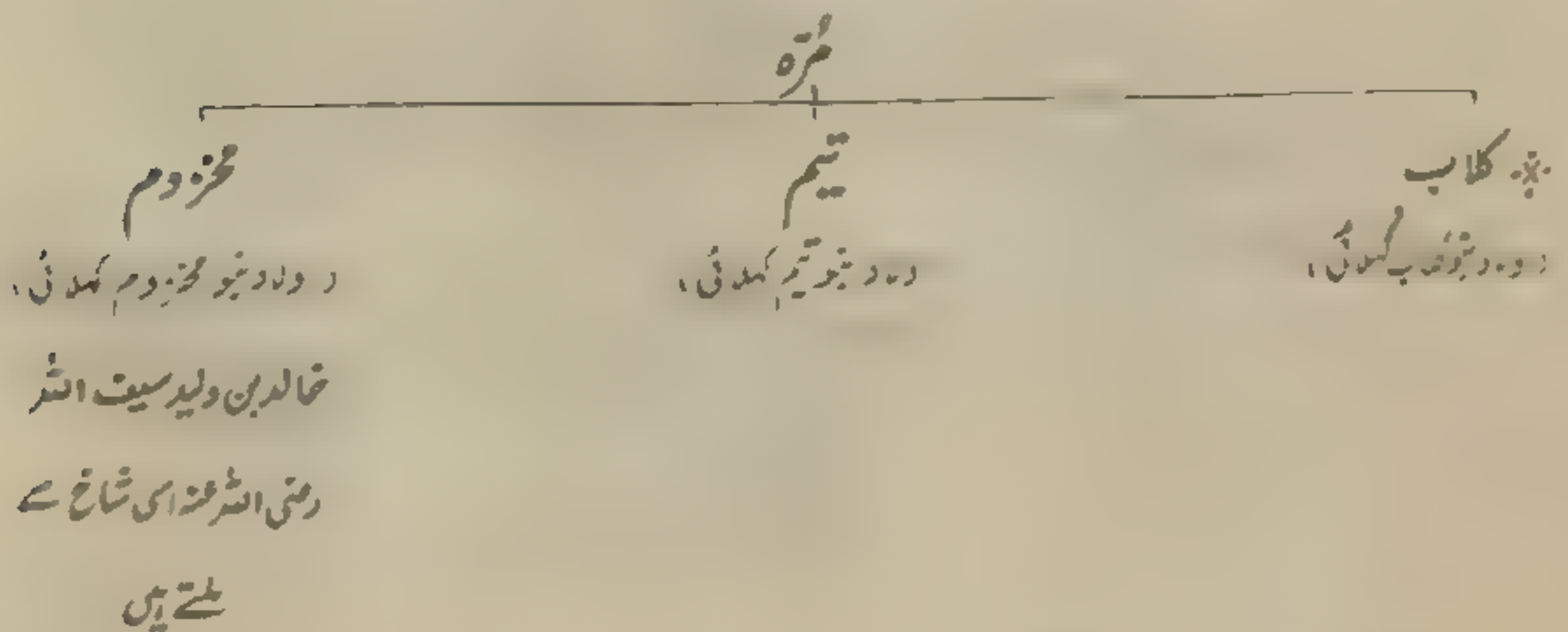
کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابوزہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے۔ اس لیے کلاب لقب ہوگیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔

حکیم ابن مرۃ ساد لوی ۔۔۔۔۔ ببذل النوال وکف الاذی
اباح العشیرۃ افضالہ ۔۔۔۔۔ وجنبہا طارقات الردی

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

کلاب
- قصی (اولاد بنی قصی کہلائی)
- زہرہ (اولاد بنو زہرہ و زہری کہلائی)
  - عبد مناف
    - اہیب
      - ابو وقاص مالک
        - سعد (رض) از عشرہ مبشرہ
    - وہب
      - سیدہ آمنہ مادر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
  - حارث
    - عبد
      - عوف
        - عبدالرحمٰن از عشرہ مبشرہ
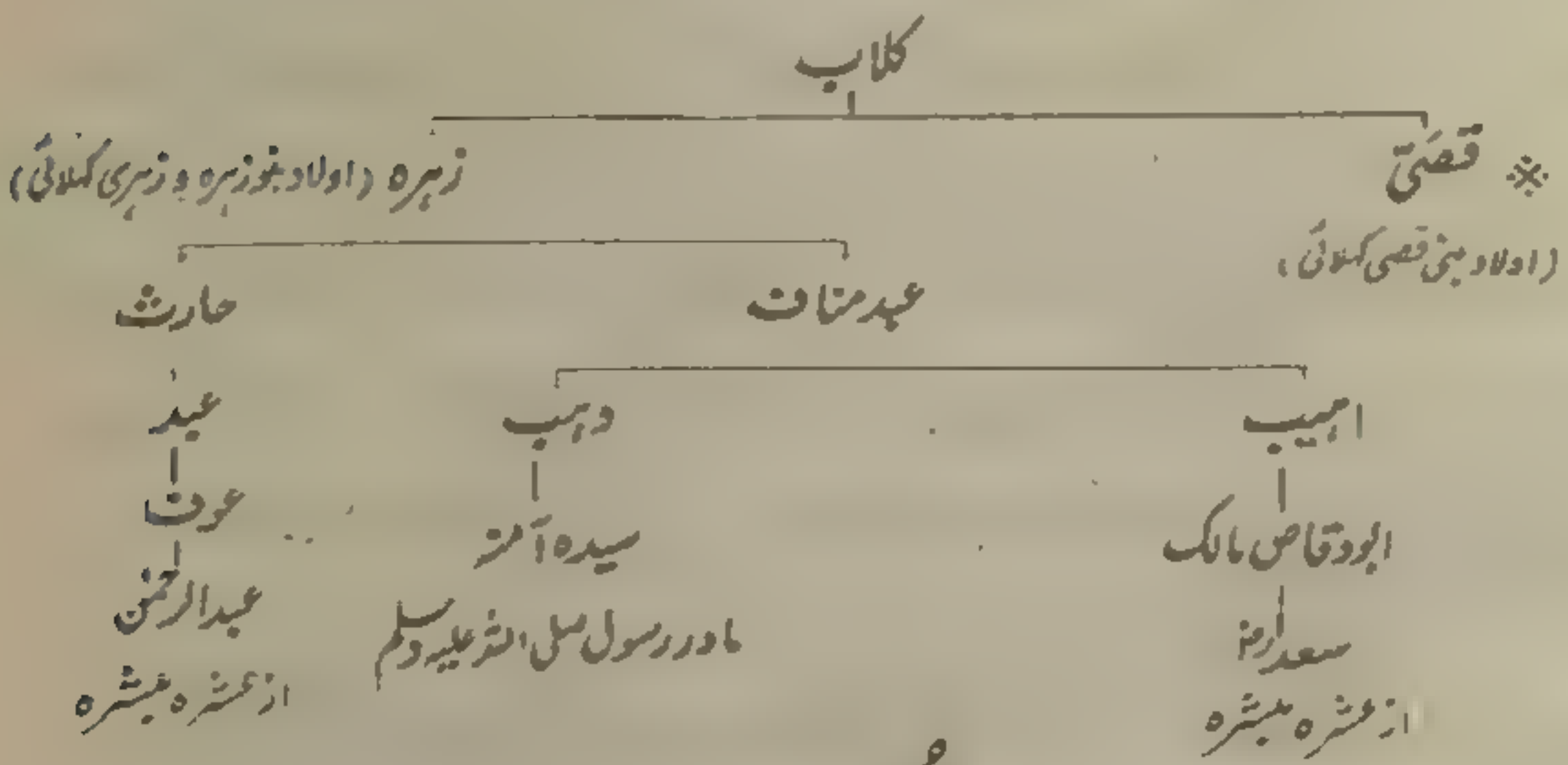
قُصَیّ

ان کا اصلی نام زید ہے یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخدری سے کرلیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آگئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہ پاکر اُنھوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا اور جائداد تقسیم کردی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی مسماۃ حُبّیٰ قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا، اور ابوغبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کردیا۔ حُلیل کے مرجانے کے بعد ابوغبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کردیا۔ اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہُوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ:

۱۔ بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں۔ قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

۲۔ بنو خزاعہ شہری حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا[4]

شہر پر حکومت ہو جانے کے بعد قصی نے اولادِ فہر کو جا بجا سے طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اُس وقت اولادِ فہر کی بارہ شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آ بسے اور قریش (اولادِ فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلّم ہو گئی۔

قُصَی کو قُصی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دُور جا پڑے تھے۔ اس کو مجمع اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حُذافہ بن غانم کا شعر ہے[5]

قُصَیٌّ لعمری کان یدعیٰ مجمعًا ۔۔۔ بہ جَمَعَ اللہُ القبائلَ مِنْ فہرِ

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غیر مسلم مؤرخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کو انھی اصول کی شرح ٹھہرائیں۔

لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیمِ ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفتیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دُور تھا۔

---

[4] حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسمٰعیل کے سسرال تھے صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا۔ مگر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لحی خزاعی نے بنو جرہم کا [illegible] ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جرہم کا ظلم تو جاتا رہا۔ مگر ابن لحی نے مکہ میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھا لایا تھا اس کا نام ہبل تھا۔ اسی بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل پر نظرِ التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً [illegible] میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ پھوڑ کر پھینک دیے گئے۔ [illegible]۔ [5] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالمطلب کی مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

بنو شیبة الحمد الذی کان وجهه ۔۔۔ یضئ ظلام اللیل کالقمر البدر

قُصیّ کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے:

قُصیّ

※ عبد مناف — عبدالدار — عبدالعزّےٰ

عبدالدار: عثمان بن طلحہ کا سلسلہ نسب عبدالدار سے جا ملتا ہے۔ اسی خاندان میں کلید کعبہ چلی آتی ہے۔ عثمان کے فرزند کا نام شیبہ تھا، اس لیے یہ لوگ بنو شیبہ کہلاتے ہیں

عبدالعزّےٰ ← اسد (ان کی اولاد اسدی کہلائی) ← خویلد

خویلد: عوام — ※ خدیجہ — نوفل

عوام ← زبیرؓ (یکے از عشرۂ مبشرہ)

※ خدیجہ (ام المومنین)

نوفل ← ورقہ (مومن نبوت محمدیہؐ)

تَخمُرؔ اور بُرّہ قُصیّ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسماۃ حُبیّٰ کے بطن سے ہیں۔

عبدِ مناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا، ماں نے پہلے پہل مناۃ بُت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرفِ عام میں عبد مناف مشہور ہو گئے۔ حسن وجمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب قمرالبطحا ہو گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی وحق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سُن کر حضور متبسّم ومسرور ہوئے تھے:

یا ایّھا الرجل المحول رحلہ — لا نزلت بآل عبد مناف

ھبلتك امك لونزلت برحلھم — منعوك من علام ومن اقراف

الخالطین غنیھم بفقیرھم — حتی یعود فقیرھم کالکاف

(گٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اُترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری وتنگدستی کو دُور کر دیتے وہ تو امیر وغریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔)

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکہ الکبریٰ بنت مرّہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبدالشمس	غاضرہ، بُرّہ، حنّہ، ہالہ، قلابہ
واقدہ بنت عامر بن عبد	نوفل، ابوعمرو، ابوعبیدہ	
ثقیفہ		ریطہ

مُطّلب باپ کے سپلوٹے بیٹے تھے، ان کی اولاد مطلبی کہلاتی ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں عُبیدہ ابوالحارث جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیلؓ اور حصینؓ ہر دو کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نیز مطّلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عَبدالشمس کا بیٹا امیّہ ہے جس کی اولاد بنو امیّہ کہلائی حضرت عثمان ذوالنُّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل، ان کی اولاد نوفلیون کہلائی۔ حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر ہرقل سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابوعَمرو ابوعبیدہ کے حالات سے تاریخ ساکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مؤرخین نے ان کے نام بھی بیان نہیں کیے صحیح بخاری کی روایت عن جُبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خُمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذوی القربیٰ میں سے بنی ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعیؒ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہے[ؐ]

ابوداؤد و نسائی کی روایت میں ہے کہ بنو نوفل اور بنو امیّہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم کو بھی (کہ ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

انما بنو ھاشم و بنو المطلب شئ واحد	بنو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں۔ پھر ایک پنجہ کی
ھکذا وشبّک بین اصابعہ	انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا۔ اس طرح۔

واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی[ؐ]

اوّل۔ زکوٰۃ جن کی نسبت سورہ توبہ آیت ۶۰ میں مدّات ذیل کے آٹھ مصارف بتائے گئے ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ۔

ؐ کتاب الام جلد ۴ صفحہ ۸ مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر و صفحہ ۱۷ مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۸ھ میں خوب صاحب کردہ ذوالقربیٰ تحریر کیا

ؐ چونکہ حقوق ذوی القربیٰ کے مستحق و غیر مستحق کی بحث اور تفریق اولاد عبد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث کی غارہ بانداز ہے۔ محدثین نے شئ کرسی پڑھا جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ۱۲۔ ہاشم اور عبدالشمس میں جھگڑے ہوئے۔ نوفل اور عبد مطلب میں بھی جھگڑے ہوئے۔ مگر ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم اس سے چھوٹا۔ عبد مطلب کی تربیت مطلب نے کی تھی جب شعب ابی طالب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم محصور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔

دوم غنیمت ۔ سورۂ انفال آیت ۴۱ میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے :

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔ اس آیت میں چار حصے غانمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا لِلّٰهِ خُمُسَهٗ پھر اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حقِ تصرف عطا فرمایا : رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذوی القربیٰ یتامیٰ ، مساکین ، مسافر ۔ ان پانچ میں ذی القربیٰ بھی ایک ہیں ، وراسی سے خمس الخمس اپ پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ کا لفظ نکلا ہے ۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے سپرد فرمادیا تھا ۔ صدیقؓ اور فاروقؓ کے عہد میں بھی یہ اہتمام حضرت علیؓ ہی کے سپرد رہا ۔ کتاب الخراج امام ابویوسف میں ہے :

حدثنی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیه قال سمعت علیاً رضی الله تعالیٰ عنه یقول قلت یارسول الله صلی الله علیه وسلم ان رأیت ان تولنی حقنا من الخمس فاقسم فی حیاتك كیلا ینازعنا احد بعدك فافعل ففعل قال فولانیه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقسمته حیاته ثم ولانیه ابوبكر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فقسمته حیاته ثم ولانیه عمر رضی الله تعالیٰ عنه فقسمته حیاته ۔	ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر حضور کی رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذی القربیٰ کا ہے حضور اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا رہوں تاکہ کوئی شخص حضور کے بعد اس میں نزاع نہ کرے ۔ آپ نے مان لیا ۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کا متولی ٹھہرایا اور میں حضور کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا پھر ابوبکر صدیقؓ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا پھر عمر فاروقؓ نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حصہ منجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے ۔

ذی القربیٰ کا حصہ بوجہ قرابت تھا ، نہ بوجہ غربت ، اس لیے امیر اور غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا ۔

---

۵ عام طور پر شریعت میں حق قرابت بعد وفات اس قریبی کے ملتا ہے ۔ اس حق کا نام ورثت ہے ۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اختصاص خاص ہے کہ حضور کے قرابت والوں کو حضور کی حیات ہی سے ان کا حق دیا جاتا ہے ۔

باقی تین حصص یتامیٰ، مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیے تھے، ان میں ایک کا حصّہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

سوم: فَے۔ فَے کی تعریف قرآن مجید کی سورۂ حشر آیت ۶ میں ہے اور اسی سورہ کی آیت ۷ میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔ فَے کی تعریف میں فرمایا:

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّ	وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو،
لَارِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ	بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط
رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ	دے دیا ہو۔

تقسیم فَے

سورۂ حشر آیت ۷ میں فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ	جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں
الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی	سے فَے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ	کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں
ابْنِ السَّبِیْلِ۔	اور مسافروں کا ہے۔

پھر اس تقسیم کے متعلق یہ اصول بیان فرمایا ہے:

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ

کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ صفحہ ۷۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نقشۂ احکام تقسیم صدقات و غنیمت و فے مع آیات قرآن مجید

حوالہ جات	آیت متعلق زکوۃ و صدقات سورہ توبہ آیت ٦٠	آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت ٤١	آیت متعلق فے سورہ حشر آیت ٧
١	انما الصدقٰت للفقراء		
٢	•	وعلموا انما غنمتم من شئ	ما افاء الله علی رسوله من اهل القریٰ
٣	•	فان لله خمسه	فلله
٤	•	وللرسول	وللرسول
٥	•	ولذی القربیٰ	ولذی القربیٰ
٦	•	والیتامیٰ	والیتامیٰ
٧	والمساکین	والمساکین	والمساکین
٨	والعاملین علیها	•	•
٩	والمؤلفة قلوبهم	•	•
١٠	وفی الرقاب	•	•
١١	والغارمین	•	•
١٢	وفی سبیل الله	•	•
١٣	وابن السبیل	وابن السبیل	وابن السبیل
١٤	•	•	للفقراء المهاجرین
١٥	•	•	والذین تبوؤ الدار والایمان
١٦	•	•	والذین جاؤ من بعدهم
ترجمہ آیات	صدقات فقیروں، مسکینوں، عاملوں، تالیف قلوب، آزادی غلاماں، قرضداروں، براہ خدا اور مسافروں کے لیے۔	غنیمت ⅕ اللہ کا ہے اور رسول اور قرابت والوں اور یتامیٰ اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔	فے اللہ اور رسول اور قرابت والوں، یتامیٰ، مساکین، مسافروں، مہاجروں اور انصار کے فقراء اور ان سے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔

اس نقشہ کے ساتھ یہ حدیث بھی جو مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الفیء میں ہے پڑھ لینی چاہیئے عن مالک ابن اوس بن الحدثان قال قرأ عمر بن الخطاب انما الصدقات للفقراء والمساکین حتی بلغ علیم حکیم ہذہ لهؤلاء ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من شئ حتی بلغ وابن السبیل ثم قال هذه لهؤلاء ثم قرء ما افاء الله علی رسوله حتی بلغ للفقراء ثم قرأ والذین جاؤ من بعدهم ثم قال هذه استوعبت المسلمین الخ یعنی حضرت عمر فاروقؓ نے انما الصدقات کی آیت علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا کہ یہ آیت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آ گئے پھر انھوں نے آیت واعلموا انما غنمتم کو ابن السبیل تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ غنیمت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آ گئے ہیں پھر انھوں نے آیت ما افاء الله کو والذین جاؤ من بعدهم تک پڑھا اور فرمایا کہ اس کے اندر تو سب ہی مسلمان آ گئے۔

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا۔ ان آٹھ میں دو (مساکین وابن السبیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فَے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ وہ ہیں جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے غنیمت و فَے میں نہیں۔ وہ چھ یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیفِ قلوب کے مستحقین، آزادیِ غلاماں، ادائے قرض مدیوناں، فی سبیل اللہ دیگر امور۔

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: اول لشکر کو ۴/۵ کل غنیمت سے دیا۔ دوسرا حصہ جو ۱/۵ تھا اُسے اللہ تعالیٰ نے اوّل اپنی مِلک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین و ابن السبیل تو شریک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: رسولؐ، اقربائے رسولؐ، یتامیٰ۔

فَے کو اوّل خدا تعالیٰ نے اپنی مِلکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ تو وہی ہیں جو آیت غنیمت میں ۱/۵ سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقرائے مہاجرین، فقرائے انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فَے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیا کو نہ ملے گا کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (۵۹ : ۷)

یاد رکھنا چاہیئے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسولؐ کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فَے ہی کے متعلق ہیں۔ خدا کرے کہ قرآن مجید کا تدبّر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تقسیم فَے کا اہتمام حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کے سپرد فرما دیا تھا جیسا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبویؐ و صدیقیؓ و فاروقیؓ میں حضرت مرتضیٰؓ ہی کے متعلق رہا تھا۔

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلا کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبدشمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے برادر زادہ امیہ بن عبدشمس نے ان کی سرداری کے تسلیم کرنے سے انکار کیا عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار دیکھا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہو رہا ہے اس وقت یہ مال تجارت

لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لاد لائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اس سے ہاشم نام ہُوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوّارِ کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے اور یہی کھانا جسے لغتِ عرب میں ثرید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیرکی و حزم کا اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا رہے[۵۱]

امیّہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع میں ہو گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہُوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے وجود باجود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد ۱۳۲ھ تک بنو امیہ اور بنو عبّاس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے۔

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمٰی بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبد المطّلب ٭	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	ابا صیفی	۔
قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزیمہ	اسد	۔
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار (من قضاعہ)	نَضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	۔	ضعیفہ، خالدہ
عُدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	۔	حنّہ

تاریخ میں ابا صیفی، اسد اور نضلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبد المطّلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے فرزندان ضحاک اور عمرو بھی چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کے اشعار نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مدح میں ہیں۔

مَنَّا من اللہ بالمیمون طائرہ — وخیر من بشرت بہ مُضَر
مبارک الامر یُسْتَسْقَی الغمام بہ — ما فی الانام لہ عِدْلٌ ولا خطر

---

۵۱ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵

عبدالمطّلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاول کے لیے تھا کہ عمر دراز پائیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چندیا میں چند بال سفید موجود تھے

جب ان کے والد ہاشم کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو یثرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ناز و نعم سے ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر "عبدالمطّلب" مطّلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آگیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو شیبۃ الحمد اور فیاض اور مطعم طیر السما بھی کہا کرتے تھے، نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک "محمد" (صلعم) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور کی تربیت تا ہشت سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا[1]

عبدالمطّلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی "ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو"۔ عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہ زم زم سے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالمطّلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطّلب تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنوں نکالو، پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطّلب اور ان کے فرزند اکبر حارثؓ نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں، تانبے کے آہو وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالمطّلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدالمطّلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوّار اور صادر و وارد سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا۔ عبدالمطّلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطّلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے:

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد اول

نقشہ اولادِ عبدالمطلب بن ہاشم

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۱- صفیہ بنت جیندب بن حجیر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو ۱۳ شجرہ نسب نبوی۔	حارث	
۲- فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ دیکھو ۱۰ شجرہ نبوی	زبیر۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ ۔ عبداللہ	ام حکیم، بیضاء، امیمہ، اروی برّہ، عاتکہ
۳- لبنیٰ بنت ہاجر (از بطن خزاعہ)	ابولہب (عبدالعزیٰ)	
۴- ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو ۱۰ شجرہ نسب	مقوّم۔ حجل مغیرہ۔ حمزہ	
۵- نتیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار۔ دیکھو ۱۹ شجرہ نسب)	ضرار۔ قثم عباس	
۶- منعتہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	غیداق۔ مصعب	
میزان ازواج ۶	پسران ۱۵	دختران ۶

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب ۱۵ بیٹوں اور ۶ بیٹیوں کا والد تھا، مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام حجل ہے، اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوّم ہے اور قثم کوئی بھی نہ تھا اندریں صورت عبدالمطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد بارہ ہوئی، ور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا گیارہ ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب ۱۰ تھے۔ ان میں سے ہم کو دس کے حالات ملے ہیں اور سات کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے ۔ آٹھویں ضرار، فتیانِ قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور۔ آغازِ بعثت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

۹۔ مقوّم اولادِ صلبی تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبدالرحمٰن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی نے کیا ہے۔

۱۰۔ حجل کے فرزند قسرہ کے اشعار صبعات الکبیرہ میں موجود ہیں جس میں اس نے اپنے دوازدہ اعمام کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق۔ قثم۔ عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں ممکن ہے کہ مقوّم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو

ف ہالہ کی ماں عیلہ بنت مطلب ہے

عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی ان کا سال ولادت ۴۹۷ء اور سال وفات ۵۷۹ء اندازہ کیا گیا ہے[۱]

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام وعمات ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے جہاں تک کہ عہد نبوی سے ان کا قریبی تعلق ہے تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اہل بیت نبوی کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے[۲] مگر ان کے چار فرزند نوفل و عبداللہ۔ ربیعہ و ابوسفیان مغیرہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے:۔

(الف) نوفل بن حارث

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے، پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار نیزے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے ۱۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی[۳]

ان کے تینوں فرزند مغیرہ۔ عبداللہ۔ حارث بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمانؓ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن ملجم شقی نے جب سیدنا علیؓ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا۔ مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسولؐ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علیؓ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضویؓ ہوا تھا جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن نوفل کو حضرت عمرؓ نے حاکم کوفہ کیا تھا، ان کا چہرہ کسی قدر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل کو عمر فاروقؓ نے حاکم مکہ کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید پلید کے بعد اہل بصرہ ان کو میر بنانا چاہتے تھے۔ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبداللہ المعروف ببّہ بھی صحابی ہے۔

(ب) عبداللہ بن حارث

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب "سعید" سے مشرف فرمایا تھا۔

۱؎ [illegible] ۲؎ طبقات ابن سعد ۳؎ استیعاب ص ۲۳

(ج) ربیعہ بن حارث

ابوارویٰ کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُهٗ دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ "پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیامیٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے"۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا ایک فرزند شیرخوار دشمنوں نے مار ڈالا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیامیٹ کردیا اور اس کا خون بہا نہ دلایا۔ ان کا انتقال ۲۳ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبدالمطلب اور مطلب بھی صحابی ہیں۔

عبدالمطلب نے دمشق میں بعہد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیاتِ نبویؐ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(د) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث

یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر رضاعی بھی ہیں کیونکہ انھوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا عرب کے مشہور شعراء وصحابہ میں سے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے، مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیقِ ربانی سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان کو بھی امتیاز حاصل ہے یہ تو رکاب نبویؐ سے علٰحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

قبولیتِ اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں ص پر درج کیے جاچکے ہیں۔

وفات حسرت آیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اشعار میں اکثر دردِ دل کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اَرِقْتُ نَبَاتَ لَیْلِیْ لَا یَزُوْلُ	وَلَیْلُ اَخِی الْمُصِیْبَةِ فِیْهِ طُوْلُ
میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی	ہاں مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے
فَسْعُدُ نِی الْبُکَاءِ وَذَاكَ نِیْمَا	اُصِیْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ قَلِیْلُ
میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو	اس مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے
لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِیْبَتُنَا وَجَلَّتْ	عَشِیَّةَ قِیْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْلُ
اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہی	جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ بلائے گئے

وَضَعَتْ اَرْضُنَا مِمَّا عَرَاهَا ۔۔۔ تَكَادُ بِنَا جَوَانِبُهَا تَمِيْلُ

معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آگیا ۔۔۔ اور زمین دھنس جائے گی

فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيْلَ فِيْنَا ۔۔۔ يَرُوْحُ بِهٖ وَيَغْدُوْ جِبْرِيْلُ

جس وحی کو لے کر صبح و شام جبریلؑ ہم میں آیا کرتے تھے ۔۔۔ آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے!

وَذَاكَ اَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ ۔۔۔ نُفُوْسُ النَّاسِ اَوْ كَادَتْ تَسِيْلُ

یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مرجانا ۔۔۔ یا قریب مرگ ہوجانا بالکل ٹھیک ہے

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوا الشَّكَّ عَنَّا ۔۔۔ بِمَا اُوْحِيْ عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُ

نبی صلعم اس شان کے تھے کہ دل سے شک کو صاف کردیتے تھے ۔۔۔ کبھی بذریعہ کلام وحی اور کبھی بذریعہ ارشادات خود

وَيَهْدِيْنَا فَلَا نَخْشٰى ضَلَالًا ۔۔۔ عَلَيْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلُ

وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا ۔۔۔ کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا راہنما ہے

اَفَاطِمَةُ اِنْ جَزِعْتِ فَذَاكِ عُذْرٌ ۔۔۔ وَاِنْ لَمْ تَجْزِعِيْ ذَاكَ السَّبِيْلُ

اے فاطمہ! اگر تو رو دے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے ۔۔۔ اور اگر تو صبر کرے گی تو بہتر ہے کیوں کہ یہی بہتر طریق ہے

فَقَبْرُ اَبِيْكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ ۔۔۔ وَفِيْهِ سَيِّدُ النَّاسِ رَسُوْلُ

تیرے باپؐ کی قبر ہر ایک قبر کی سیّد ہے ۔۔۔ اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار خدا کا رسولؐ آسودہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

ابو سفیان بن الحارث من شباب اهل الجنة ۔۔۔ ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔

یا سید فتیان اهل الجنة ۔۔۔ یا بہادران بہشتی کا سردار ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

اَبُوْ سُفْيَانَ خَيْرُ اَهْلِيْ ۔۔۔ ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے۔

يَا مِنْ خَيْرِ اَهْلِيْ ۔۔۔ یا میرے اچھے اہل میں سے ہے۔

مدرکا قول ہے کہ كُلُّ الصَّيْدِ فِيْ جَوْفِ الْفَرَا[1] جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔ سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی۔[2]

ان کے فرزند عبد اللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابو سفیان غزوۂ حنین میں بھی شامل تھے، اور عہد سلطنت

---

[1] فراد کے اندر سارے ہی شکار آجاتے ہیں۔ اردو میں مثل ہے: ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ الاستیعاب ص ۱۰۷

[2] اس کا حوالہ حاشیہ میں دستیاب نہیں۔ مصحح۔ ع۔ ک

امیر معاویہؓ میں وفات پائی۔

ابوطالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے۔ مگر کنیت نام پر غالب آگئی تھی۔

ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال محبت تھی اور تا دمِ زیست (سنہ۱۰ نبوت) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناصر و فدائی رہے۔

ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور باستثنٰی طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی جائے وفات کا بھی پتہ نہیں لگا۔[1]

(الف) عقیل بن ابی طالب

طالب سے دس برس چھوٹے اور جعفر سے دس برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس علم میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا ابو یزید کنیت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

یَا اَبَا یَزِیْدِ اِنِّیْ اُحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبًّا	اے ابو یزید: میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہوں
لِقَرَابَتِکَ وَحُبًّا لِمَا کُنْتُ اَعْلَمُ	ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ
مِنْ حُبِّ عَمِّیْ اِیَّاکَ	میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنتِ امیر معاویہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنجشنبہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل کے دو فرزند محمد و عبدالرحمٰن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد
عقیل ابن ابی طالب
کا
شجرۂ نسب صفحہ ۷۶ پر ملاحظہ فرمائیں

---

[1] صحیح بخاری میں بروایت ترمذی ہے کہ ابو طالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا تھا۔ باب غزوۃ الفتح۔

عقیل

مسلم (شہید در کوفہ)

عبداللہ (شہید در کربلا) ان کی والدہ رقیہ بنت علی مرتضیٰ ہیں

عبدالرحمٰن (شہید در کربلا)

محمد (شہید در کربلا) ان کے گھر میں زینب الصغریٰ بنت علی مرتضیٰ تھیں۔

عبدالرحمٰن (شہید در کربلا)، قاسم (شہید در کربلا)، ابو محمد عبداللہ بن محمد۔ امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں ابن حجر نے ۱۴۰ھ کے بعد کی وفات تحریر کی ہے۔

قاسم الجری، علی، طاہر، ابراہیم، عقیل، محمد بن ابو محمد عبداللہ۔ محدث ثقہ ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور ام کلثوم بنت علی کے بطن سے تھی۔

قاسم الجری: عبدالرحمٰن، عقیل

عبدالرحمٰن: محمد المرفوع — ان کی اولاد طبرستان میں بنو المرفوع مشہور ہے۔

محمد بن ابو محمد عبداللہ: قاسم، احمد، عبداللہ، مسلم

قاسم: محمد الانصاریہ۔ بڑی نسل ہے

(ب) جعفر (طیار) بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اوّل ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب شاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انھوں نے بادشاہِ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمۃ للعالمین جلد اوّل صہ پر درج ہے ۷ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جعفر بھی خیبر ہی میں جا ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی۔

۸ھ میں جنگِ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی منقبت میں فرمایا:

اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ — جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بوقت شہادت ۴۱ سال کی تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار سب سے بہتر ہے وہ اہل صفہ کی خبر گیری کرتے تھے اور انھیں کھلایا کرتے تھے جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس عکہ ہی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا ہم اس میں سے علق کر جاتے تھے۔ ان کے چار فرزند تھے۔

۱۔ عبداللہ یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخا و کرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے ۸۰ھ میں بعمر ۹۰ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ زینب

۱؎ صحیح بخاری باب غزوہ موتہ بروایت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲؎ صحیح بخاری باب مناقب جعفر

کبریٰ ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ابن نہشل تیمی نے ان کو شہید کیا تھا۔

(ب) عون بن جعفر
(ج) محمد بن جعفر
} یہ دونوں تستر میں شہید ہوئے۔

اولادِ جعفر کا شجرۂ نسب یہ ہے

ابوجعفر بن عبداللہ الجواد — عون — محمد اکبر — محمد اصغر — حمید — حسین — عبداللہ اصغر

محمد اکبر: عبداللہ، قاسم

ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت زینب بنت علی مرتضیٰ تھیں

معاویہ — علی الزینبی — اسحٰق العریضی — اسمٰعیل زاہد — محمد — عدی — عون

معاویہ: عبداللہ ۱۲۷ھ میں دعوے خلافت کیا ۱۲۹ھ میں اسیر ہوئے ۱۳۱ھ میں وفات پائی نسل آئندہ نہیں چلی۔

علی الزینبی: ان کی والدہ سیدہ زینب دختر علی مرتضیٰ ہیں

اسمٰعیل زاہد: متوفی ۱۲۵ھ ابن ماجہ میں ان سے روایت ہے

محمد: شہید کربلا، ان کی والدہ خوصا بنت حفصہ ہیں

عدی: شہید کربلا

عون: شہید کربلا، انکی والدہ جمانہ بنت مسیب از بنی فزارہ ہیں۔

محمد ادریس رئیس — اسحاق الاشرف — محمد — جعفر — قاسم

محمد ادریس رئیس: ابراہیم — جعفر السید نسل کثیر باقی ہے اور بنو جعفر کہلاتے ہیں

اسحاق الاشرف: نسل کثیر باقی ہے

محمد: نسل گم

جعفر: نسل گم

قاسم: ان کی والدہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں قاسم اور امام جعفر صادق خالہ زاد بھائی ہیں

(ج) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس امام ہادی انام ابوالائمۃ العظام کے محاسن و فضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو انشاءاللہ تعالیٰ ان کی سیرت پر ایک علحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس و سلمان پارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ہے کہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک ۱۰ سال کی تھی۔

حضور کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں شجاعت اور فصل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے۔ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا علیہا السلام کے زوج اور حسن و حسین علیہما السلام کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ۱۸ ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ خلیفہ ہوئے اور بامداد جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے

امام حسنؑ و امام حسینؑ کے علاوہ دیگر ازواج سے ، ان کے سولہ فرزند تھے ۔

زخم کہ جس پر شہادت ہوئی ، کثیر بن عمرو السکونی نے جو شاہانِ ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا ، نے بتایا کہ زخم
ام دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے ۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں :

قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَ الْاَقْدَارُ غَالِبَةٌ — هَدَمْتَ وَيْلَكَ لِلْاِسْلَامِ اَرْكَانَا

ابن ملجم سے کہتا اگر میں جانتا ہوں اگر تقدیر سب پر غالب ہے — کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا

قَتَلْتَ اَفْضَلَ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى قَدَمٍ — وَاَوَّلَ النَّاسِ اِسْلَامًا وَ اِيْمَانَا

وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا — اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول

وَ اَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ بِمَا — سَنَّ رَسُوْلُنَا شَرْعًا وَ تِبْيَانَا

اور قرآن اور سنت کے جاننے میں سب سے اعلم — تھا تو نے اُسے قتل کیا ہے

صِهْرُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرُهُ — اَضْحَتْ مَنَاقِبُهُ نُوْرًا وَ بُرْهَانَا

وہ دامادِ نبی اور ان کا دوست اور ناصر تھا — جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں

وَكَانَ مِنْهُ عَلٰى رَغْمِ الْحَسُوْدِ لَهٗ — مَا كَانَ هَارُوْنُ مِنْ مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَا

جو علی رغم حسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا تھا — جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام

وَكَانَ فِي الْحَرْبِ سَيْفًا صَارِمًا ذَكَرًا — لَيْثًا اِذَا لَقِيَ اَقْرَانٌ اَقْرَانَا

جو لڑائی میں شمشیر برندہ اور دلیر شیر تھا — جب خوب گھمسان کا رن پڑ جاتا ہو

ذَكَرْتُ قَاتِلَهٗ وَ الدَّمْعُ مُنْحَدِرًا — فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانَا

میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں — اے خدا ! تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے

اِنِّيْ لَاَحْسِبُهٗ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ — يَخْشَى الْمَعَادَ وَلٰكِنْ كَانَ شَيْطَانَا

میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ یہ وہ بشر نہیں — جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ تو شیطان ہے

اَشْقٰى مُرَادًا اِذَا عُدَّتْ قَبَائِلُهَا — وَ اَخْسَرَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مِيْزَانَا

اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت — اور میزان اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْاُوْلَى الَّتِيْ جَلَبَتْ — عَلٰى ثَمُوْدَ بِاَرْضِ الْحَجَرِ خُسْرَانَا

وہ تو عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح کے ناقہ کو مارا — اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا

كَاَنَّهٗ لَمْ يُرِدْ قَصْدًا بِضَرْبَتِهٖ — اِلَّا لِيَصْلٰى عَذَابَ الْخُلْدِ نِيْرَانَا

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی پر وار کرنے سے — اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے

حضرت علی و جعفر و عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آں حضرت بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے، فرمایا:

میں نے قمیص اس لیے دیا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو حُلّہ جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنیوالا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

۱- ۱۸ بیٹے اور ۱۸ بیٹیاں تھیں۔

۲- ۱۹ بیٹے تھے جن میں سے چھ والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی ۱۳ میں سے چھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت صرف ۵ بیٹوں امام حسنؓ، امام حسینؓ، محمدؒ حنفیہ، عباسؓ، عمر اطرافؓ کی نسل موجود ہے۔[۱]

۳- ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے:

نام اهلیه	بیٹے	بیٹیاں
۱- سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حسن و حسین[۲]	زینب ۔ کلثوم
۲- ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن)	عمر ۔ عباس ۔ جعفر عبیداللہ ۔ عثمان	۔
۳ لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبیداللہ ۔ ابوبکر	۔
۴- اسما بنت الخثعمیہ	عون ۔ یحییٰ	۔
۵- امامہ بنت ابو العاص (از بطن سیدہ زینب)	محمد ۔ اوسط	۔
۶- خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد اکبر	۔
۷- ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	۔	ام الحسن ۔ رملۃ الکبریٰ
۸- ام حبیبہ بنت ربیعۃ الثعلبیہ	عمر	رقیہ
۹- محیاۃ بنت امراء القیس الکلبی	۔	حارثہ

[۱] عمدۃ الطالب فی نسل ابی طالب

[۲] ایک تیسرے فرزند محسن کا نام کتب لاریوفی اسماء صحابیں سے ہو ابو موسیٰ نے لکھا ہے علامہ ذہبی کہتے ہیں، تفرد بذکرہ ابو اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی۔

دخترانِ جواری: امّ ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام کرام، ام سلمہ، جمانہ، نفیسہ، امّ جعفر[1]

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کیا گیا ہے۔ اولادِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے:

عباس بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

میدانِ کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے ۳۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے[2] اولاد یہ ہے:

عباس علمبردار
عبداللہ
حسن

عبیداللہ (قاضی الحرمین)
عبداللہ
ہارون — ولد بنو ہارون کے نام سے مشہور۔ ۔۔۔ پائی جاتی ہے
داؤد الاکبر — ان کی اولاد بنو ۔۔۔ کے نام سے مشہور، ۔۔۔ میں پائی جاتی ہے

عباس الفقیہ
شاعر اور ہارون رشید کا مقرّب تھا چار بیٹوں سے نسل جاری ہے بعض نساب کہتے ہیں کہ صرف عبیداللہ ابن عباس الفقیہ کی نسل سمرقند میں رہ گئی ہے

حمزۃ الاکبر
ابوالقاسم کنیت اس کا چہرہ حضرت علی سے مشابہ تھا ہارون نے اسے لاکھ روپیہ دیا
علی
محمد
نسل جاری ہے

ابراہیم جردقہ
ادیب و فقیہ و امام تھے
حسن — جعفر — فضل — نسل جاری ہے
محمد
علی — عباس الاکبر — چار فرزندوں سے نسل جاری ہے
ہر ایک کی اولاد مصر میں ہے

فضل
محمد
ابوالفضل الشاعر
نسل جاری ہے

عمر الاطرف ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عباس علمبردار کے برادرِ حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا، ۔۔ سال کی عمر میں وفات پائی بعض کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیرؓ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے۔

---

[1] جزو السادس الکتاب الطبری ص ۔۔ وغیرہ

[2] قاتلوں کے نام زید بن رقاد الجنبی اور حکیم بن الطفیل سنبسی ہیں فقط۔

عمر اطرف

محمد

عبداللہ — عبیداللہ — عمر زبیر ازبطن خدیجہ بنت امام زین العابدین — جعفر (زبطن ام ولد)

احمد — محمد — عیسیٰ اکبر — عیسیٰ صالح

محمد: قاسم ملقب ملک طالقان

سب کی نسل جاری ہے اور قاسم بن محمد کی نسل ملتان میں پائی جاتی ہے جہاں انھوں نے حکومت بھی کی ہے

عبیداللہ: طیب — علی: بغداد اور نواحی میں نسل موجود ہے

عمر: ابومحمد اسمٰعیل: ان کی نسل کثیر بلخ و خراسان میں ہے

جعفر: ابوالحسن ابراہیم

حضرت عباس علمدار کے باقی تین بھائی جعفر، عبیداللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے تھے

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن لُجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملیں۔ محمد بن علی ۲۱ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علیؓ کی آنکھیں ہیں اور میں علیؓ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی مرتضیٰ کوہ رضویٰ پر رہتے ہیں۔ شیر و پلنگ ان کے پہرہ دار ہیں، شہد اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ کی اولاد کی تعداد ۲۴ ہے جن میں سے ۱۴ نرینہ فرزند تھے تین سے نسل جاری ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

محمد بن علی مرتضیٰ

ابوہاشم — عبداللہ

جعفر: یوم الحرہ کو شہید ہوئے تھے ان کی اولاد کثیر موجود ہے

علی: نسل کثیر موجود ہے — ابومحمد حسن، ان کو کیسانیہ امام تسلیم کرتا ہے — علی: نسل کثیر موجود ہے
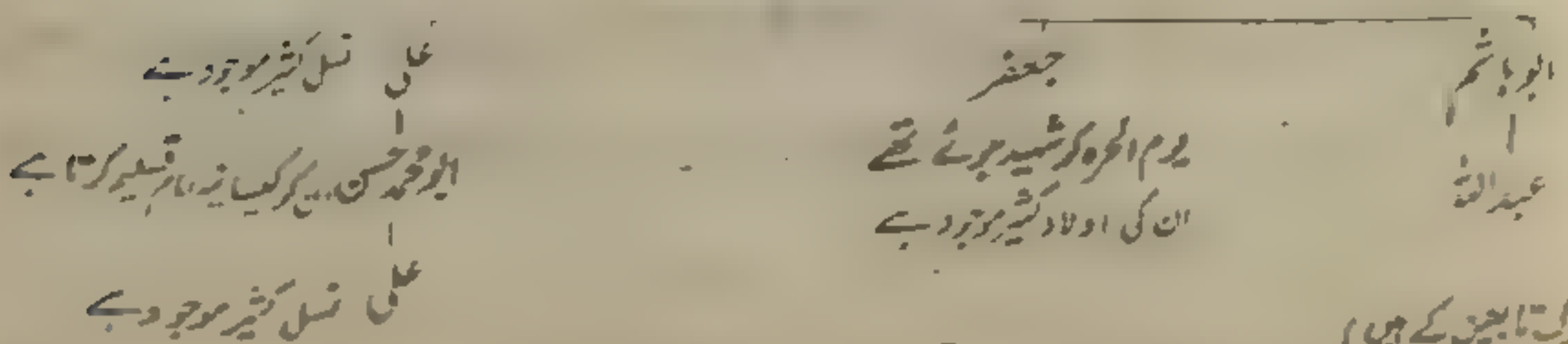
بزرگ تابعین کے ہیں۔

؎ ینبع کے قریب ایک پہاڑ ہے، سے کوہ رضویٰ کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ و عون و یحییٰ و عمر (فرزند حبیبہ) کے حالات نہیں ملے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد کو علوی بھی کہتے ہیں۔

(د) ام ہانیؓ دختِ ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابوطالب کی سب اولاد۔ طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی دوہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاختہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانیؔ، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اُس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔ ہبیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے:

لعمرك ما وليت ظهري محمداً ۔۔۔ واصحابه جبنا ولاخيفة القتل

ولكنني قلبت امري فلم اجد ۔۔۔ لسيفي غناء ان ضربت ولا نبل

وقفت فلما خفت ضيعة موقفي ۔۔۔ رجعت لعود كالهزبر الى الشبل

ترجمہ

سچ سمجھو تو میں نے محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کے سامنے سے بوجہ نامردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی بلکہ میں نے دیکھ کر میرا کام لٹ گیا دریری تلوار، میرا نیزہ، اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی کھو رہا ہے، تب لوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر بچے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔

(ھ) جمانہؓ دخت ابی طالب

والدِ ابی طالب میں جمانہ کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیداوار خیبر میں سے تیس وسق خرما جمانہ دخت ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔

اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ وہ خلعتِ اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہُوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حمزہ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر المومنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطاب ہیں سنہ نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصرِ اسلام رہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر رضاعی بھی تھے یعنی ہر دو نے ثوبیہ کا دُودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے جنگ بدر میں نہایت شجاعت و مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ اُحد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا شہید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداً کا خطاب عطا فرمایا۔ اُن کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

رحمك الله ای عم فلقد كنت	چچا، خدا تم پر رحم کرے، تم قربت کا حق خوب ادا کرنے
وصولًا للرحم فعولًا للخيرات۔	اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوہگین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شریفؓ یا عبداللہ بن رواحہ نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بكت عينى وحق بها بكاء	وما يغنى البكاء ولا العويل
میری آنکھ روتی ہے یہ رونا ٹھیک بھی ہے	گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں
على اسد الاله غداة قالوا	لحمزة ذاكم الرجل القتيل
رونا اس شیرِ خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی	کہ حمزہ مرے پڑے ہیں
اصيب المسلمون به جميعا	هناك وقد اصيب به الرسول
سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا	حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی
ابا يعلى لك الاركان هدت	وانت الماجد البر الوصول
ابو یعلیٰ حمزہ گو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے	اور نیکی سے بھلائی کرنے والے و قرابتیوں سے احسان کرتے تھے

عَلَيْكَ سَلامُ رَبِّكَ فِيْ جِنَانٍ ‏ ‏ ‏ ‏ يخالطها نعيم لا يزولُ

حمزہ پر خدا کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ‏ ‏ ‏ ‏ ہیں جہاں کی نعمتوں کو زوال نہیں

الا یا ہاشم الاخیار صَبْرًا ‏ ‏ ‏ ‏ فکلّ فعالکم حَسَنٌ جمیلُ

آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ‏ ‏ ‏ ‏ ان کے کام تو سبھی اچھے ہوا کرتے ہیں

رسول اللہ مصطبر کریم ‏ ‏ ‏ ‏ بِاَمْرِ اللّٰہِ یَنْطِقُ اِذْ یَقُوْلُ

برگزیدہ رسولِ خدا سراپا صبر ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ وہ جب بولتے ہیں تو حکم خدا سے بولتے ہیں

الا من مبلغ عنّی لَوَیًّا ‏ ‏ ‏ ‏ فبعد الیوم دائمۃ تدولُ

کوئی ہے جو قریش سے جاکر کہہ دے ‏ ‏ ‏ ‏ کہ آج کے بعد تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا

وقبل الیوم ماعرفوا اذاقو ‏ ‏ ‏ ‏ وقایعنا بہا یشقی الخلیلُ

ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے

نسیتم ضربنا بقلیب بدر ‏ ‏ ‏ ‏ غداۃ اتاکم الموت العجیلُ

وہ بدر کا کنواں وہ مار ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ناگہانی موت تم آج بھول گئے

غداۃ ثوی ابوجہل صریعًا ‏ ‏ ‏ ‏ علیہ الطیر حائمۃ تجولُ

جب ابوجہل چاروں شانے چت گرا پڑا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے

وعتبۃ وابنہ خیرا جمیعا ‏ ‏ ‏ ‏ وشیبۃ عضہ السیف السقیلُ

اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی ‏ ‏ ‏ ‏ اسی طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی تکا بوٹی کر دی تھی

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے۔ مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں، ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا، اس کے ایک بیٹی ایک بہن تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو نصفا نصف ورثہ دلایا تھا۔

امامہ وہی ہے جن کے حقِ حضانت کی بابت حضرت زید اور جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید کہتے تھے، حمزہ مواخات میں میرے بھائی تھے۔ اس لیے لڑکی پرورش کے لیے مجھے ملنی چاہیئے۔

حضرت علی کہتے تھے لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مکہ سے مدینہ تک [illegible] سفر کیا ہے۔

حضرت جعفر طیار کہتے تھے کہ لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے، اور صحیح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہ کے فرزند سلمہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطّلب

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا جب نبی صلعم بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا۔ لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگِ بدر سے ۷ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا تین دن تک اس کا جثہ سڑتا رہا، لیکن جب بڑا ندھ سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اُس کی لاش کو لمبی لمبی بلیوں سے چارپائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اُوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جثہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَ الحِجَارَۃُ دونوں کا لقمہ یک ہی وقت میں نار کو مِل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو بحالتِ کفر بُری طرح تباہ ہُوئے اور دو عتبہ اور معتب عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگِ حنین میں ہمرکابِ نبوی صلعم حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معتب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔

درہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطّلب کے نکاح میں آئی۔ عتبہ اور ولید اور ابو مسلم درہ ہی کے بطن سے ہیں۔ درہ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

انه سئل ای الناس خیر فقال	لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی صلعم نے اس سوال کے جواب میں فرمایا
اتقاھم اللہ و امرھم بالمعروف و	وہ جسے خدا کا تقویٰ زیادہ ہو جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا
انھاھم عن المنکر و اوصلھم لرحمه	بُرے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی درہ بنت ابی لہب سے مروی ہے:

لایؤذی حی بمیت	کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جا سکتی۔

عبّاس بن عبدالمطّلب عمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال آگے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں، جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا۔

حضرت عباس جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنی

تو مشہور ہی ہیں: بیاؤ لگوانا، مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہ لا سکتا تھا۔[1]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے۔ ان کی مشک بندی زور سے کردی گئی تھی جس کی تکلیف سے وہ ہائے پکار کرتے تھے۔

یہ آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمع مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے اُدھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور نے نہ سُنی۔ فرمایا عباس کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس قدیم الاسلام تھے، لیکن انھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل و نوفل برادر زادوں اور حارث برادر خود کا فدیہ انھوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس برابر ملتزم رکاب نبویؐ رہے۔

اسلام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے ھذا عمی و صنو ابی (یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں)۔

حضرت عباس جواد و مطعم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر و صاحب دعائے مستجاب تھے۔

انھوں نے ۱۲ رجب یا رمضان، ۳۲ھ میں بعمر ۸۸ سال وفات پائی حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں:

فضلؓ، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثمؓ، عبدالرحمن، ام حبیب دختر، یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عونؓ بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمامؓ و کثیرؓ ایک اور ماں سے اور حارثؓ ایک اور ماں سے ہیں۔

۱۔ فضل بن عباس سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابوالفضل اور ان کی ماں لبابۃ الصغریٰ کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے۔ اور غسل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل تھے اور

[1] الاستیعاب

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔

خلافت صدیقی ۱۳ھ یا فاروقی ۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی اُم کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اوّل امام حسنؓ کے ساتھ پھر ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ نے ان سے روایت کی ہے۔

۲۔ عبداللہ بن عباس حضرت عباس کے فرزندوں میں سب سے زیادہ مشہور، حبر الامت اور ربی الامت کے لقب سے ملقب ہیں۔ ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الحکمة وتاویل القرآن ایک حدیث میں الفاظ دعائے نبوی صلعم یہ ہیں: اللّٰھم بارك فیه وانشر منه واجعله من عبادك الصالحین۔

مسروق کہتے ہیں ابن عباس کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل وصفین ونہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں مع اپنے فرزندان حسن وحسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار ہیں:

ان یاخذ اللہ من عینی نورھما　　ففی لسانی وقلبی منھما نور

قلبی ذکیٌّ وعقلی غیر ذی دخل　　وفی فمی صارم کالسیف ماثور

علوم شعر وانساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث وفقہ وتفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس نے ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد احادیث کی روایت کی ہے[1]۔ خلفائے بغداد جن کی حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک رہی انہی کی نسل سے تھے۔ عالی جناب والا دودمان نواب صاحب بہاولپور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

۳۔ عبیداللہ بن عباس۔ یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم یمن بنایا تھا۔ اور ۳۶ھ و ۳۷ھ میں یعنی دو سال تک حضرت علی مرتضیٰ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ اجود الناس مشہور تھے۔

۴۔ معبد عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور ۳۵ھ میں بعہد خلافت عثمان غنی ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

۵۔ قثم بن عباس۔ عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ میں عبیداللہ اور قثم کھیل رہے تھے۔ نبی صلعم وہاں سے گزرے

---

[1] کتاب الفصل جلد ۴ لابن حزم صفحہ ۱۳۸

مجھے آگے اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کو اپنے عہدِ خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ قثم، سعید بن عثمان غنی کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے، وہیں شہید ہوئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

کم صارخ بك مکروب وصارخة یدعوك یا قثم الخیرات یا قثم

بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں قثم سخی قثم کو پکارا کرتے ہیں

سب سے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی الگ ہوئے تھے یعنی لحد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

۶۔ کثیر، وفات نبوی سے چند ماہ پیشتر سنہ ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہہ ذکی و فاضل تھے۔ ان کی اولاد مدینہ میں رہتی تھیں۔

۷۔ تمام، کثیر کے مادر زاد بھائی، اولادِ عباس میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علیؓ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

۸۔ عبد الرحمن، عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹۔ ام حبیب، دختر عباسؓ کا نکاح اسود بن سفیان عبد الاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان، ام المومنین ام سلمہؓ کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۴ سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ حلف الفضول کے قیام میں انھوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ ان کا ایک فرزند عبد اللہ، اور دو لڑکیاں ضباعہ و ام حکیم صحابی ہیں۔

عبد اللہ ابن زبیرؓ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ اجنادین میں جو بعہدِ خلافت صدیق ہوا، شہید ہوئے تھے ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر

۱۔ انسان العیون جلد اول ص ۱۳۵ ۔ ۲۔ حلف الفضول دیکھو کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ

۳۔ طبقات کبیر جلد اول ۔ ۴۔ الاستیعاب

لتا ہوا تھا جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انھوں نے جان بحق جاں آفریں دی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابن عمی وحبی (میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا) فرمایا کرتے تھے۔

عمّات النبی صلی اللہ علیہ وسلّم

ام حکیم[1] بیضا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

حضرت عبداللہ و ابو طالب و زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والیِ خراسان بنایا تھا۔

ام حکیم کی دختر اروی ہیں۔ جو عثمان ذوالنورین کی والدہ ہیں[1]۔

امیمہ[2] عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المومنین زینب اور ام حبیبہ اور حمنہ دختران اور عبداللہ بن جحش ان کے پسر ہیں۔

ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف ہیں۔

حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ سے ہوا۔ اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے۔ جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جحش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

عاتکہ[3] عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

انھوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا۔ کافروں نے یہ خواب سن تو خوب ہنسی اڑائی۔ اور اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ ابو قبیس سے ایک پتھر اٹھایا ہے اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا۔ البتہ بنو زہرہ بچے رہے[4]۔ عاتکہ بھی مہاجرہ ہے۔

---

[1] زرقانی و استیعاب [2] استیعاب ص ۷۲۲۔ بنو زہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔

صفیہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا وہ مرگیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا عوام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادرِ حقیقی تھے اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی حضرت زبیر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھپھیرے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اور جنگ یمامہ میں سرد ازما ہوئے تھے۔

صفیہ حضرت حمزہ کی حقیقی بہن ہیں انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انھوں نے اپنی قوتِ ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

برّہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارھواں ہے۔ ابوسلمہ کا حال ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے

اروی عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد اور ابن القیم نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اروی خاتون نے کہا:

ان احق من وازرت وعضدت ابن	تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد
خالک لو کنا نقدر علی ما یقدر	کا حق دار ہے بخدا اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم
علیہ الرجال لمنعناہ وذببنا عنہ	اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔

اروی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے۔

الا یا رسول اللہ کنت رجائنا   وکنت بنا براً ولم تک جافیا

کأن علی قلبی لذکر محمد   وما جمعت من النبی المحاذیا[1]

اروی کا نکاح عُمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ اُن کے فرزند طُلَیب قدیم الاسلام تھے ان کا شمار مہاجرین اوّلین میں ہے۔ انھوں نے اوّل ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طُلیب پہلے شخص تھے جنھوں نے راہِ خدا میں خون بہایا بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص ہیں۔ جنگ بدر میں حاضر ہوئے واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے، اولاد نہیں چھوڑی۔

عبداللہ والد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ اُسے دس فرزند عطا فرمائیگا۔ تو وہ ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے، تب انھوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کے نام قرعہ نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃِ الٰہی کے لیے قربان ہونا منظور کرلیا لیکن ابو طالب نے اپنے برادرِ شفیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا۔

کلا ورب البیت ذی الانصاب   ما ذبح عبداللہ بالتلعاب

یا شیب ان الریح ذوعقاب   ان لنا جرد فی الخطاب

احوال صدق کاسود الغاب[2]

حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

یَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عبد المطلب   وذبحہ ابنًا کتمثال الذھب

کَلاَّ وبَیْتُ اللہ مستور الحجب   ما ذبح عبد اللہ فینا باللعب[3]

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے، اتنے اونٹ قربانی کردینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا، پھر بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھتے گئے۔ ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کردی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا، اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کردیے۔

---

[1] [2] [3] سیرت مولوی کرامت علی دہلوی

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر، ایران، چین اور افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔[1]

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خاص خدائے پاک کے لیے مانی تھی کسی دیوتا یا بُت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتہً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو، اور اس شوق میں مامور و غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا، عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا، اور عبداللہ کو بھی بچایا

اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی۔ گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعتِ پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں دہ چند ترقی ہو جانے سے وارداتِ قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہو گئی ہو گی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یُمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بیشک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمین بننا تھا۔ اس کے آبائے کرام کا بھی بنی نوعِ انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

سردار عبداللہ کی عفتِ نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرائطی و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مر الخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنا دیا:[2]

اما الحرام فالممات دونه   والحِلُّ لا حل فاستبینه
فکیف بالامر الذی تبغینه   یحمی الکریم عرضه ودینه

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

---

[1] نیپال و برما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے، اندرون افریقہ میں بھی غالباً موجود ہے۔ (محمد سلیمان)

[2] خصائص الکبریٰ جلد ۱، صفحہ ۴۴ ترجمہ: فعل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بیشک پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے امور ضروری ہے، تم مجھے بلاتی ہو، مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے اسماء پر نظر کرو۔ اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا۔ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن وامان کی گھٹی ملی ہو۔ کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی صلعم ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

سیدہ آمنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا وہیب کی حفاظت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سردار و مطاع تھا۔

سیدہ آمنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

باپ تھا	ماں تھی	
وہب	برہ	اب۔ عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی سلسلۂ آبائے نبوی ام۔ ام حبیبؓ بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ″ ″
عبدمناف	قیلہ	اب۔ وجزؓ بن غالب بن حارث (من الخزاعہ) ام۔ سلمیٰؓ بنت لؤی بن غالب سلسلۂ آبائے نبوی
زہرہ	جمل	اب۔ مالک بن قصیہ بن سعد بن ملیح (من الخزاعہ) ام۔ . . . .
کلاب	فاطمہ	اب۔ سعد بن سیل (من الازد) ام۔ طریفہ بنت قیس۔

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برابر شفیق تھے۔

سیدہ آمنہ شادی کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت دار نورِ نبوی (محمدی) بن گئی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کیا مگر چند روز

ف ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف نانی قتیلہ بنت الحارث، پرنانی امیمہ بنت مالک، پرنانی کی ماں دبت بنت ثعلبہ، پرنانی کی نانی عاتکہ بنت [illegible] یہ عوف بن قصی ہے۔ ۲ سعد ؓ وجز کی ماں حامد بنت واہب نانی امیمہ بنت قیس بن ربیعہ پرنانی [illegible] بنت عبید ہے۔ ۳ سلمیٰ کی ماں عادیہ بنت کعب بن القین ہے۔

کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گر پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔[1]

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ پیٹ کے بچے کا نام احمد رکھنا۔ چنانچہ ماں نے آں حضرت کا نام احمد رکھا، اور دادا نے محمد تجویز کیا۔ پس محمد و احمد[2] دونوں مبارک نام حضور کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہوگیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آں حضرت کو گود میں لینے سے اس لیے تامّل کیا کہ حضور یتیم بچے ہیں، تو سیدہ نے فرمایا تھا:

یا ظئیر سلی عن ابنك فانه سیکون له شان۔	اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔

حلیمہ بچے کو لے کر چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

أُعِيذُ بِاللّٰهِ ذِی الجلال ... من شر ما مر علی الجبال
حتی اراه حامل الحلال ... ویفعل العرف الی الموالی
وغیرهم من حشوة الرجال[3]

دو سال کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی حلیمہ حضور کو مکہ میں لائیں۔ اس وقت مکہ میں وبائی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور کو پھر واپس بھیج دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حق روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا، اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ ننھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن[4] لونڈی بھی ساتھ

---

[1] ابن سعد۔ [2] ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی مرتضیٰ سے سنا کہ انھوں نے نبی صلعم سے سنا کہ حضور فرماتے تھے: "سمیت احمد" یہ روایت مرفوع ہے۔ [3] ترجمہ: میں اپنے بچے کو خدا ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے تخت پر سوار دیکھوں اور دیکھوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔

[4] ام ایمن برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن النعمان سردار عبد اللہ کی لونڈی خادمہ تھیں، نبی صلعم کو ورثہ میں ملیں۔ نبی صلعم ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے امی بعد امی، اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ان کا پہلا نکاح عبید الحبشی سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوا۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا جس سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کو ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرأت کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید سے نبی صلعم بہت محبت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔

تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ۴۰ سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا بچے اسے اڑایا کرتے تھے اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی۔

سیدہ آمنہؓ ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئیں تو مقام ابواء پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا۔ اپنا کام کر گیا۔ اور یہ پیکرِ محبت پھر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تربیت میں پدر و مادر (ہر دو) کے بارِ منت سے سبکدوش رہے۔

سیدہ آمنہؓ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں:۔

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم — وجاور لحدا خارجا فی الغمه غیم

دعته المنایا دعوة فاجابها — وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم

عشیة راحوا یحملون سریرہ — تعاورہ اصحابه فی التراحم

فان یك غالته المنایا وریبها — فقد كان معطاء كثير التراحم[1]

فصل دوم

آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندانِ نرینہ بھی اور دختران طاہرہ چار ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ قاسم علیہ السلام

پہلے مولود ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں خدیجہ طاہرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد جلد اول ترجمہ: ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا وہ عدم میں بہادروں کی ہمنشینی کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کہ موت نے اس کا مثیل بھی دنیا میں کوئی نہ چھوڑا۔ اس کے دوست شام کے وقت اس کی نعش اٹھائے چلے اور ازراہِ محبت وہ تربت بہ تربت کاندھا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے۔ گو موت نے اسے ہم سے دور کر دیا مگر اس میں تو شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔

کو راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" انہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا کرتے کہ کوئی شخص حضور کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے
بعض نے اس نہی کو زمان نبوی سے مختص قرار دیا ہے۔

۲۔ عبد اللہ علیہ السلام

انہی کا لقب طیب و طاہر ہے۔[1] مکہ معظمہ میں بعثت نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورۂ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور ۴۵ - ۱۷ حضور ہی کی ثنا میں ہے "میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا پس سارے لوگ ابد الآباد تیری ستائش کریں گے" زبور ۷۲ - ۱۷ بھی حضور کی شان میں ہے: "اس کا نام ابد تک باقی رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا، اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی" زبور ۷۲ - ۱۵ بھی حضور ہی کی شان میں ہے: "اس کے حق میں سدا دعا ہوگی۔ ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔"

یہ بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مبین کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا۔ جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا۔ لیکن حضور کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان و تکبیر تشہد و صلوٰۃ، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

۳۔ ابراہیم علیہ السلام

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابو رافع[2] نے جو سلمیٰ دایہ کا شوہر تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچائی تھی۔ حضور نے اسے ایک غلام عطا فرمایا، اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمٰن کے نام پر "ابراہیم" رکھا۔ ام بردہ بنت المنذر بن زید انصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں ان کو دودھ پلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔

---

[1] یہ ذاتی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب "طیب" نبی صلعم کی جانب سے تھا، اور لقب "طاہر" سیدہ خدیجہؓ کی جانب سے۔ (مصنف)

[2] نبی صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سلمیٰ سیدہ صفیہ مادر زبیر رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ سیدہ فاطمہ بتول کے تمام بچوں کی دایہ بھی یہی ہیں۔ سیدہ بتول کے غسل میں بھی مع اسماء بنت عمیس شامل تھیں۔ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

سیدنا ابراہیمؑ کے بھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حوریں فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کو خلدِ بریں جا سدھارے۔ نبی صلی علیہ وآلہ وسلم نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضور نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا:

یا ابراهیم لا نغنی عنك من الله شیئا

ابراہیم حکمِ حق کے سامنے ہم تیرے کس کام آ سکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

لولا انه اَمرٌ حق ووَعدٌ صدق
واَنّ اخرنا سَیَلحَق اَوّلنا لحَزِنّا
عَلَیکَ حزنا هو اشد من هذا وانا بك
یا ابراهیم لمحزونون تَبکی العین و
یحزنُ القلب ولا نقول ما یسخط الربّ

ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے، دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔

اتفاق یہ ہوا کہ جس روز سیدنا ابراہیمؓ کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔[1] قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے، اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیمؓ کی موت سے گہنا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنا تو یہ خطبہ دیا:

اِنَّ الشَّمسَ وَالقَمَرَ لَا یَخسِفَانِ لِمَوتِ
اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰکِنَّهُمَا اٰیَتَانِ مِن
اٰیَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَیتُمُوهَا فَصَلُّوا[2]

سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

قَد کَانَ مَلَاءَ مَهدَهٗ وَلَو بَقِیَ لَکَانَ
نَبِیًّا وَلٰکِن لَم یَکُن یَبقٰی لِاَنَّ نَبِیَّکُم
اٰخِرُ الاَنبِیَاءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ۔

ابراہیم سے گہوارہ ابھرا ابھرا نظر آتا تھا، اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ مگر زندہ کیسے رہتا، ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں۔

ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں:

مَاتَ وَهُوَ صَغِیرٌ وَلَو قُدِّرَ اَن یَکُونَ
بَعدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ نَبِیٌّ
عَاشَ وَلٰکِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وسلم

وہ بچپن ہی میں مرگیا۔ اگر تقدیر میں یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضور صلعم کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری عن المغیرہ کتاب الکسوف

[2] صحیح بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الکسوف

سیدنا ابراہیمؑ کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے ہم عصر شاہِ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم عصر شاہِ مصر نے ماریہ خاتون کو خدمت نبویؐ میں بھیجا۔ اِس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہم عہد بُت پرست و جبار تھا اور نبی صلعم کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگانِ مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی: "بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں ملکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ[1] کھڑی ہے" زبور ۴۵ - ۹ نیز یہ بشارت پوری ہوئی "ترشیس[2] اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے گزرانیں گے" زبور ۷۲ - ۱۰ -

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ واقدی اور ابن سعد نے ولادت ابراہیم ۸ھ اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ تحریر کی ہے، اس پران کا بھی اتفاق ہے کہ یومِ وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علیٰ ہٰذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ یہ صحیح صرف اس قدر ہے کہ ۱۰ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں ۱۰ھ ہجری کے ساتھ تاریخ ۲۸ یا ۲۹ غالباً بتائی ہے، مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسوف کو اٰیَةٌ مِّنَ الْاٰیَاتِ فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ ازبرائے تصحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو ۱۰ھ کا سورج گرہن ۲۹ شوال بروز دوشنبہ مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۲ء ثابت ہوا۔ انڈین کرونالج اور انڈین ایفے مارکننگھم اور انڈین کلینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز ۲۰ شوال تھی، عرب کے حساب سے ۲۹ ہو سکتی ہے اور اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ کے ص ۱۰ پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات ۲۹ شوال ۱۰ھ محقق ہو گئی تو امام بخاریؒ کی روایت عن عائشہ صدیقہؓ اور مسند امام احمد کی روایت عن جابرؓ پر بھی غور کر لینا چاہیئے۔ صحیح بخاری میں عمر ۱۷ یا ۱۸ ماہ اور مسند میں پورے ۱۰ ماہ بیان کی گئی ہے پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیئے۔ ۱۰ ماہ پہلے کے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاولیٰ ۹ھ آئے گا یہی مہینہ ولادت سید ابراہیمؑ کا ہوا۔ اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے، جو سیدنا ابراہیمؑ کی عمر اور تاریخ ولادت اور تاریخ وفات سے متعلق ہیں۔

---

[1] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیئے یہ "ملک یمین" کا ترجمہ ہے۔ سب مورخین ماریہ خاتون کو ملک یمین بتاتے ہیں پیشین گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا نام ملک یمین کی شان میں ہو گا۔

[2] ترشیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے سبا سے ملک یمن کی آبادقومیں اور سیبا سے ملک مصر کی آبادقومیں مراد ہیں۔ غور کرو ان سب کا اجتماع نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی پر ہوتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول اُن کے سامنے ہوا تھا۔ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیمؑ کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیمؑ کی وفات پر منصب نبوۃ کی شان کو بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے بچہ کو گود میں۔ تھا یہ تو لَا نُغْنِیْ عَنْكَ شَيْئًا[2] کی کیسی زبردست تعلیم توحید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امرِ صدق، وعدۂ حق اور الحاق آخر با اول کی فرماتے ہیں۔ پھر دلی رنج اور رضائے الٰہی کا ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت و قوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدۂ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غمِ فرزند پر غالب آجاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں جب عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غمزدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں (وللہ حجۃ البالغہ)۔

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں، جس سے ۲۳ سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ عہدِ نبوت میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہو۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی جس میں صلوٰۃ کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں:

جدول[3] کسوف شمس بست و سہ سالہ عہد نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
۱	۹	۴	۶۰۹	۲۸	۴	۴۰ میلاد نبوی
۲	۲۳	۷	۶۱۳	۲۹	۹	۴۴ "
۳	۲۱	۵	۶۱۶	۲۸	۸	۴۷ "

[1] لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبداللہ اور وفات ابراہیم کے درمیانی زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی، عروج و اشاعت ہوئی۔ یہ بھی غور کرو کہ زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا تم و اکمل ہوا انشاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔ [2] اے ابراہیم ہم تیرے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ [3] یہ جدول برادر بجان برابر قاضی عبدالرحمن سلمان نے تیار کیا ہے۔ نقشہ جات واقعات عظیمہ و ابتدائے سنین و شہور جو آخر کتاب میں ہیں کی تصحیح بھی انھوں نے کی ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیر۔ برادر موصوف قریباً ۲۰ سال سے ہر سال نقشہ افطار صوم و اختتام سحری مرتب کر کے چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں۔ یہ نقشہ سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
۴	۱۴	۱۱	۶۱۶	۲۹	۲	۴۸ میلاد نبوی
۵	۴	۱۱	۶۱۷	۲۹	۲	۴۹ "
۶	۳۱	۳	۶۱۸	۲۹	۷	۴۹ "
۷	۲۴	۱۰	۶۱۹	۲۹	۲	۵۰ "
۸	۹	۳	۶۲۰	۲۸	۷	۵۱ "
۹	۲	۹	۶۲۰	۲۹	۱	۵۲ "
۱۰	۲۷	۱۲	۶۲۳	۲۸	۶	۲ ھ
۱۱	۱۵	۱۲	۶۲۴	۲۹	۶	۳ "
۱۲	۲۶	۱۰	۶۲۶	۲۹	۵	۵ "
۱۳	۲۱	۴	۶۲۷	۲۹	۱۱	۵ "
۱۴	۱۵	۱۰	۶۲۷	۲۹	۵	۶ "
۱۵	۹	۴	۶۲۸	۲۸	۱۱	۶ "
۱۶	۳	۱۰	۶۲۸	۲۸	۵	۷ "
۱۷	۱۳	۸	۶۳۰	۲۸	۴	۹ "
۱۸	۷	۲	۶۳۱	۲۹	۱۰	۹ "
۱۹	۲۷	۱	۶۳۲	۲۸[۱]	۱۰	سنہ ۱۰ھ یوم وفات ابراہیم[۲]

(ب) بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں چار ہیں۔ چاروں خدیجۃ الکبریٰ کے بطنِ طاہرہ سے ہیں[۲] اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

۱۔ زینبؓ جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولادِ النبیؐ سے بڑی ہیں۔

۲۔ رقیہؓ جو زینبؓ سے چھوٹی ہیں۔

---

[۱] ۲۸ شوال سنہ ۱۰ھ کے بعد کوئی کسوف بحیات نبوی صلعم واقع نہیں ہوا۔

[۲] اصول کافی ص ۲۷۸ نول کشور الشیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی المتوفی شعبان سنہ ۳۲۹ ہجری۔

۳۔ ام کلثومؓ جو رقیہؓ سے چھوٹی ہیں۔

۴۔ فاطمہؓ جو ام کلثومؓ سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ۳ یا ۴ سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۳ : ۵۹) آیت بالا نے عہد نبویؐ کی مومنات کو تین اقسام پر منقسم فرمایا (۱) ازواج النبی (۲) بنات النبی (۳) نساء المومنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (۳۳ : ۵) — اُن کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی بنیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت ۵ میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اُس کے اصل باپ کے نام سے بلایا کرو۔ اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورۃ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں بتاتا جو دراصل حضورؐ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اُس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الٰہی کے سامنے قیاس انسانی کیا منزلت۔

معہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائبؒ استعمال کیا ہے لفظ بنات نہیں۔ الغرض کلام اللہ کے لفظ بَنٰتِكَ

ؒ نبی صلعم کے ربائب میں ام المؤمنین ام سلمہ کی لڑکیاں درہ، زینب۔ ام کلثوم اور ام المؤمنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں دیگر ازواج النبی میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المومنین ام سلمہ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنہ ۴ھ میں ہوا تھا۔ اور ام المومنین ام حبیبہؓ کا نکاح سنہ ۷ ہجری میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب ہونے کا درجہ سنہ ۴ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینب بنت النبی کا ذکر جنگ بدر کے (جو سنہ ۲ھ میں ہوئی) فدیہ اسیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجۃ الکبریٰ کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنات النبی کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاندان ازدواجی آتا ہے پھر ان ہر سہ بنات النبی کا انتقال حیات نبوی میں ہوا۔ مگر مذکورہ بالا ربائب ارتحال نبوی کے بعد دیر تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جن کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔ فقط

نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔

اب ہم ہر ایک بنت النبی کا جدا گانہ ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا

جب سیدہ زینب پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجہ الکبریٰؓ کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینبؓ اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہوگئی تھیں، مگر ابوالعاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینبؓ نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجۃ الکبریٰؓ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے ایام نبوت میں کافران مکہ نے ابوالعاص کو بہت اُکسایا کہ وہ زینبؓ کو طلاق دے دے، مگر اُس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی صلعم نے ابوالعاص کے اس فعل کی توصیف شکرگذاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب کو ہجرت کی اجازت دے دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت قدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب کی مزاحمت ہبار بن الاسودؓ نے نیزہ تان کر کی تھی اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی منقبت میں فرمایا ہے۔

هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِي اُصِيبَتْ فِيَّ [1] — یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لیے اسے مصیبت پہنچی

ابوالعاص کو سیدہ زینبؓ سے بہت محبت تھی، اُن کی مدح میں ابوالعاص کے یہ دو شعر ہیں: [2]

ذکرت زینب لما رکبت ارما — فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما

بنت الامین جزاها الله صالحة — وکل بعل سیثنی بالذی علما

ابوالعاص سنہ ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابوبصیر و ابو جندلؓ کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب

---

[1] ہبار بن الاسود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا مندرجہ بالا جرم معاف فرمادیا تھا۔

[2] زرقانی ج ۳ ص ۱۹۵ بروایت طحاوی وحاکم ؒ۔ مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب رہے زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں۔

سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے[1]۔ اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا۔ مگر ابو العاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابو العاص وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینبؓ کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی:

اِنِّیْ قَدْ اَجَزْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ	میں ابو العاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں

یہ آواز اس وقت سُنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی صلعم نے فرمایا لوگو! تم نے بھی کچھ سُنا، جو میں نے سُنا ہے۔ سب نے عرض کی ہاں۔ فرمایا:

اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ کَانَ حَتّٰی سَمِعْتُ مِنْہُ مَا سَمِعْتُمْ اِنَّہٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاھُمْ۔	بخدا: مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سُنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

اِیْ بُنَیَّۃُ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ وَلَا یَخْلُصَنَّ اِلَیْکِ فَاِنَّکِ لَا تَحِلِّیْنَ لَہٗ	بیٹی: ابو العاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو تُو اُسے حلال نہیں۔

سیدہ زینبؓ نے عرض کیا کہ وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ مِنَّا بِحَیْثُ عَلِمْتُمْ وَقَدْ اَصَبْتُمْ لَہٗ مَالًا وَھُوَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکُمْ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرُدُّوْا اِلَیْہِ مَالَہُ الَّذِیْ لَہٗ وَاِنْ اَبَیْتُمْ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِہٖ۔	اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ دادِ الٰہی ہے مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابو العاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے، تم تو وفی و کریم نکلے۔ تب ابو العاص نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی

---

[1] ابو بصیر قرشی تھے۔ اسلام لائے۔ قریش نے نبی صلعم سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابو جندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابو جندل کے پاس نبی صلعم کا فرمان بابت واپسی سامان ابو جندل پہنچا، تب یہ (ابو بصیر) بستر مرگ پر تھے۔ نامۂ نبوی ہاتھ میں لیا اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اسی پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابو جندل کا حال رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۲۰۲ پر ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں وہ غازیان شام میں شامل تھے۔

شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی۔ تو میں خلعتِ اسلام سے ملبس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاح قدیم ہی پر سیدہ زینبؓ کو ابوالعاص کے گھر رخصت کر دیا۔

سیدہ زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور رشیردل صحابیہ ام عطیہؓ نے بیان کی ہے۔ یہ روایت صحیحین میں موجود ہے:

ابوالعاص نے بماہ ذی الحجہ ۱۲ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرد البطحاء تھا۔

سیدہ زینبؓ کے بطن سے ایک فرزند علی ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط الرسول کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی صلعم نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی صلعم کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے۔

ہنوز عنفوانِ بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیین ہوئے[1]۔

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں[2] ہے۔ ہم نبی صلعم کی خدمت میں تھے کہ حضور کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور کو بلا رہی ہیں، اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا جاؤ لڑکی سے کہہ دو:

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ	خدا ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے
شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی	اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا۔ کہا وہ حضور کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ضرور تشریف لائیں۔ نبی صلعم چل پڑے۔ حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ حضور کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔

غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول ہی کی وفات کے متعلق ہے۔

امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی و ابوداؤد میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَھْلِیْ اِلَیَّ[3] فرمایا ہے۔

سیدہ فاطمہ بتولؓ نے علی مرتضیٰؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا پھر جب علیؓ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہؓ کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حارث عم النبی صلعم

---

[1] ماخذ الاستیعاب ہے [2] کتاب التوحید [3] اہل بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری۔

کے پوتے تھے کریں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المومنین حسنؓ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہؓ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یحییٰ نام تھا۔ یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

۲۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں جو حضورؐ کی ۳۳ سالہ عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی اَحْسَنَ زَوْجَيْنِ رَاٰهُمَا اِنْسَانٌ رُقَيَّةُ وَزَوْجُهَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہؓ و عثمانؓ ہیں)۔

---

[1] حضرت عثمانؓ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی (دیکھو نسب نامہ نبوی سلسلہ دد) ان کی نانی ام حکیم بیضا ہیں جو نبی صلعم کی پھوپھی ہیں۔ یہ ان دس میں سے ہیں جن کو نبی صلعم نے بشارت جنت نام بنام دی تھی۔ نیز ان چھ میں سے ہیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وصیت میں شایان خلافت بتایا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان (جس کا مہتم بالشان ذکر قرآن مجید میں ہے) کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی صلعم کو اطلاع ملی کہ قریش نے سفیر عثمانؓ کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی صلعم نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بنا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نظارہ کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا۔ عثمانؓ کے لیے نبیؐ کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت عثمانؓ نہایت فیاض تھے۔ اور جہاد بالمال میں سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ مدینہ میں بیر رومہ کا نصف بارہ ہزار میں پھر باقی اٹھارہ ہزار درہم میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقف کیا تھا۔ غزوہ تبوک میں ایک ہزار شتر اور ستر گھوڑے مع ساز و سامان دیے تھے نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں وہ کیمپ افسر تھے۔ لشکر غطفان کو یہود سے علٰحدہ رکھنے اور شامل نہ ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی۔ حضرت عثمانؓ شنبہ غرہ محرم ۲۴ھ کو خلیفہ اور امیر المومنین ہوئے اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کو اپنے ہی گھر میں دار الہجرۃ مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ اس وقت ۸۰ سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت علی مرتضیٰ کو مسجد نبویؐ میں پہنچی تو انھوں نے فرمایا تبا لکم آخر الدھر، اب تم پر ہمیشہ تباہی ہی آئے گی۔ علی مرتضیٰ ہی کا ارشاد ہے مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِيْنِ عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الْاِيْمَانِ (جو کوئی عثمانؓ کے دین سے بیزار ہے۔ وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔ الاستیعاب)۔

حضرت عثمانؓ کو معہ وغیرہ کے نومسلم قبائل نے شہید کیا تھا۔ اس قوم باغی نے حضرت علی کو مجبور کیا کہ وہ باغیوں کے مطالبات حضرت عثمانؓ تک پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے جو تقریر فرمائی اس کے فقرات یہ ہیں:

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لَكَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا	بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں میں کوئی ایسی بات نہیں
تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهٗ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ	جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے
مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا	آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا علم ہم کو ہے اتنا آپ کو ہے۔ ہم کو آپ پر
بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهٗ وَقَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا وَسَمِعْتَ	کسی شے میں سبقت نہیں جس کی خبر آپ کو دے سکیں۔ ہم نے آپ
كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا صَحِبْنَاهُ وَمَا ابْنُ	سے علاوہ کچھ نہیں سیکھا جس کی اب تبلیغ کر سکیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ

اس نکاح پر سُعدیٰ بنت کرز العبشیہ صحابیہ کے یہ اشعار ہیں جو صفحہ ۱۰۷ پر درج ہیں :

اَبِیْ قُحَافَۃَ وَلَا اِبْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشِیْجَۃَ رَحِمٍ مِنْہُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِہْرِہٖ مَا لَمْ یَنَالَا۔

(نہج البلاغۃ ص۱۳۵ چاپ دارالسلطنت تبریز ۱۲۶۲ھ)

آپ نے دیکھا جو ہم نے سنا وہ آپ نے سُنا۔ آپ رسول اللہ صلعم کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی صلعم سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی صلعم کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔

حضرتِ عبداللہ بن سلام صحابی نے جن کو قرآن مجید میں عالم علم الکتاب بتایا گیا ہے۔ فرقہ باغیہ سے فرما دیا تھا کہ اگر تم نے عثمانؓ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی۔ اس وقت اس ارشاد کی وقعت نہ کی گئی، لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہلِ اسلام میں ہوئے وہ اسی گناہ عظیم کی نحوست ہیں کہ خلافت عظمیٰ اور حرم نبویؐ اور شہر الحرام کی حرمات کو برباد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی بغاوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امیرالمومنین عثمانؓ کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ مراد کلب ہے جس قبیلہ سے ابن ملجم شقی قاتل امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

جب عثمان شہیدؓ پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے ان کے نیزہ لگایا گیا، خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت فَسَیَکْفِیْکَہُمُ اللّٰہُ پر خون کے چھینٹے گرے (تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشین گوئی کیوں کر پوری ہوئی)

امیرالمومنین عثمان شہیدؓ مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے، یہ اسی جامع قرآن کا احسان ہے۔ بہ لحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔

مشرق میں علاقہ جات : خراسان، ماوراء النہر، ترکستان، سندھ اور کابل

مغرب میں : سوڈان، سکندریہ، مراکو، تیونس، طرابلس الغرب فتح ہوئے۔

سب سے پہلے انھوں نے بحری بیڑا بنایا جس سے ہرقل کے بیڑا کو تباہ کیا اور پھر بڑے بڑے آباد جزائر فتح کیے قبرص، کریٹ، مالٹا وغیرہ انہی کے فتح کردہ جزیرے ہیں۔

نبی صلعم کے شاعر خاص کعب بن مالکؓ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں :

یا قاتل اللہ قوما کان امرھم   قتل الامام الزکی الطیب الردن

ما قتلوہ علی ذنب الم بہ   الا الذی نطقوا زورًا ولم یکن !

ہندوستان میں عثمان شہیدؓ کی نسل کثیر پائی جاتی ہے اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔

خواجہ جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی، بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شمس العلماء مولوی رحمت اللہ مہاجر مصنف ازالۃ الاوہام وغیرہ۔

اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسی دودمان عالی سے ہیں۔ - محمد سلیمان

هدی اللہ عثمان الصفی بقولہ　　فارشدہ و اللہ یھدی الی الحق ۔
فبائع بالرای السدید محمدا　　وکان ابن اروی لا یصد عن الحق
وانکحہ المبعوث احدی بناتہ　　فکان کبدر مازج الشمس فی الافق
فداؤک یا ابن الہاشمیین مھجتی　　فانت امین اللہ ارسلت فی الخلق

سیدہ رقیہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنّت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا۔ اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لیے شاہ راہِ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

اِنَّھُمَا لَاَوَّلُ مَنْ ھَاجَرَ بَعْدَ لُوْطٍ وَّ اِبْرَاھِیْمَ　　لوط و ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔

سیدہ رقیہؓ کے ۲ھ میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگِ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت سیدہ صاحبِ فراش تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی تدفین ہو رہی تھی عمر بوقتِ وفات اکیس سال تھی۔

سیدہ کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔

عبداللہ سبطِ رسولؐ اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے اُن کی عمر چھ سال کی تھی کہ ایک مرغ نے انکی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری۔ زخم پک گیا، آخر یہ والدہ کی یادگار بھی آغوشِ مادر میں جا سویا۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری دختر ہیں ۳ھ ہجری میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذُو النُّوْرَیْن کا خطاب ملا کیوں کہ ختمیت پناہی کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینۂ قلب بنائے گئے۔

ام کلثوم کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو بُلا کر فرمایا، یہ جبریلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں[۱]۔

جن دنوں سیدہ رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا انھی دنوں عمر فاروقؓ کی دختر حفصہؓ بھی رانڈ ہو گئی تھیں۔ عمر فاروق نے عثمان غنیؓ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے اپنے رنج کا اظہار نبی صلعم سے کیا تو حضور نے فرمایا:

[۱] جامع صغیر بحوالہ ابن عساکر ص ۲۱۳

اَلَا اَدُلّ عثمانَ عَلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَہٗ مِنْھَا — عثمان کو حفصہ سے بہتر زوجہ دے گی اور حفصہ کو عثمان سے

وَ اَدُلُّھَا عَلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَھَا مِنْ عُثْمَانَ — بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروق کو ام المومنین ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی کو ذوالنورین بننے کی عزت حاصل ہوئی۔

سیدہ ام کلثوم کے اولاد نہیں ہوئی۔ ۹ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰؓ و فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے مراسم تدفین پورے کیے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلعم ام کلثومؓ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

۴۔ سیدۃ النساء العالمین فاطمہ علیہا السلام

خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے نبی صلعم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی ولادت غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔[۱]

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی صلعم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضورؐ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن معیط نے اونٹ کی اوجھ حضورؐ کی پیٹھ پر لا رکھی۔ حضورؐ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔[۲]

علی مرتضیٰؓ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد اُحد سے پہلے ہو چکا تھا۔

جنگِ اُحد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے۔ سیدہ میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضورؐ غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔[۳]

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہؓ بیمار ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال ہے انھوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی سب ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎ استیعاب۔ واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ ۵ بعد نبوت بتائی ہے اور عمر بوقت وفات ۱۸ سال ۷۵ یوم جس میں سے ۷۵ یوم بعد از وفات نبوی صلعم تھے۔ ولادت امام حسن ۳ھ بتائی ہے اندریں صورت عمر سیدہ بوقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت امام حسن ۲ھ مان لی جائے جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے تب عمر سیدہ ۹ سال ہوگی۔ یہ بعید ہے۔ استیعاب کی روایت کو ترجیح دی۔ مدائنی نے ولادت سیدہ ۵ سال قبل از نبوت اور عمر بوقت وفات ۲۹ سال تحریر کی ہے۔ ۲؎ صحیح بخاری باب ما لقی النبی و اصحابہ من المشرکین۔
۳؎ صحیح مسلم غزوہ احد

یٰبنیۃ اما ترضین انكِ سیدۃ نساء العٰلمین قالت یَا یتِ فَاَینَ مریم بنتِ عمران قال تلك سیدۃ نساء عالمھا وانتِ سیدۃ نساء عالمك ۔ اما واللہ لقد زوجتك سیداً فی الدنیا والاٰخرۃ۔	بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء عالمین کی سیدہ ہو۔ فاطمہؓ نے فرمایا بابا جان مریم علیہا السلام بنت عمران کہاں گئیں فرمایا وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں، اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمھارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔

ابی ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ نبی صلعم جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نساء اہل الجنۃ کی سردار مریمؑ پھر فاطمہؓ پھر خدیجہؓ پھر آسیہؓ زن فرعون ہیں۔
ام المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں۔ فاطمہؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی صلعم آگے بڑھتے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے۔ مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت صلعم بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔ ام المؤمنین عائشہ ہی سے روایت ہے:

ما رأیت احداً کان اصدق لھجۃ من فاطمۃ الا ان یکون الذی ولدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔	میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جایا ہو۔

ام المؤمنین عائشہ سے جمیع بن عمیر صحابی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیارا کون تھا عائشہؓ نے کہا "فاطمہ" انھوں نے پوچھا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ جواب دیا "شوہر فاطمہ" اور یہ بھی بتایا کہ علیؓ تو بڑے صوام وقوام تھے[1]

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا رہتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے، تمھیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بہت ہی خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد و عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے جب میں مر جاؤں۔ تب تو اور علیؓ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

---

[1] صحیح ترمذی ان کان صوامًا کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال وجواب بعد از وفات علی مرتضیٰ ہوئے تھے ام المؤمنین کو دیکھو کہ وہ سائل کو کس طرح حضرت سیدہ اور حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو احب الناس الی رسول ظاہر کرتی ہیں۔

حضرت سیدہ کی وفات شب سہ شنبہ ۳۔ رمضان المبارک ۱۱ھ ہجری کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیقؓ اور علی مرتضیٰؓ نے ان کو غسل دیا[1]۔ حضرت عباسؓ یا حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے پاس حضرت عبداللہ بن حسن بن امام حسنؓ آئے، وہاں کلبی پہلے سے موجود تھا۔ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہؓ کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا تیس سال۔ کلبی نے کہا پینتیس سال۔ ہشام نے کہا، ابو محمد سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سربرآوردہ ہے، کیا کہتا ہے، انھوں نے کہا میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجئے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلعم نے اپنے مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ کو بلایا اُن کے کان میں کچھ بات کی تو وہ رو پڑیں، پھر ان کو بلایا اور سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ وہ کیا باتیں تھیں، فاطمہؓ نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سُن کر میں رو پڑی تھی پھر بتایا کہ میں (فاطمہ) حضور کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔[2]

وفات نبوی پر سیدہ علیہا السّلام کے اشعار ہیں:

إِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الأَرْضِ وَابِلَهَا ۔۔۔ وَغَابَ مُذْ غِبْتَ عَنَّا الوَحْيُ وَالكُتُبُ

ہماری محرومی حضور سے ایسی ہے جیسے زمین کی طراوت کا جاتے رہنا ۔۔۔ جب آپ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الٰہی کا انقطاع ہو گیا

فَلَيْتَ قَبْلَكَ كَانَ المَوْتُ صَادَفَنَا ۔۔۔ لَمَّا نُعِيتَ وَحَالَتْ دُونَكَ الكُتُبُ

کاش حضور کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو ۔۔۔ پوشیدہ کر دیا تھا، ہمیں موت آجاتی اور ہم مر گئے ہوتے

سیدہ فاطمہؓ علیہا السّلام کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذرّیت چلی اور ان ہی کی ذرّیت سے ائمۃ العظام ہوئے جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے علیہم السّلام۔

سیدہ کے بطنِ اطہر سے امام حسنؓ، امام حسینؓ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب پیدا ہوئیں۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے حالات علٰحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح عمر فاروقؓ سے ہوا۔ چالیس ہزار درم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کے ہاں زید اور رقیہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروقؓ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

---

[1] الاستیعاب۔ بیان سلمیٰ خادم رسول ؐ غسل سیدہ میں سلمیٰ خادم رسول مولاۃ صفیہ بنت عبد المطلب بھی شامل تھیں۔

[2] صحیح بخاری باب مناقب فاطمہؓ [3] از کتاب حسن الصحابہ۔

زید بن عمرؓ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز اُن کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰؓ کا انتقال ہُوا تھا، بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں صُلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر راہیِ عالم بقا ہوئے۔

سیدہ زینب بنت فاطمہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہُوا تھا۔ میدانِ کربلا میں اپنے برادرِ مکرم امام معظم حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا، اور اہلِ بیت حسین علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور اعداء اشقیاء کو خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند عدی بن عبداللہ بن جعفر بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغر سنی میں ہو گیا تھا، اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملے۔

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی قبر میں بھی اختلاف[1] ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تب یہ جگہ شامل مسجد نبوی ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ امام حسنؑ، امام زین العابدین اور حضرت عباسؓ عم الرسولؐ کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ ۳۳۲ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا جس پر یہ تحریر تھا:

هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مرویات

۱۔ نسائی نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبی صلعم حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں، کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے، نبی صلعم نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اُسے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ نبی صلعم کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمد للہ فرمایا۔

۲۔ فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدہ فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر

---

[1] اس پر مکمل بحث میرے سفر نامہ حجاز میں ملے گی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیئے اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیئے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیئے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔

۳۔ ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا، میں تجھسے فاطمہؓ بنت الرسولؐ کی ایک بات کہوں جو سارے کنبہ میں نبیؐ کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا، ہاں۔

علیؓ نے کہا، فاطمہؓ نے اتنی چکّی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ پانی کے لیے مشک اُٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انہی ایام میں نبی صلعم کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا تم اپنے آبا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہؓ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں۔ اگلے روز نبی صلعم خود آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی؟ فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور کو بتاتا ہوں چکّی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اُٹھاتے اُٹھاتے گردن پر۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضور کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی اُن سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں۔ خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتقی اللہ یا فاطمۃ وادّی فریضۃ ربّك واعملی عمل اھلك واذا اخذتِ مضجعك فسبحی ثلاثا و ثلاثین واحمدی ثلاثا وثلثین و کبّری اربعاً وثلاثین فذالك مائۃ ھی خیرلك من خادمۃ[1]	اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الٰہی ادا کرو۔ اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

رَضِيْتُ عَنِ اللّٰہِ وَعَنْ رَّسُوْلِہٖ صلعم	میں خدا سے اور رسول خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ولم یخدمہا فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ کے کنبہ کی معیشت سیدہ فاطمہؓ کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم و رنبی صلعم

---

[1] عربی زبان میں لفظ خادم مذکر و مونث دونوں پر آتا ہے۔ مراد یہاں خادمہ سے ہے۔

کی اپنے لیے اور اپنے اَحَبّ اہل کے لیے دنیا و اموالِ دنیا سے علٰحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ

۷۔ ایک وہ روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا فَاطِمَۃُ مَنْ یَمْنَعُكِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْكِ بِہٖ اَنْ تَقُوْلِیْ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّہٗ۔

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔

ابنائے فاطمہ علیہا السّلام

(۱) امام حسن علیہ السّلام سبط النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

نصف رمضان ۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سودہ بنت مسرح الکندیہ ہے نبی صلعم نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسنؓ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسینؓ کا نصف پیکر زیریں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تر تھا۔

احادیث صحیحہ سے بہ تواتر ثابت ہوا ہے کہ نبی صلعم نے ان کی شان میں فرمایا:

ان ابنی ھذا سیدٌ وعسی اللّٰہ ان یبقیہ حتّٰی یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔	یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اُس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔

مسند امام احمدؒ میں امام حسنؓ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِی الْوِتْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ حاکم کی روایت میں لفظ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وِتْرِیْ ہیں۔

۱- رواہ النسائی۔ ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و حاکم [illegible]

امام ترمذی نے لکھا ہے وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا۔

امام حسنؓ حضرت عثمانؓ کی نصرت میں مبارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں تھے۔ علی مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار سے زیادہ بہادروں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سب وُہ تھے جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے، ان لوگوں کو حضرت امام حسنؓ کی اطاعت و محبت کا ذوق پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمام نے عراق و عرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہ کی جانب کوچ کر دیا۔ معاویہ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہُوا تو امام حسنؓ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خونریزی ہے۔ اس لیے معاویہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت امام حسنؓ کی ہوگی صُلح کرنے پر تیار ہُوں۔ تھوڑی سی ردّ و کد کے بعد گفتگو ختم ہوگئی اور کوفے کی جامع مسجد میں امام حسنؓ نے بماہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ امیر معاویہ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن لیلیٰ ایک شخص جو کوفے کا باشندہ اور بوڑھا تھا۔ اس نے امام حسنؓ کی خدمت میں آ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ حضرت امام نے فرمایا ابو عامر ایسا نہ کہو۔ میں نے جو کچھ کیا مومنین کی ذلّت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرانا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسنؓ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ جب بیمار ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔

امام حسینؓ نے پوچھا بھائی! زہر کس نے دیا؟ امام حسنؓ نے فرمایا پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ کیا اُسے قتل کرو گے؟ امام حسینؓ: ہاں۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لیگا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسنؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے، ان میں سے (۱) دعاءِ قنوت ہے اور (۲) انا آل محمد لا تحل لنا الصدقۃ ہے (۳) امام احمد، ترمذی و دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسنؓ کی روایت سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيْنَةٌ وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔

آخری وقت امام حسنؓ نے امام حسینؓ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المومنینؓ سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انھوں نے مان لیا تھا۔ مجھے وہم ہوتا ہے، مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو۔ اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا۔ ہاں میرا

یہ بھی خیال ہے کہ اہلِ حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع الغرقد ہی میں دفن کر دینا۔

جب امام حسنؓ کے جسمِ اطہر سے روحِ انور نے پرواز کیا تو امام حسینؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور اُن سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا نعم وکرامۃ ہاں اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔

مروان حاکمِ مدینہ نے یہ واقعہ سُنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسنؓ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمانؓ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دبانے نہ دیا اور آج حسنؓ کو عائشہؓ کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔[۱]

الغرض حضرت امام ممدوح نے ۴۷ سال کی عمر میں بماہ ربیع الاوّل [۲] ۵۰ھ میں وفات پائی اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت امام حسنؓ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں وَاِنَّہٗ رَیْحَانَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا[۳] دنیا میں وہ تو میرا پھول ہے۔

اور حسنین شہید بن علیؓ کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

اِنَّھُمَا سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ	یہ دونوں نوجوانِ بہشت کے سردار ہیں

دوسری حدیث ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا[۴]	اے خدا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما

امام حسنؓ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیم نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے:

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰؓ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اُس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰؓ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا اور اُس نے خلیفہ کے سامنے اقبالِ جرم کیا۔ علی مرتضیٰؓ نے ملزم اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے قریب

---

[۱] مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ پر منجانب باغیان قوم جو ظلم و ستم ہوئے ان میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا۔ مگر یہ بہتان عظیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرتِ عثمان کے بزرگ نام کو پردہ بنا لیا تھا ورنہ ان کو عثمان غنیؓ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔

[۲] ماخوذ از الاستیعاب ص ۱۴۲ [۳] الاستیعاب [۴] ہر دو احادیث کو امام عبدالبر نے الاستیعاب میں روایت کیا ہے۔

ہی بقرہ کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ میں اسے دیکھنے کے لیے اُس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا، اس لیے میں نے اقبال کر لینا ہی بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اُس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں، مقتول کو میں نے بطمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں ایک گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آگئی اُس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا حضرت علیؑ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔[1]

اولادِ امام حسن علیہ السّلام

امام ہمام کے بارہ بیٹے تھے:

زیدؑ۔ حسن مثنیٰؑ۔ حسینؑ۔ طلحہؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ عبداللہؑ۔ حمزہؑ۔ یعقوبؑ۔ عبدالرحمٰنؑ۔ عبداللہ ابوبکرؑ۔ قاسمؑ۔ عمرؑ۔

پانچ بیٹیاں:

فاطمہؑ۔ امّ سلمہ۔ امّ عبداللہ۔ ام الحسین رملہ۔ ام الحسن۔

امام حسنؑ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زیدؑ۔ حسن مثنیٰؑ۔ حسین الاثرم اور عمرؑ سے جاری ہوئی تھی مگر حسین اور عمرؑ کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن مثنیٰ کی اولاد باقی ہے۔

اولادِ حسن علیہ السلام میں سے عمرؑ اور قاسمؑ اور عبداللہؑ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(الف) زید بن حسن علیہ السلام (المتوفی ۱۲۰ھ ہجری)

ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابومسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ ہو گئے تھے۔

---

[1] طرق الحکمیہ فی السیاستہ الشرعیہ ابن قیم ص ۵۰ مطبع مطبعۃ الآداب مصر۔

حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت زید بن حسنؓ کی ولد سے ہیں، ان کا مزار بمقام گلبرگہ اعلاقہ سرکار نظام ہے۔

خواجہ بندہ گیسو دراز کا نسب

(ب) حسن مثنیٰ بن حسن علیہ السلام (المتوفی ۹۷ھ ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن زبان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن بن فزارہ ہیں۔

صدقات علی مرتضیٰ کا اہتمام حضرت حسن مثنیٰ ہی کے متعلق تھا، یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خارجہ فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کرلی اور یہ اچھے ہو گئے۔

امام حسینؓ کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی، جس سے ابراہیم الغمر، حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔

حضرت میران بھیک کا نسب

یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اوروں میں نہیں پایا جاتا۔

ایک رومیہ عورت سے داؤد و جعفر دو اور فرزند بھی تھے۔

۱۔ عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔

ان کے پانچ فرزند تھے: محمد ذی النفس الزکیہ۔ ابراہیم۔ موسیٰ الجون، یحییٰ، سلیمان و ادریس۔

محمد ذی النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام مالکؒ نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام ابو حنیفہ نے ان کو چار ہزار درم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔

عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الجلیل امام الاولیاء ابو صالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

---

[1] سنہ ولادت لفظ عاشق سے سنین عمر لفظ کامل سے، سنہ وفات لفظ معشوق الٰہی ۵۶۱ سے برآمد ہوتا ہے حنبل المذہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایت تو ترکے تساقط مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔ تصنیفات سے چند کتابیں ملتی ہیں سید عبدالوہاب شعرانی نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپا لیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمود ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر میں تیرا رب ہوں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے لعین دور، دور، اسی وقت وہ نور ظلمت بن گیا اور وہ صورت بن گئی۔ پھر آواز آئی۔ عبدالقادر تیرے خدا نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تفقہ عطا کیا، اس لیے تو بچ گیا ورنہ ستر اہل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا یہ سب کچھ فضل ربانی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور نے کیوں کر سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا اس فقرے سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔

از لواقح الانوار طبقات الاخیار للشعرانی ص۱۰۸ جلد دوم بقیہ ص۱۱۸ پر

۲۔ ابراہیم الغمر بن حسن مثنیٰ کا لقب غمر کثرت جود کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابو اسمٰعیل کنیت ہے ۱۴۵ھ ہجری میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسمٰعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسمٰعیل دیباج کی کنیت ابوابراہیم اور لقب شریف الخلاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندان التنج اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے، اور بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ سادات موسُعیہ کا سلسلہ نسب انہی میں آکر شامل ہوتا ہے۔ موسُعیہ میں سے سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی، اولاد دہلی میں موجود ہے۔

۳۔ حسن المثلث بن حسن مثنیٰ کی کنیت ابو علی ہے ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

۴۔ داؤد بن حسن مثنیٰ کی والدہ رومیہ ہیں یہ اور امام جعفر صادق باہم رضیع تھے۔ اور یہی صدقات علی مرتضیٰ رضی کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں موسیٰ، داؤد، اسحٰق و حسن سے دنیا میں موجود ہے۔

۵۔ جعفر بن مثنیٰ کی کنیت ابو الحسن ہے ۔ ۔ ۔ھ میں وفات پائی۔

ان کا بیٹا حسن تھا جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ غدار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین، راوند مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

۲۔ امام حسین علیہ السلام سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام حسن علیہ السلام کے برادر خورد ہیں۔ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ حسنؓ کی ولادت سے ۵۰ یوم بعد حسین علیہ السلام نے بطن مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت میں ہے: لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اِلَّا طُہْرًا وَّاحِدًا [۱]

مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ امام حسینؓ نے پچیس حج پیادہ پا کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ امام حسنؓ نے بیس حج کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس حج شامل کیے ہوں گے۔ امام حسین کے پانچ حج زائد میں یہ غالباً بعد از وفات امام حسنؓ ادا کیے ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۷) شعرانی نے نسب حالی اس طرح بیان کیا ہے: شیخ عبد القادر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضؓ فقط (محمد سلیمان)

[۱] حسنؓ و حسینؓ میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ غلط بات مشہور ہے کہ امام حسینؓ بطن والدہ مطہرہ میں صرف چھ ماہ ٹھہرے تھے۔ کیونکہ ابتداء و انتہائے حمل کی تاریخوں کا تعین ہو چکا ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسینؑ بچہ ہی تھے کہ نبی صلعم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اُس وقت حسین کے قدم نبی صلعم کی پشت قدم پر تھے۔ پھر فرمایا: چڑھو۔ چڑھو۔ حسینؑ اوپر کو چڑھتے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی صلعم کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا منہ کھولو۔ انھوں نے منہ کھولا تو نبی صلعم نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَحِبُّهُ فَاِنِّی اُحِبُّهُ — الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما

امام زہری نے (باسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) امام حسین سے یہ حدیث نبوی کی روایت کی ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ — انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ناکارہ آمد چیز کو ترک کر دے

امام حسنؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو نبی صلعم کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے۔ نبی صلعم کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسینؑ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زاید معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں[1]۔

مسند احمد و سنن ابو داؤد میں ایک اور حدیث مرفوعاً حسین علیہ السلام سے مروی ہے:

اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ — سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے

امام حسین علیہ السلام شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امرئ القیس الکلبی[2] اور اپنی بیٹی سکینہ[3] کے لیے جو رباب کے بطن سے ہیں، انشا فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا ۔۔۔ تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ[4]

---

[1] شمائل ترمذی [2] صاحب الاغانی نے عوف بن خارجہ المری سے روایت کی ہے کہ میں عمر فاروقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک اجنبی شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امرؤ القیس الکلبی ہے جس نے بکر بن وائل پر خلیج کا حملہ کیا تھا۔ امیرالمومنینؓ نے پوچھا: اب کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا: اسلام۔ فاروقؓ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے خوز قضاعہ کا سردار بنا دیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امرؤ القیس اس مجلس سے اٹھا تو اس کے سر پر رایت سرداری لہرا رہا تھا وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ حسنین کو لیے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے۔ امرؤ القیس سے فرمایا میں علی ابن عم نبی ہوں۔ میرے یہ دونوں فرزند رسول صلعم کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہو جائے۔ امرؤ القیس بولا: میری تین بیٹیاں ہیں محیاۃ علی کو، سلمیٰ حسن کو، رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسین کے نکاح میں آئی تھیں۔

[3] سکینہ صیغۂ تصغیر ہے ان کا نام امیمہ یا آمنہ جو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے کئی نکاح ہوئے۔ اول عبداللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا ایک نکاح، مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ غلط ہے کہ سکینہ کا انتقال زندان شام اور بچپنے میں ہو گیا تھا۔ [4] یہ تین شعر اغانی سے اور چوتھا روضۃ الانف سہیلی سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔
(باقی صفحہ ۱۲۰)

أُحِبُّهُمَا وَأَبْذُلُ جُلَّ مَالِي ؛ وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِي عِتَابُ

فَلَسْتُ لَهُمْ وَإِنْ غَابُوا مُضِيعًا حَيَاتِي أَوْ يُغَيِّبَنِي التُّرَابُ

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ إِذَا زَارَتْ سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

بی بی رباب جس کی محبت میں یہ اشعار ارشاد فرمائے گئے۔ وہ بھی مہر و وفا کی پتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے، مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصل کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے تھے روایت کیے ہیں:

ان الذی کان نورا یستضاء به بکربلاء قتیل غیر مدفون

سبط النبی جزاك الله صالحة عنا و جنبت خسران الموازین

قد کنت لی جبلا صعبا الوذ به وکنت تصحبنا بالرحم والدین

من للیتامیٰ ومن للسائلین ومن یغنی و یاوی الیه کل مسکین

والله لا ابتغی صهرا بصهرکم حتّٰی اغیب بین الرمل والطین

حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم ۶۱ھ ہجری کو میدان کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں۔ آغاز وقت زوال میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ (۳ : ۱۶۹-۱۷۲)

بقیہ حاشیہ

لہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں نہیں ہیں مگر میں ان کی غور و پرداشت سے بے خبر نہ رہوں گا جب تک زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔ جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے کو آئی ہوئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے کو یا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔ لہ ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان کے نعتیہ اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے اسے کسی نے دفن ہی نہ کیا۔ اے سبط نبی اللہ تجھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے خسران سے بچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی پناہ لیا کرتی تھی۔ یہ محاورہ حضرت داؤد کی زبور میں کثرت ہے۔ آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب یتیموں کا کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رہ گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے۔ اب میں اس قرابت کے بعد اور کوئی خویشی پسند نہ کروں گی حتی کہ ریت اور مٹی کے تودہ میں جا چھپوں۔ فقط۔

واقعۂ ہائلہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علٰحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہدار کے اسمار اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین۔ سجاد، ذوالثفنات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک ۲۳ سال کی تھی ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۹۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزدجرد ہیں، جو عمر فاروق کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں محمد باقر۔ عبداللہ الباہر۔ زید الشہید۔ عمر الاشرف حسین الاصغر علی الاصغر سے باقی ہے۔

دو بیٹیاں ام کلثوم و خدیجہ تھیں۔

ام کلثوم کا نکاح داؤد بن حسین مثنیٰ سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہو۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحٰق اور حسن سے جاری ہے۔

خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عمر پیدا ہوئے نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین کو

امام باقر کے برادر شفیق ہیں ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے:

ان کا ایک ہی بیٹا تھا، اسمٰعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے حسین اور محمد۔ یہ نسل رے۔ قم۔ جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین

ان کی والدہ ام ولد تھیں، انھوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کرلی تھی۔ مدائن۔ بصرہ۔ واسط۔ موصل۔ خراسان۔ رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ رفضونا الیوم۔ اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ ۲ صفر ۱۲۱ھ کو اس جنگ میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے۔

ان کے چار فرزند تھے یحییٰ جو ۱۸ سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی باقی تین فرزندوں،

حسینؑ ذی الدمعہ، عیسیٰ مؤتمؑ۱، شبال، محمد سے نسل جاری ہے۔

حسین ذی الدمعہ نے ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے۔ در کیتھل، سنبھل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

عیسیٰ موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔ سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ المتوفی ۱۲۰۰ھ سی خاندان سے ہیں۔

عمر الاشرف بن امام زین العابدین

زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے، جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ عبداللہ، عبیداللہ الاعرج، علی، ابو محمد الحسن، سلیمان سے نسل باقی ہے اور حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین

ان کی نسل افطس سے جاری ہے۔ افطس کی نسل علی، عوری، عمر، حسین، حسن مکفوف، عبداللہ شہید سے جاری ہے۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد نام۔ باقر لقب۔ ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحلم، جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ حج موجود ہے، جس سے دو سو کے قریب قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں ۵۷ھ میں، وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

واقعہ کربلا میں قریباً تین سال کے تھے۔ ان کی نسل صرف امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسنؓ ہیں۔

۱؎ دست بدست لڑائی میں شیر کو ہلاک کیا تھا۔ موتم الاشبال "بچگان شیر کو یتیم بنانے والا" لقب پڑ گیا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جعفر نام، صادق لقب، ابوعبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں، جو ابوبکر صدیق کے پوتے، قاسم الفقیہہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخراً فرمایا کرتے تھے وَلَدَنِی اَبُوبَکرٍ مَرَّتَیْنِ مجھے ولادت میں ابوبکر سے دہرے واسطے ہیں۔

ذو فنون العلوم، کثیر الفیوض تھے۔ دواوین، احادیث وسنین میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔

ولادت ۸۳ھ۔ وفات ۱۴۸ھ۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کی نسل پانچ فرزندوں موسیٰ کاظم، اسمٰعیل، علی العریضی، محمد المامون، اسحٰق سے جاری ہے۔

۱۔ اسمٰعیل اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسمٰعیلیہ ان کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہز ہائینس سر آغا خاں بالقابہٖ کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔

علی ملقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً ہیں۔

۲۔ علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں محمد، احمد الشعرانی، حسن، جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلقِ کثیر موجود ہے۔

۳۔ محمد المامون یا محمد دیباج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون رشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الخارجی، قاسم، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اسحٰق بن جعفر صادق: مؤتمن لقب، ابومحمد کنیت، امام موسیٰ کاظم کے برادر شفیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔

ان کی نسل محمد، حسن، حسین تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

موسیٰ نام، کاظم لقب، ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے، جو ام ولد تھیں۔ ولادت ۱۲۹ھ بمقام ابواء۔ وفات ۶ رجب ۱۸۳ھ کو بمقام بغداد ہوئی۔

یہ ۲۰ پسران اور ۲۷ دختران کے والد ہیں۔ فرزندان نرینہ میں سے عبدالرحمٰن، عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد لاولد تھے۔

سلیمانؒ۔ فضلؒ۔ احمدؒ کے صرف اولاد دختری تھی۔

حسینؒ۔ ابراہیمؒ الاکبر۔ ہارونؒ۔ زیدؒ۔ حسنؒ کی اولاد کے متعلق علمائے نسب میں اختلاف ہے۔

علیؒ۔ ابراہیمؒ الاصغر۔ عباسؒ۔ اسمٰعیلؒ محمد اسحاقؒ۔ حمزہؒ۔ عبداللہؒ۔ عبیداللہؒ۔ جعفرؒ کی نسل جاری ہے۔ اختصاراً تفصیل چھوڑ دی گئی ہے۔

سلطان الہند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ اجمیری المتوفی ۶ رجب ۶۳۲ھ امام موسیٰ کاظمؒ ان کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علی نام۔ رضا لقب۔ ابوالحسن کنیت ہے۔ ولادت ۱۴۹ھ وفات بہ ماہ صفر ۲۰۳ھ بہ عمر پنجاہ و پنج سال۔ مزار مشہد مقدس میں ہے۔ ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد نام۔ جواد لقب۔ ابوجعفر کنیت۔ ولادت رمضان ۱۹۵ھ وفات آخری ذی قعدہ ۲۲۰ھ بعمر ۲۵ سال سُرّمَن رَائی میں انتقال فرمایا۔ علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

۱۔ موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔ مضافات لکھنؤ خیرآباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی النقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علی نام عسکری لقب۔ ہادی و نقی علم۔ ابوالحسن کنیت ہے۔ سُرّمَن رَائی میں بعمر ۴۱ سال ۶ ماہ وفات پائی۔ ولادت نصف ذی الحجہ ۲۱۲ھ وفات ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ۔

دو فرزندوں ابوعبداللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

۱۔ ابوعبداللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو رضوی کہلاتے ہیں۔

ابوعبداللہ کی کنیت ابوکرّین بھی ہے۔ کُر ساٹھ قفیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ۱۲۰ بچوں کے والد تھے اس لیے اس کنیت سے پکارے گئے۔

ن کی وفات [illegible]ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔
اسمٰعیل حریف۔ یحییٰ الصوفی۔ ہارون۔ علی المختار۔ ادریس۔ طاہر۔
اسمٰعیل حریف اور یحییٰ الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔
ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں۔
علی المختار کی اولاد میں سے سادات بکر ہیں۔ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ اسی شاخ سے ہیں۔
محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہندانہی علی المختار کی اولاد ہیں۔
ادریس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے اولاد قواسم کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حسن نام عسکری لقب۔ ابو محمد کنیت۔ ولادت بماہ رمضان ۲۳۲ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو اُمّ ولد تھیں۔ وفات ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سرّمن رای میں ہوئی۔
ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے جو سُرّمن رای کے غار میں بعمر چار سالہ غائب ہو گئے تھے۔ فرقہ اثنا عشریہ ان کو زندہ تسلیم کرکے امام منتظر۔ امام زمان مہدی دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ

باب دوم

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ[1]

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے۔ جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز و عدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جا سکتی ہے:

(الف) قانون۔

(ب) مذہب۔

(الف) قانون:۔ اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیا کے لیے اور طرح۔ ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو قوانین دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائداد کے متعلق ہوں۔ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کو بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثا، قانونی کے تسلیم کرتی اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔

یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ ۴۹۴ تعزیراتِ ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی۔ کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کا یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون بائی گیمی[2] کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیا کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے[3]۔

---

[1] صلوات کے یہ الفاظ بروایت ابو حمیدہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔ [2]

[3] دفعات ۳۶۳ و ۳۶۶ تو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں۔ نیز دفعہ ۴۹۸ کو اس نظیر میں شامل کر لینا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارہ میں

(بقیہ صہ ۱۲۷ پر)

(ب) اب اس مسئلہ پر مذہب کی رُو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیا ہے۔ حضرت مسیح بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیا کے مشہور مذہب

ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے:۔

(۱) سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں:۔

پٹ رانی کوشلیا .. .. .. والدہ رام چندر جی

رانی سمترا .. .. .. والدہ لچھمن جی

رانی کیکئی .. .. .. والدہ بھرت جی

(۲) سری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے۔ سینکڑوں بیویاں تھیں[1]۔

(۳) راجا پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جدّ اعلیٰ ہے۔ دو بیویاں تھیں:۔

کنتی .. .. .. والدہ یدہشتر و بھیم سین وارجن۔

مادری .. .. .. والدہ نکل و سہدیو۔

(۴) راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں:۔

گنگا .. .. والدہ بھیکم

ستیہ وتی .. .. والدہ چترانگد و بچترا ایرج پسران شنتن۔ نیز والدہ بیاس جی پسر پراشر رکھیشر۔

(۵) بچترا ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی:۔

امبکا .. .. .. والدہ دھرتراشٹر۔ پسر بیاس جی۔

امبالکا .. .. .. والدہ پانڈو۔ پسر بیاس جی۔

لونڈی .. .. .. والدہ بدر۔ بن بیاس جی۔

بقیہ حاشیہ) ہندوستانی رواج کی خالصتہً پیروی کی ہے۔ کیونکہ اگر ہمارے واضعین قانون اس مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور فی نسہ ذکر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید میں پائے ہی جاتے۔ انسداد رسم ستی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے تھے۔ تعدد شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا یہی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقجات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظائر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے (محمد سلیمان عفی عنہ)۔

[1] لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر میں صرف ۱۸ رانیاں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

منہاج نبوّت اور تعدّد زوجات

اب اس مسئلہ کو منہاج نبوت پر دیکھ لینا چاہیے۔

عیسائی حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو خلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں[۱]۔ حضرت یعقوبؑ کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں[۲]۔

حضرت موسیٰؑ کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کی مانند کوئی نہیں اٹھا۔ جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا[۳]۔

ہم حضرت داؤد کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں۔" خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ میں آج کے دن تیرا باپ ہوا[۴]"

حضرت سلیمان کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا" میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا۔ اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا[۵]"۔ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان کی بابت یہ بھی کہا تھا۔" وہ میرا بیٹا ہوگا۔ میں اس کا باپ ہوں گا[۶]"۔

حوالجات بالا کے بعد ہم بہ وثوق اپنی رائے قائم کرسکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نظائر ہیں۔

اب انبیاء صدر کے متعلق ملاحظہ ہو

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین بیویاں تھیں:۔

(۱) سیدہ ہاجرہؑ۔ کتاب پیدائش ۱۶/۴۔ والدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔

(۲)۔ سیدہ سارہؑ۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱۵۔ والدہ اسحٰق علیہ السلام

(۳) قتورہ خاتون کتاب پیدائش ۲۵/۱۔ والدہ زمران۔

حضرت یعقوبؑ اسرائیل کی چار بیویاں:

۱۔ لیاہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۳۔ والدہ روبن۔ سمعون۔ لاوی۔ یہودہ۔ اشکار۔ زبلون

۲۔ زلفہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۴۔ والدہ جد۔ آشر۔

۳۔ راخل الیضاًکتاب پیدائش ۲۹/۲۸۔ والدہ یوسف علیہ السلام دبن یامین۔

---

[۱] یعقوبؑ کا خط مشمول انجیل ۲/۲۳؛ [۲] تواریخ ۱/۲۲؛ خروج باب ۴ فقرہ ۲۲؛ [۳] استثنا ۳۴/۱۰؛ [۴] زبور ۲/۷؛ [۵] سلاطین ۳/۱۲؛ [۶] تواریخ ۱/۲۲

۴۔ بلہہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۹۔ والدہ دان و نفتالی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:۔

۱۔ صفورہ خاتون۔ کتاب خروج ۲/۲۱۔ و مدد جمیر سوم۔ مینر۔

۲۔ جبشیہ۔

۳۔ ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون ۱/۱۶۔

۴۔ یک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون ۴/۱۶۔

حضرت موسیٰ پر بے تعداد بیویوں کا جواز

۱۰۔ جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انہیں اسیر کر لائے۔ ۱۱۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے۔ ۱۲۔ تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ ۱۳۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے۔ اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور اس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔ کتاب استثنا ۲۱/۱۰ تا ۱۳۔

حضرت داؤد کی (الف) ۹ بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ (ب) دس حرموں کا ذکر (ج) اور حرموں اور (د) جوروؤں کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزندان کے نام
۱۔ اخنوعم	۱۔ سموئیل ۲۶/۲۳	امنون پہلوٹھا اس سے پیدا ہوا۔
۲۔ ابی جیلی	" "	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
۳۔ میکل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	۱۔ سموئیل ۱۹/۲۰	ب اور د۔
۴۔ معکہ بنت تلمی بادشاہ جسور	۲۔ سموئیل ۳ باب	ابسلوم اس سے پیدا ہوا۔
۵۔ حجیت	"	ابی سلوم۔ و۔ ادونیاہ پیدا ہوئے۔
۶۔ ابیطال	"	سفطیاہ پیدا ہوا۔
۷۔ عجلاہ	"	تیرعام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔
		داؤد کے مندرجہ بالا فرزندان بمقام حبرون پیدا ہوئے تھے۔ ۲۔ سموئیل ۳ باب
۹۔ بنت سبع دختر ایعام	۲۔ سموئیل ۱۱/۲۶۔۳	حضرت سلیمان اس سے پیدا ہوئے۔

نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزندان کے نام
۹۔ ابی شاگ	۲۔ سموئیل	
۱۹۔ دس حرمیں داؤدؑ کی۔	۲۔ سموئیل ۱۵/۱۶ ۲۰/۳	

دیگر داؤد نے حبروں سے آکر یروشلم میں اور حرمیں ......

دیگر .... اور جوروئیں کیں۔ ۲ سموئیل ۵/۱۲

حضرت سلیمانؑ کی ایک ہزار عورتیں

اس کی سات سو جوروئیں بیگمات اور ۳۰۰ حرمیں تھیں۔ سلاطین ۱۱/۳

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ خدا کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔ حزقیل نبی کی کتاب کا ۲۳ باب نکالو اور ایک تا ۴ درس پڑھ جاؤ۔

۲۳/۱۔ خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا۔

۲۳/۲۔ اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

۲۳/۴۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیبہ اور وہ میری جوروئیں بنیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جوروئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔

عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جورو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوتا تو وہ تمثیلاً بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا ۲۵ باب پڑھو۔ حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ پانچ نے دولھا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں۔ ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے۔ اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن تو اسی تمثیل سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاءؑ نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں ۱۳/۴ پڑھنا چاہیے۔

بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے۔ اور بستر ناپاک نہیں۔

لہ داؤد نے ان کو ایک قصور میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیا وہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور رنڈاپے میں دن کاٹے۔ ۲ سموئیل ۲۰/۳

یہ خدا حرامکاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے (۱) بیاہ (۲) زنا۔ اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے۔ تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب لوگ مقدس جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے۔ عبرانیوں کے فقرہ ۱۳؍۴ کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کوئی بھی ایماندار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب ختمیت مآب محمد رسول اللہ صلعم کی شان مبارک میں بھی گستاخانہ لفظ کہنے سے اسی طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیمؑ و یعقوبؑ اور موسیٰ و داؤد علیہم السلام کے سامنے مُہر برلب ہو گیا ہے۔

فصل اول

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثرتِ زوجات

نبی صلعم کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ ۶۳ سال میں سے ابتدائی ۲۵ سال حضورؐ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں۔ جس بزرگ نے ۲۵ سال تک عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حُسن مردانہ کے کمال نے علی سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو، جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر عمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضورؐ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو۔ بلکہ اس کے مر جانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو کیا اُن کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستارانِ حُسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ۵۵ھ سے لے کر ۵۹ھ تک کی درمیانی مدت، کا پنجسالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے۔ زندگی مبارک کے ۵۵ سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے۔ خصوصاً جب نبی صلعم کی یہ حدیث بھی موجود ہے: مَالِي فِي النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ[1]۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی صلعم نے جس قدر نکاح کیے۔ ان کی بنیاد فوائدِ کثیرہ دین اور مصالحِ جلیلہ ملک اور مقاصدِ حسنہ قوم پر قائم تھی

---

[1] مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔ دارمی بروایت سہل بن سعد۔

اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔[1]

مثلاً ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سراً یا علانیۃً ضرور ہوتا تھا۔ مگر تزویج صفیہؓ کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان جنگ ام المؤمنینؓ کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایات، اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اُحد، اور حمراء الاسد بدر الاُخریٰ، احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتے ہیں تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

مثلاً ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا۔ اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور قزاق اور جنگجو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا۔ اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی۔ اس قبیلہ کی شرکت ضرور ہی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد یہ مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

علیٰ ھذا ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح و امن اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنھوں نے ستر واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش اور عائشہ صدیقہؓ اور حفصہؓ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی

نکاح ام المؤمنین جویریہ اور اس کے فوائد

ام المؤمنین میمونہ کے نکاح کے فوائد

نکاح ام المؤمنین زینب اور [illegible]

---

[1] ہم یہاں پر حضرت کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص عرب کی موجودگی میں [illegible] وہ جب سارے یورپ نے تسلیم [illegible] صرف عدد کا [illegible] باقی رہ جاتا ہے کہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انبیائے خدا کی تزویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی درجہ نہیں رکھتی۔

اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح نے اتقان قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پُر منفعت بنانے میں بہت بڑا کام کیا۔ اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی صلعم کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں، ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی صلعم کو ہر ایک نکاح سے مدنظر ہوتے تھے اور جن کا حصار کرنا ہمارے لیے قریباً ناممکن ہے۔ لیکن جب اس مختصر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ تعداد زوجات سے نبی صلعم کا مدعا انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا۔ تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے۔ اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی صلعم کے لیے ایسا ہی کرنا شایان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے خدا نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔

ام المومنین عائشہ و حفصہ کے نکاح اور ترویج دین کے فوائد

فصل دوم

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت خود نبی صلعم کی شرف و فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے سیرت نبوی میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے ضرور کریں گے۔

فضائل واردہ احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبی صلعم کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے۔

زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال متشابہ، متشاکل و متساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔

مثلاً زَوْجَا خُفٍّ۔ جراب کے دونوں پاؤں۔

لفظ زوج کے لغوی معنی

قرآن مجید میں ہے:۔

اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزْوَاجَهُمْ (۳۰ : ۲۲) یعنی ظالموں کو اور جو اُن جیسے تھے۔ جمع کرو۔

دوسرے مقام پر ہے:۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (۸۱ : ۷) یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ۔ فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواج نبی صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق التیام میں ازواج النبیؐ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی صلعم کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو اور دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی دائمی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ مراۃ کے استعمال میں یہ تقیید نہیں کیا۔ بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:۔

۱۔ جب زن و شوہر ہر دو کافر ہوں۔ ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:۔

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱: ۴) اس کی عورت لکڑیوں کے چننے دی۔

۲۔ جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو۔ فرمایا:۔

اِمْرَاَةَ نُوْحٍ وَامْرَاَةَ لُوْطٍ (۶۶: ۱۰)، نوحؑ اور لوطؑ کی عورتیں

۳۔ جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو۔ فرمایا:۔

اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ (۶۶: ۱۱) فرعون کی عورت

۴۔ جب زوجین مومن ہوں:۔

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا (۱۹: ۵) میری عورت بانجھ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں ہے:۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ (۵۱: ۲۹) اس کی عورت چرعت میں آئی۔

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم و سوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل و تساوی ہوتا ہے، نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ "امراۃ" پر اکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا اور حضرت ابراہیمؑ کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر "امراۃ" کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا۔ کیونکہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہ فہم شخص کے ازالۂ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا کی بیوی کا ذکر دوسری

آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (۲۱: ۹۰) یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔

اور حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (۱۱: ۷۳)، اے گھر والو تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراۃ کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبیؐ کو سورۂ مریم میں دو دفعہ اور سورۂ احزاب میں چار دفعہ ازواج النبیؐ فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

فضیلت دوم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۳۳: ۳۲) تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔

النساء میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور اس کا کوئی بھی کفو نہیں۔ غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبیؐ کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

فضیلت سوم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (۳۳: ۵۰)، ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں۔ خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کے پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے۔ لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبیؐ کے متعلق اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ کا حکم قرآنی ذکر اعلان فرما دیا کہ نبیؐ کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا بمنظوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

فضیلت چہارم۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کے حسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے:۔

تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (۶۶: ۱) نبی اپنی ازواج کی مرضی کی جستجو کرتا یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کیا کرتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جویاں رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

کیونکہ ان نفاذ میں یہ کا ترجمہ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے جیسا کہ حضور نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمالیا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نبی صلعم کو مرضاۃ ازواج کی اجازت فرمادی ہے اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے۔ وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہوگیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی صلعم کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی صلعم کی فضیلت میں ہے

فضیلت پنجم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (۳۰:۲۱)

یہ بھی خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھارا جوڑ بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت و پیار پیدا کر دیا۔ اس نشانی میں غور کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں جو عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ازواج النبیؐ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب حکم علام الغیوب یہ ثابت ہوگیا کہ ازواج النبی حضور صلعم کے لیے سکینۂ قلب تھیں۔ اور ان کے دلوں میں حضورؐ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی۔ جیسا کہ حضورؐ کے قلب پاک میں ان کے لیے مودّت اور رحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج النبی صلعم کی فضیلت آشکارا ہوگئی۔

فضیلت ششم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی صلعم کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا۔ اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا:۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں بہت کچھ دے دلا کر بھلی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہو تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (۳۳: ۲۸ تا ۲۹) ۔جر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ازواج محمد صلعم کیلیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	خدا اور رسول اور دار آخرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علٰحدہ کر دینا تھا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام		ازواج کو اجر عظیم کا عطا کرنا ہے ۔

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی صلعم نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اب نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینتِ دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی صلعم اس فرض کو جو خدا نے حضورؐ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی متفقہ کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی صلعم نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ وہ شق دوم کی بشارت میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (۳۳: ۵۲)

تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں کسی کے بدلے کسی کو اپنی زوجہ بنائے گو اس کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔

پہلی آیت میں نبی صلعم کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت میں وہ اختیار واپس لیا گیا کہ ازواج موجودہ کا تبدیل کرنا بھی نبیؐ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی صلعم کی بابت جب امتحان میں ثابت ہوگیا کہ وہ خدا اور رسولؐ اور دار آخرت ہی کی خواستگار رہیں تو اب ان کو دوام کے لیے خدا نے اپنے رسولؐ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیل کا اختیار بھی رسولؐ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی صلعم سے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہوگئے ہیں۔

اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (۳۳: ۵۳)

اے ایمان والو! تمھیں یہ شایاں نہیں کہ رسولؐ اللہ کو ایذا دو اور تمھیں یہ بھی کبھی شایاں نہیں کہ رسولؐ اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی صلعم کا اتصال نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا تھا۔ اور اسی لیے نبی صلعم سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔

آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسولؐ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی صلعم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسولؐ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہیں، ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی صلعم کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئیہ کا ذکر فرمایا ہے۔

فضیلت ہفتم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (۳۳ : ۳۴)	اے بیبیو، تمھارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الٰہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے تم اس کا ذکر کرتی رہو۔

اس آیت میں "بیوت" کو ضمیر جمع مونث "کُنَّ" سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع ۷ میں لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ فرما کر ان بیوت کو نبی صلعم کی جانب مضاف فرمایا گیا ہے اور یہ امر اتحاد زوجین طیبین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہی گھروں کو ازواج کے گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبیؐ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثنا فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا۔ سب جانتے ہیں کہ مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی صلعم کی عزت ربانیہ اور حرمت الٰہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بیشک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

فضیلت ہشتم۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی صلعم کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی متلو میں فرمایا :۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ؏ (۳۳ : ۳۳ تا ۳۴)	اے ازواج نبیؐ، تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح باہر مت پھرو۔ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ کو ادا کرو۔ اور خدا اور رسول کی طاعت کرو۔ اے گھر والو! خدا یہ چاہتا ہے کہ رجس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنا دے اور تمھارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انھیں یاد رکھو۔ خدا لطیف و خبیر ہے۔

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی صلعم ہیں۔ اور اس لیے اہل البیت کے لفظ کا خطاب بھی انہی کے لیے ہے جیسا کہ بیوتکن کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور عرف عام سے بھی۔ کیونکہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا

ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے۔ مگر احقاقِ حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور چونکہ نبی صلعم کو حضرت ابراہیمؑ سے بحکم اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ مشابہت تامہ ہے۔ اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ (: ۲،تا۷۳)	ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی تھی۔ وہ ہنس پڑی۔ ہم نے اسے اسحقؑ کی اور اسحقؑ کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے اب میں جنوں گی۔ جب میں بوڑھی ہوگئی اور میرا شوہر بوڑھا ہوگیا۔ یہ تو عجب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا تو خدا کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ گھر والو۔ تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں اور خدا حمد و مجد والا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

اس جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہؑ کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا۔

پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی صلعم کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدۂ تطہیر فرمایا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اُھَیل آتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبی صلعم ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

الف:۔ یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے (دیکھو ابونعیم محمد کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابوسعید ساعدی کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اَزْوَاجِهٖ ہے۔

یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔

ب:۔ یہ لفظ جملہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے لیے آیا ہے۔ جن پر صدقہ کا لینا حرام ہے۔ حدیث میں ہے:۔

اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ صدقہ تو محمد اور آل محمد کو حلال نہیں۔

ج:۔ یہ لفظ حضور صلعم کی ذریت کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین علیہما السلام کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر

---

۵ یہ ذرعنا یا ہیے کہ مرد اور عورت دونوں گھروالے ہوتے ہیں۔ جیسکم اہل بیت اس لیے ہے کہ ابراہیمؑ بھی ان میں داخل ہیں۔

چادر ڈال کر فرمایا " اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلِیْ۔ الٰہی یہ میرے اہل ہیں:" پس تتبع آثار و احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واضح ہوتا ہے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی داخل اہل بیت ہیں۔ جیسا کہ ازواج النبیؐ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدم مہارت پر دال ہے۔

فضیلت نہم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (۶:۳۳)	مومنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

یہ روشن ہے کہ اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهٰتُهُمْ کی ضمیروں کا مرجع مومنین ہیں اور اسی لیے ازواج النبی صلعم کا لقب امہات المومنین ہے نہ کہ امہات امت وغیرہ[1]۔ لفظ مومنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومن کے متمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں:۔

اول۔ مومن وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضورؐ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

دوم۔ مومن وہ ہے جو ازواج نبی صلعم کو ماں جانتا ہو وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا۔ بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض اس آیت میں ازواج مطہرات نبویؐ کی بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواج النبیؐ کی تبجیل و تکریم کو بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لیے محض اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پر ختم نہ کرکے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کے اخبار و اعلان کو حقوق نبی اور شرائط ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے:۔

ان جاھمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اردت ان اغزو وقد جئت استشیرک فقال ھل لک من ام قال نعم قال فالزمھا	جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اسی بارہ میں حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ نے پوچھا۔ تیری کوئی ماں ہے۔ وہ بولا ہاں۔ فرمایا بس اس کی خدمت میں رہو۔

[1] امت میں شرار و خیار سب ہی شامل ہیں۔ ازواج مطہرات کو یہ حیثیت امہات مومنان کہ اشرار امت ان کی فرزندی کا شرف نہیں پا سکتے۔

فانّ الجنۃ عند رجلها ؛ اس کے پاؤں کے ساتھ جنت ہے۔

فَاِنَّ الْجَنَّۃَ عِنْدَ رِجْلِھَا۔ اس کا ترجمہ میر انیسؔ نے کیا ہے : ع

کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔

میرزا دبیرؔ نے ترجمہ کیا : ع۔ تحتِ قدمِ والدہ فردوسِ بریں ہے۔

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

سچ ہے کہ ماں کا درجہ جاننے والے اور ماں کی خدمت کرنے والے تھوڑے ہیں۔

اس فصل کو اس وقت فضائل تسعہؔ ہی پر ختم کیا جاتا ہے۔ تکمیل پھر کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

فصل سوم

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی صلعم کا حُسنِ سلوک

حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ بِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ بِاَھْلِیْ۔ سب لوگوں میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سو گئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

کھانے، پہننے، مکان اور گذارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد نماز مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے۔ ان کے عزیز و اقارب کو حُسنِ سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے حجرات اور بیوت النبیؐ اور بیوتکنّ فرمایا ہے۔ باہم پیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے۔ مثلاً عائشہ طیبہؓ کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصہ پر کھلتا ہے۔ جسے رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ خیابانانِ جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے۔ اس قدر تھا کہ جب

نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجایش نہ تھی حجرت کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں حضورؐ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دو تہہ کرکے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں حضورؐ کا بستر چمڑے کا تھا۔ جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔

امّ سلمہؓ کو ام المؤمنین ہونے کے بعد ام المساکین زینبؓ کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جَو تھے۔ ابن عباسؓ نے بتایا ہے کہ ان کی خالہ ام المؤمنین میمونہؓ کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ انسؓ نے نبی صلعم کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے۔ جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔ فتح خیبر کے بعد نبی صلعم نے ہر ایک بیوی کے لیے ۸۰ وسق کھجور کے، اور ۲۰ وسق جَو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات بھی ہر ایک شے میں مایحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو رانڈوں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر دلداری اور عطوفت کے نبی صلعم کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سَوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے، جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

ام المؤمنین زینبؓ بنت جحش نے ایک بار ام المؤمنین صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب تک منتہی ہوتا تھا۔ مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضورؐ کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینبؓ کے گھر نہ گئے۔ جب انھوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی صلعم کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آجاتی۔ اللہ اکبر، یہ نتیجہ نبی صلعم کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع و اعلیٰ بنا کر محبت صادقۂ ایمانیہ میں متفق و متحد بنا دیا تھا۔

اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات تبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن و شوہر کے زن و شوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین کے کام زنانِ امت کو تعلیم دینا۔ ان کے معروضات کو حضور نبویؐ میں پہنچانا۔ پھر جواب سمجھانا۔ نبی صلعم کے افعال و اقوال و عبادات کو جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے، حفظ و اتقان سے ساتھ امت تک پہنچانا۔ مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المومنین کے مہور | نبی صلعم کی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے۔[1]

فصل چہارم

ازواج النبیؐ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبویؐ سے قریب تر ہونا

چونکہ اکثر ازواج مطہرات کو نبی صلعم کے ساتھ بہ اعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے اس لیے ایک نقشہ بنا دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک ام المومنین کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی صلعم اور اس کے ساتھ انساب امہات المومنین کا اتصال

				۲۰. معد بن عدنان				
				۱۹. نزار				
				۱۸. مضر				
				۱۷. الیاس				عیلان
				۱۶. مدرکہ				قیس
				۱۵. خزیمہ				خصفہ
				۱۴. کنانہ				عکرمہ
				۱۳. نضر				منصور
				۱۲. مالک				ہوازن
				۱۱. فہر				بکر
				۱۰. غالب				معاویہ
عدی				۹. لؤی			اسد	صعصعہ
رزاح				۸. کعب		عامر	دودان	عامر
قرط	تیم			۷. مرہ		حسل	غنم	ہلال
عبداللہ	سعد			۶. کلاب	یقظہ	مالک	کبیر	عبداللہ
رباح	کعب			۵. قصی	مخزوم	نصر	مرہ	رویبہ
عبدالعزی	عمرو		عبدشمس	۴. عبدمناف	عمرو	عبدود	صبیرہ	ہرم

[1] دارمی و صحیحین

نفیل	عامر	عبدالعزیٰ	امیہ	۳۔ہاشم	عبداللہ	عبدشمس	یعمر	بجیر
خطاب	ابوقحافہ عثمان	اسد	حرب	۲۔عبدالمطلب	مغیرہ	قیس	رکاب	حزن
عمر رض	ابوبکر عبداللہ	خویلد	ابوسفیان صخر	۱۔عبداللہ	ابوامیہ	زمعہ	جحش	حارث
حفصہ رض	عائشہ رض	خدیجۃ الکبریٰ	ام حبیبہ	محمد رسول اللہ صلعم	ام سلمہ	سودہ	زینب	میمونہ

فصل پنجم

اُمہاتُ المومنین، ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جُداگانہ حالات

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرلیشیۃ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی صلعم کے ساتھ لُوَیّ میں شامل ہو جاتا ہے دیکھو نمبر ۹۔ شجرہ نبویؐ۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی صلعم سے کیا۔ مہر کے چھ اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰[1] سال اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عتیق[2] بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا۔ اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہؓ کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی صلعم فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے۔ حضورؐ کی واپسی تک ناہرہ خدیجۃ الکبریٰ اور ستو تیار کر چھوڑتیں۔

---

[1] زرقانی نے منصوری سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ یہ روایت شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔
[2] مورخین میں اختلاف ہے کہ عتیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوہالہ سے۔ قتادہ نے عتیق کو پہلا بتایا ہے اور جرجانی نے ابوہالہ کو۔ صاحب استیعاب نے بھی قول جرجانی کو صحیح مانا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسندیدہ سمجھا ہے۔ استیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ صلعم لکھا ہے اور یہ تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوہالہ کے بعد ہی نبی صلعم کا نکاح ہوا ہو۔

حضرت خدیجہؓ کا لقب جاہلیت میں بھی طاہرہ تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔

جب نبی صلعم نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلاتِ نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ۔ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے جواب میں عرض کیا:۔ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ[1]۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الٰہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہؓ نے نبی صلعم سے عرض کیا کہ حضورؐ ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی صلعم نے جبریل کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال اسے بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا[2]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا و آخرت کی چار برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہؓ کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی صلعم نے حضرت خدیجہؓ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:۔

اٰمَنَتْ بِىْ حِيْنَ كَفَرَ بِىَ النَّاسُ۔ صَدَّقَتْنِىْ	(۱) وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔
حِيْنَ كَذَّبَنِىَ النَّاسُ۔ وَاَشْرَكَتْنِىْ فِىْ مَالِهَا	(۲) اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔
حِيْنَ حَرَمَنِىَ النَّاسُ۔ وَرَزَقَنِىَ اللّٰهُ وُلْدَهَا وَ	(۳) اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔
حَرَمَ وُلْدُ غَيْرِهَا۔	(۴) خدا نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ نبی صلعم سے ملنے آئی۔ نبی صلعم نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمھارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضورؐ باتیں فرماتے رہے۔ فرمایا خدیجہؓ کی سہیلی ہے۔ اسے خدیجہؓ کے ساتھ بہت محبت تھی[3]۔

---

[1] بخاری باب بدأ الوحی۔ ترجمہ یہ ہے: نہیں نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے۔ بخدا اللہ آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے۔ درماندوں کی دستگیری کرتے تہی دستوں کی امداد فرماتے، مہمانوں کی دعوت کرتے۔ اصل مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔

ناظرین غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی صلعم کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہؓ کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے حضور صلعم کے فضائل کیسے گہرے تدبر سے مطالعہ کیا تھا۔

[2] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ تا ر نبوت سے فیضان پاتا۔ نیک مرد ورقہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں کے بعد ہی واصل بحق ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معائنہ فرمایا۔

[3] الاستیعاب جلد ۲ ملخصاً۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ[1] نے اپنی صحیح کے باب تزویج النبیؐ خدیجہؓ و فضلہا میں بروایت ابوہریرہؓ روایت کی ہے:۔

اتی جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتت معھا اناء فیہ ادام او طعام او شراب فاذا ھی اتتک فاقرأ علیھا السلام من ربھا ومنّی وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب۔	جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ کہا۔ ابھی خدیجہؓ حضورؐ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام[2]۔ نیز میرا سلام کہہ دیجیے۔ اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دے دیجیے۔ جو خالص مروارید سے ہوگا۔ جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔

فرزندان خدیجۃ الکبریٰ

ہالہ اور طاہر اور ہند۔ حضرت خدیجہؓ کے فرزند ابوہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

۱۔ ہالہ بن خدیجۃ الکبریٰؓ کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر حاضر ہونے کے لیے اذن چاہا تو حضور صلعم نے نام سُن کر فرمایا اللّٰھمّ ھالہ۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا۔ اور وہ اپنے باپ سے روایت بھی کرتے ہیں۔

۲۔ طاہر بن خدیجۃ الکبریٰ کو نبی صلعم نے ایک ربع یمن کا حاکم مقرر فرمادیا تھا اور انتقال نبوی صلعم تک یہ بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعریین تھے۔ وفات نبویؐ کے بعد یمن میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے طاہر کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہر نے بمعیت مسروق بن الاجدع لشکرکشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہر کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں[3]۔

فَوَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ لَا شَیْئَ غَیْرُہٗ	لَمَا فُضَّ بِالْاَجْرَاعِ جَمْعُ الْعَثَاعِثِ
فَلَمْ تَرَعَیْنِیْ مِثْلَ جَمْعٍ رَاَیْتُہٗ	بِجَنْبِ مُجَازٍ فِیْ جُمُوْعِ الْاَخَابِثِ
قَتَلْنَاھُمْ مَا بَیْنَ قِنَّۃِ خَاصِرٍ	اِلَی الْقُیْعَۃِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ النَّبَائِثِ

---

[1] امام بخاری جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدق سے سال ولادت۔ لفظ نور سے سن وفات نکلتا ہے۔

[2] رب العالمین کا سلام۔ یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہؓ کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔ [3] الاستیعاب۔

[3] حسن اسمٰی بر جزو دل ۱۹۵۱ مطبوعہ قسطنطنیہ و معجم البلدان۔ ترجمہ اشعار یہ ہے:۔ بخدا اگر خدا ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فسادی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہ دی جا سکتی۔ میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سرزمین ان خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔ ہم نے ان پہاڑوں کی بلند اور ڈھلوان چوٹیوں والے ذات چوٹیوں والے میدان زمین پر قتل کیا۔ ہم نے ایک مال و زر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا۔ اور شور و شغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

دَفَنَّا بِأَمْوَالِ الاِخَابِثِ عَنْوَةً   جِهَارًا وَلَمْ نَغْفُلْ بِتِلْكَ الْمَشَاهِدِ[1]

۳۔ ہند بن خدیجۃ الکبریٰ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رض کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

ہند فصاحت و بلاغت میں مسلّمہ تھے اور وصاف النبیؐ مشہور تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

۴۔ ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مُردوں کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کی چارپائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا۔ اور واہند بن ہنداہ وا ابن ربیب رسول اللہ کا نعرہ لگایا جسے سُن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہوگئے اور دن بھر تمام بازار بند رہے[2]۔

اقارب:۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں۔ جو صحابیہ ہیں۔ ان کے فرزند ابوالعاص بن ربیع ہیں جو سیدہ زینب کے شوہر اور نبی صلعم کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے۔ جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیمہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے کی ہے۔ عوامؔ حضرت خدیجہ رض کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیر بن العوام (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام حضرت خدیجہ رض کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولادُ النبیؐ:۔ طاہرہ خدیجہ رض کے بطن سے جو اولاد نبی صلعم کی ہوئی۔ اس کا ذکر اولاد نبوی کی ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہ رض کا انتقال رمضان سنہ نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی صلعم میں ان کی مدت قیام ۲۴ سال ۶ ماہ۔ یا ۲۵ سال ہے۔

امّ المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔ قیس برادر سلمیٰ زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سودہ رض کے ننھیال نبی صلعم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔

یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انھوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی تھی۔ سکران

[1] الاستیعاب [2] الاستیعاب۔

نے حبش میں انتقال کیا۔ تب نبی صلعم نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے سنہ ۱۰ نبوت میں بعد از وفات خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ان سے نکاح کر لیا تھا۔

انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب :۔ عبدالرحمٰن اور عبدؓ ابنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں۔ اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔

مالک بن زمعہ ان کا برادر شفیق ہے۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامریہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

حضرت سودہؓ کا ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے معروف تھیں۔ انھوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وفات پائی۔

کتب احادیث میں ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔

صحیح بخاری میں ایک۔

سنن اربعہ میں چار۔

اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

(صدیقہ بنت صدیق۔ طیبہ زوج طیب۔ حبیبہ۔ حبیب اللہ)

ابوبکر صدیقؓ[1] کی بیٹی ہیں۔ ان کی ماں کا نام ام رومان زینب ہے۔ جن کا سلسلۂ نسب نبوی میں کنانہ سے جاملتا

---

[1] عبداللہ بن عثمان نام۔ ابوبکر کنیت، صدیق خطاب، عتیق علم، صاحب الغار لقب ہے۔ شہر روایات یہ ہے کہ رجال میں سب سے پہلے یہی مسلم ہوئے تھے۔ (۱) ان کے ذریعہ سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں (۲) یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جب کہ کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ (۳)، انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن فہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کر دیا تھا (۴) یہی شب ہجرت و نبی صلعم کے ساتھ غار ثور میں تھے (۵)، انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے (۶)، نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (۷)، نبی کو نبی صلعم نے غزوہ تبوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا جھنڈا برادشت ہی عطا فرمایا تھا۔ (۸)، نبی کو نبی صلعم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال امیر الحاج مقرر فرمایا تھا (۹) انہی کو نبی صلعم نے اپنے سامنے دم مرض الموت میں، بنی مجد میں نماز پڑھانے کو فرمایا تھا (۱۰) یہی سب سے پہلے رسول اللہ صلعم کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے مخاطب کیا گیا باقی ہر سہ خلفاء سے

(بقیہ صفحہ ۱۴۹ پر)

ہے۔ ان کا نکاح شوال سنہ نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال سلہ ہجرت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی صلعم

(بقیہ حاشیہ) راشدین صرف امیر المومنین کہلائے۔ (۱۱) انہی کے انتقام سے۔ سود عنسی مسیلہ کذاب و طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعاوی برباد ہوئے طلحہ بعد توبہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۱۲) انہی کے وقت میں عراق نیز شام کا کچھ حصہ فتح ہوا (۱۳) انہی کی کوششوں سے مانعین زکوۃ فریضۂ زکوۃ پر قائم ہوئے (۱۴) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفۂ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں:۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ — فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو..... تو ابو بکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہو گئے (انتقال کر گئے)

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا — بعد النبی واوفاھا حملا

وہ نبی صلعم کے بعد تمام خلقت میں بہتر، سب سے زیادہ متقی۔ سب سے زیادہ عادل اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

والثانی التالی المحمود مشھدہٗ — واول الناس منھم صدق الرسلا

وہی ہیں جن کو ثانی رسول قرآن میں کہا گیا۔ اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنھوں نے سب لوگوں سے پیشتر تصدیق رسالت کی۔

وکان حب رسول اللہ قد علموا — خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا

سب جانتے ہیں کہ ابو بکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے۔ خیر البریہ تھے۔ نبی صلعم ان کے برابر کسی کا درجہ نہ سمجھتے تھے....

خفاف بن ندبۃ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں:۔

ان ابابکر ھو الغیث اذا — لم یشمل الارض سحاب بماء

جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے۔ تو اس وقت ابا بکر لوگوں کی فریاد رسی کرنے والا ہے۔

تاللہ لا یدرک ایامہ — ذو طرۃ حاف ولا ذو حذاء

مجھے خدا کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پا برہنہ ہو یا نعل پوش ہو) ابو بکرؓ کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا۔

من یسع کی یدرک ایامہ — یجتھد الشد بارض فضاء

اگر کوئی شخص بوبکر کے فضائل حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوڑ دوڑ کر طے کرنے کی سعی کرتا ہے۔

ابو محجن ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں۔

وسمیت صدیقا وکل مھاجر — سواک یسمی باسمہ غیر منکر

تم ہی ہو جسے صدیق کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلایا جاتا ہے۔ اس پر سب کا عمل بلا انکار آج تک ہے

سبقت الی الاسلام واللہ شاھد — وکنت جلیسا بالعریش المشھر

خدا گواہ ہے کہ تم ہی کو سبقت الی الاسلام حاصل ہے.... اور عریش کے اندر نبی صلعم کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملا ہے۔۔

(بقیہ بر صفحہ ۱۵۰)

میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المومنین میں وہ طیبہ یہی ہیں جن کا پہلا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۔حدیث میں ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارأیتك فی المنام ثلث لیال جاء بی بك الملك فی سرقة من حریر فیقول هذه امرأتك فاكشف عن وجهك فاذا انت هی فاقول ان یكن هذا من عند اللہ یمضه[1]	رسول اللہ صلعم نے (عائشہ سے) فرمایا۔ میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا۔ کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضورؐ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کر دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ کی شادی کا اہتمام خطیرۃ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا تھا۔

محبت کا امتحان حضرت صدیقہ کو رسولؐ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوۂ انمار میں ان کی سواری کیمپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جنس لطیف کے لیے ایسا موقعہ سخت مصیبت کا ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت بھی ان کی قوت ایمانیہ اور ربانی نظرت

(بقیہ حاشیہ[2]) وبالغار اذ سمیت بالغار صاحبا ۔ وکنت رفیقًا للنبی المطهر

غار میں تم ہی تھے۔ اور صاحب الغار تمہارا ہی نام ہے۔ نبی مطہر کے رفیق تم ہی تو ہو۔

حدیث تحریر میں حضرت علی مرتضیٰ کا قول ہے وکان ابوبکر اعلمنا بہ ابوبکر ہم سے زیادہ علم والے تھے۔ بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایامًا ینادی بالصلوٰة فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰة علم الاسلام وقوام الدین فرضینا الدنیا لمن رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابوبکرؓ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند شب و روز بیمار رہے۔ حضورؐ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرما دیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لیے ہم نے دنیائی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی جسے رسول اللہ صلعم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی لیے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی د۔ د ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے کثرت پائی جاتی ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سی ۔۔۔ن عالی ہے میں اعلیٰ حضرت میر محمد عثمان علی خاں سابق خسرو دکن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔

(محمد سلیمان) ؓ و ۔ اقوال علی مرتضیٰ الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں ؓ

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] صحیح مسلم کتاب الفضائل وصحیح بخاری۔

کی عجیب شان نظر آئی۔ جب نبی صلعم نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہ نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کے فرمایا۔

فلئن قلتُ لکم انی بریۃ لا تصد قونی ولئن اعترفتُ لکم بامر واللہ یعلم انی بریۃ منہ لتصدقنی فواللہ لا اجد لی ولکم مثلاً الا ابا یوسف حین قال فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ[1]	اگر میں یہ کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی کہ میں کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کر لی جائیگی بس ایسی حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب کی مثال پاتی ہوں جنھوں نے کہا تھا کہ آزمایش میں صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں خدا ہی مددرساں اور کارساز ہے

صدیقہ رضؓ کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت رؤیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا جائے گا۔ مگر اس کا مجھے شان گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی صلعم جہاں اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا۔ اللہ پاک نے صدیقہ کی نصرت فرمائی۔ بے قصوری ظاہر کی۔ ان کو طیبہ ٹھہرایا۔ اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری۔ جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ[2] کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضؓ کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی صلعم کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ میں تھا۔ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری و مظلومی کے اور باوجود افترا پردازوں کو جھوٹا جاننے کے آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہرچند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی دردمند ہوئے ہیں اور نبی صلعم کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رؤیا میں ظاہر فرمائی جائے گی۔ لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکسار اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:۔ حضرت عائشہ رضؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا۔

کَمُلَ من الرجال کثیرًا ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران وآسیۃ	مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجہ کو پہنچے۔ مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زن فرعون ہی تکمیل تک پہنچیں

---

[1] صحیح بخاری غزوہ انمار۔ [2] پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ سورہ نور۔

امراۃ فرعون وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام ۔
اور عائشہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔

انس بن مالک سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے:۔

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہؓ کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الٰہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہو گئی تھی اس کا ذکر صحیح بخاری کی اُس حدیث میں ہے جسے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

وَاللّٰہِ مَا نَزَلَ عَلَیَّ الْوَحْیُ وَاَنَا فِیْ لِحَافِ امْرَاۃٍ مِنْکُنَّ غَیْرَھَا[1]
یہ عائشہؓ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

یہی وجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہراؓ کو محبت عائشہؓ کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:۔

ای بنیۃ الست تحبین ما احب فقالت بلیٰ فقال فاحبی ھٰذہ[2]
پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا، بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

حضرت عائشہؓ کے کمالات عُلیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے:۔

انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا انّ جبریل یقرأ علیك السلام قالت قلت وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ
نبی صلعم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر اللہ کا سلام اور رحمت ہو۔

حضرت عائشہؓ کے احسانات بر امت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک ہار حضرت اسماء (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا۔ جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی صلعم نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اسی وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اُسید بن حُضیر نے حضرت عائشہؓ کو

---

[1] امام مسلم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲۰۴ھ، سنہ وفات ۲۴ رجب ۲۶۱ھ ہے۔

[2] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا۔ یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

مخاطب کرکے کہا جزاکِ اللہُ خیرًا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

مانزل بك امرٌ قط الا جعل اللہ لكِ — جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو خدا نے خود اس میں کشود کار فرمائی اور

منہ فرجاً و مخرجاً و جعل للمسلمین برکۃً — مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔

حضرت صدیقہؓ کی محبتِ رسولؐ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں:۔

۱۔ صحیح مسلم میں، ایک سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلعم کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہؓ نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہؓ کے اونٹ سے تبدیل کرلیا۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی طرف گئے۔ جس پر حضرت حفصہؓ سوار تھیں اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہؓ کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں۔ تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:۔

يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا اَوْ حَيَّـةً — اے رب کسی سانپ یا بچھو کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے۔

تَلْدِغُنِيْ۔ وَ رَسُوْلُكَ وَ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ — اور وہ تیرے رسولؐ ہیں .... ان کی شان میں تو

اَقُوْلَ لَهٗ شَيْئًا؛ — میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی؛

۲۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلعم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا عائشہؓ! تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے (اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست

وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا اگر ابوکبیر ہذلیؔ حضورؐ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضورؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے:۔

ومبرءٌ من كل غبر حيضة؛ — و فساد مرضعة و داء معضل

واذا نظرت الى اسرة وجهه — برقت كبرق العارض المتهلل[2]

---

[1] دورِ جاہلیت کا مشہور شاعر۔ [2] ترجمہ:۔ وہ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے؛

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا پھر عائشہ صدیقہ کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا مَا سَرَّتِ مِنِّی کَسُرُوْرِیْ مِنْكِ۔ جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا۔ اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔

۳۔ حضرت صدیقہ کی محبت رسولؐ کی ایک مثال وہ ہے جو قرآن مجید کی آیت تخییرؔ کے نزول پر ظاہر ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (۳۳: ۲۸ تا ۲۹)

اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی و زینت چاہتی ہو تو آؤ تمھیں رخصتانہ دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں۔ لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول صلعم اور آخرت کی خواہاں ہو، تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں ان کے لیے خدا تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت صدیقہؓ ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہؓ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا۔ کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ اور رسولؐ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں[۱]۔ اس جواب میں انھوں نے اپنی محبت باخدا اور محبتِ رسولؐ کا ثبوت بھی دیا۔ نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی۔ جس کا اتباع سب ازواج النبیؐ نے فرمایا۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہؓ سے بڑھ کر نہیں پایا[۲]۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آ پڑتا تھا۔ تو وہ حضرت صدیقہؓ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

ام المؤمنین عائشہؓ جس طرح اپنے فرزندانِ شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں، اسی طرح اپنی جود و سخاوت سے فقرا و مساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں۔ میں نے عائشہؓ صدیقہ کو دیکھا۔ انھوں نے ایک روز میں ستر ہزار درہم راہ خدا میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا کرتا تھا۔ ایک روز عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انھوں نے سب کے سب اسی روز راہ خدا میں صدقہ

[۱] صحیح بخاری کتب التفسیر

کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہؓ کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ مجھے تو خیال نہ آیا، تو نے یاد دلا دینا تھا[۱]۔

خدیجہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کے فضائل علامہ ابن قیمؒ نے ایک بحث لکھی ہے کہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ میں سے افضل کون ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تین مذہب ہیں۔ (۱) خدیجہؓ افضل ہیں۔ (۲) عائشہؓ افضل ہیں۔ (۳) سکوت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں۔ ہر دو میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے۔ (۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باعث تسکین و تسلی و ثبات تھیں۔ (۲) انھوں نے اپنا مال محبتِ رسولؐ میں نثار کیا۔ ان کو آغازِ اسلام کا زمانہ ملا۔ اور اس وقت میں انھوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم کے لیے ہر ایک رنج و تکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔ (۳) انھوں نے جو کچھ وقت میں نصرتِ رسول خدا کی۔ پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں۔

طیبہ صدیقہؓ کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے (۱) جو تفقہ انھوں نے دین میں حاصل کیا۔ (۲) اور جو تبلیغ انھوں نے امت کو فرمائی۔ (۳) اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انھوں نے کیے اور جو علمی فوائد انھوں نے فرزندانِ امت کو پہنچائے۔ وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہؓ کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے

صحیحین میں متفق علیہ	۱۷۴ حدیثیں
صرف صحیح بخاری میں	۵۴ "
صرف صحیح مسلم میں	۶۷ "
دیگر کتب معتبرہ میں	۲۰۱۷ "

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور متعدد واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے[۲]۔

جہاد فی سبیل اللہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

ولقد رأیت عائشة بنت ابی بکر وام سلیم وانهما لمشمرتان اری خدم سوقهما تنقزان القرب

---

[۱] مدارج نبوت جلد دوم صفحہ ۵۰۷ ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ للعالمین کر چکا ہے۔ ترجمہ ... عمرۃ ... سے

[۲] ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ نے دیگر مکثرین فی الروایت کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے عمر فاروق ۵۳۷۔ علی مرتضیٰ ۵۸۶۔ ابن مسعود ۸۰۰ و چند۔ جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس ۱۵۰۰ سے زیادہ۔ ابن عمر و انس حضرت عائشہ کے برابر۔ کتاب الفصل فی الملل۔ الجزء الرابع۔

على متونها تفرغانه فى افواه القوم ثم ترجعان فتملانها ثم تجيئان فتفرغانه فى افواه القوم۔

صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہوجاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔

جنگ بدر میں رایت نبوی کا پرچم مرطِ عائشہ صدیقہؓ تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی۔ وہ نشان عائشہ طیبہؓ کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہؓ کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے[۱]

حضرت حسان ثابت (المويد بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:۔

حِصَانٌ رِزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ	وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ
عَقِيْلَةُ اَصْلٍ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ	كِرَامِ الْمَسَاعِىْ مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ
مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَهَّرَ اللّٰهُ خِيْمَهَا	وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَّبَاطِلِ
فَاِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيْلَ عَنِّىْ قُلْتُهٗ	فَلَا رَفَعَتْ صَوْتِىْ اِلَىَّ اَنَامِلِىْ
وَاِنَّ الَّذِىْ قَدْ قِيْلَ لَيْسَ بِلَائِطٍ	بِهَا الدَّهْرُ بَلْ قَوْلُ امْرِءٍ متماحلِ
فَكَيْفَ وَوُدِّىْ مَا حَيِيْتُ وَنُصْرَتِىْ	لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زَيْنُ المحافلِ
رَاَيْتُكَ وليغفر لك الله حُرَّةً	مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرِ ذَاتِ الْغَوَائِلِ[۲]

عائشہ صدیقہؓ کے انصاف اور صداقت کے لمعات اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المومنین زینب بنت جحش کی تعریف میں کہتی ہیں:۔

(۱) عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. يومًا لنسائه اسرعكن لحوقًا بى اطولكن[۳] يدًا قالت فكانت اطولنا يدًا زينب رانها كانت تعمل بيدها وتتصدق۔	(۱) ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آملے گی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب ازواج بڑھ بڑھ کر کام کرنے لگیں لیکن ہم میں سب سے زیادہ سخی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثابت ہوئیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کماتی اور پھر اس کو راہ خدا میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔
(۲) وما رأيتُ امراة قط خيرًا فى الدين	(۲) میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا

---

[۱] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۔ [۲] سیرت محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۔ [۳] اطول طول سے ہے۔ طول کے معنی جود و سخاوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذوالطول ہے۔

من زینب واتقی اللہ واصدق حدیثاً و اوصل للرحم واعظم صدقۃ۔

زیادہ تقویٰ رکھنے والی، بہت زیادہ سچ بولنے والی اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ دینے والی تھیں۔

(ب) ام المومنین صفیہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:۔

(۱) رایت صانعۃ طعام مثل صفیۃ (صحیح نسائی)

میں نے صفیہؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج) ام المومنین سودہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:۔

ما من الناس احد احب الی من ان اکون فی سلاخہ من سودۃ بنت زمعۃ الا ان بھا حِدّۃ۔

سودہؓ میں ذرا تیزی تو تھی۔ ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں۔ جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے زیادہ پیارا ہو۔

(د) ام المومنین جویریہؓ کی صفت جمال بیان کرتی ہیں:۔

کانت جویریۃ علیھا حلاوۃ وملاحۃ لا یکاد یراھا احد الا وقعت فی نفسہ۔

جویریہؓ میں شیرینی و دلکشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

امومت امت:۔ بشر بن عقربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اُحد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اما ترضیٰ ان تکون عائشۃؓ امک و اکون انا اباک[1]

کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہؓ تو تیری ماں ہو اور میں تیرا باپ ہوں۔

اس حدیث میں بمقابلہ دیگر ازواج کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخصیص امومت فرمائی ہے۔

لغزش حضرت عائشہ کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں، اس جنگ کا نام جنگِ جمل[2] اسی لیے مشہور ہوا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا ہودج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام عسکر تھا۔ اس

---

[1] . استیعاب جلد اول صفحہ ۲۶۳ ۔ یہ واقعہ ۵ جمادی الآخر ۳۶ھ کو ہوا۔ لڑائی صبح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آغاز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہ زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہونے سے پیشتر انھوں نے بیعت مرتضوی کی تجدید حضرت علیؓ کے ایک فرستادہ کے ہاتھ پر کی۔ ابن حزم و ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغاز جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چند شریر جو قتل عثمانؓ سے ملوث تھے، جنگ اس طرح کرا دی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ وہ سمجھے کہ یہ فعل بحکم و بعلم حضرت علی ہوا ہے، انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہو گئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المومنینؓ اور زبیر و طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے رفقاء نے امامت علیؓ کے بطلان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ نہ انھوں نے نقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔ یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاقیہ تھی جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ کتاب الفصل فی الملل جزو چہارم صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ مطبعۃ الادبیہ بمصر ۱۳۱۷ھ ۔

جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ امیر المومنینؓ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہؓ نے فرمایا تھا کہ میری اور علیؓ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاوج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا بخدا یہی سچی بات ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔ (۴۹:۹)

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں۔ تو ان میں صلح کرادو۔

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے۔ جس کے دونوں فریق مومن تھے۔ اس مصداق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ تک پڑھ لینا چاہیے۔ کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ عائشہ طیبہؓ کی صداقت اور مودت علیؓ و فاطمہؓ سلام اللہ علیہم کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے:۔

قال دخلت مع عمتی علی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فسئلت ای النساء کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فاطمۃ قیل من الرجال قالت زوجھا۔[1]

راوی نے کہا۔ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا۔ ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی صلعم کو کون تھی۔ انہوں نے کہا فاطمہؓ۔ پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ فرمایا شوہر فاطمہؓ۔

دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ میں حسنینؓ اور علیؓ و فاطمہؓ داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہؓ ہی نے بیان کیا ہے۔

جن دنوں جنگ جمل کی ابتدا تھی حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفقائے مرتضویؓ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّھَا زَوْجَتُہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ابْتَلَاکُمْ لِتَتَّبِعُوْہُ اَوْ اِیَّاھَا۔[2]

میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ دنیا و آخرت میں ہیں۔ لیکن خدا نے تم سب پر آزمایش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو۔ یا حضرت علی مرتضیٰؓ کا۔

عائشہ صدیقہؓ جن خصوصیات کا ذکر بطور فخر فرمایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے:۔

تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ بَیْتِیْ وَ فِیْ نَوْبَتِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَ رِیْقِیْ

نبی صلعم نے میرے گھر میں میری نوبت میں میرے سینے اور گلوکے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت کے ساتھ ملا

---

[1] تیسیر الوصول فی جامع الاصول جز ثانی ذکر فاطمہؓ ۔ [2] صحیح بخاری باب فضل عائشہؓ۔

وَرِیقِہٖ قَالَتْ دَخَلَ عبد الرحمٰن بِسَوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم فَاَخَذَتْہُ فنصفتہ ثُمَّ سَنَّنْتُہٗ	دیا وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے رسول اللہ صلعم کو ضعف تھا یہ دیکھ کر کہ آنحضرت صلعم مسواک فرمانا چاہتے ہیں میں مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی پھر آنحضرت صلعم کو مسواک کرا دی۔

حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ در جنت کو کھٹکھٹا ڈ کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا۔ کیوں کر کھٹکھٹائیں۔ فرمایا بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے بُرے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ ۹ سال کی مصاحبت قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے۔ قریباً نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اقارب:۔ حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان کنانیہ ہیں۔ جن کا انتقال رمضان ۶ھ ہجرت میں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا:۔

اللّٰہم لا تخفی علیك مالقیت ام رومان فیك وفی رسولك ؛	الٰہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے، تیرے رسولؐ کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔

نیز فرمایا:۔

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی اِمْرَاَۃٍ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَنْظُرْ اِلٰی اُمِّ رُوْمَانَ[1]	اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

اقارب:۔ ۱۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جب ولی عہدی یزید کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا:۔

اھرقلیۃ اذا مات کسریٰ قام کسریٰ مکانہ لا نفعل واللہ ابداً ؛	کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسریٰ مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسریٰ بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن کا بیٹا بھی صحابی ہے۔ اس طرح ابوبکر صدیقؓ کے خاندان میں چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

---

[1] استیعاب ص۹۔ صحیح بخاری میں مسروق تابعی نے یک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد انتقال نبی صلعم ہوئی تھی۔

حضرت عائشہؓ نے ان کی وفات پر یہ دو شعر بطور تمثیل پڑھے تھے:۔

كنّا كندمانَي جذيمة حقبةً	مِنَ الدَّهرِ حتّى قيلَ لَن يتصدّعا
فلمّا تفرّقنا كأنّي ومالكًا	لِطُولِ اجتماعٍ لم نبِتْ ليلةً مَعا

۲۔ طفیل بن سنجرہ ان کا اخیافی بھائی ہے۔

۳۔ عبداللہ بن فضالہ لیثی حضرت عائشہؓ کا پدرِ رضاعی تھا۔ ابا عائشہؓ کنیت کرتا تھا۔ قاضی بصرہ ہو گیا تھا۔ عبداللہ اور فضالہ دونوں صحابی تھے۔

۴۔ ان کی علاتی بہن اسماء بنت ابوبکرؓ ذات النطاقین ہیں۔ ان کا اسلام ۱۷ شخصوں کے بعد تھا۔ قریباً سو سال کی عمر میں (۱۰ ماہ جمادی الاول ۷۳ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر کی والدہ ہیں۔

۵۔ ان کے علاتی بھائی عبداللہ بن ابوبکرؓ ہیں۔ جو غزوۂ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی صلعم نے جو فرمان عیسائیان نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا۔ اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر تھے[۱]۔ ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھیں۔ یہ وفات صدیقؓ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

۶۔ ان ہی کے علاتی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو ربیب علی مرتضیٰؓ ہیں۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔

۷۔ حضرت صدیقہؓ کی ایک لونڈی بریرہ تھیں۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک! تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔ پس اگر تو صاحبِ سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے:۔

ان الرجل ليدفع عن باب الجنة	کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا۔ حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے۔
بعد ان ينظر اليها بملاء محجمة من	پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے
دم يديقه من مسلم بغير حق[۲]	مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔

---

[۱] یہ دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے۔ لیکن جدائی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ یکا میرنے سے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلا دی۔ جب وہ مقررہ دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ تنے میں ایک شخص ہانپتا ہوا آ گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنا لیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

[۲] کتاب الخراج صفحہ ۷۳ قاضی القضاۃ ابو یوسفؒ ولادت ۱۱۳ھ۔ وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ؛ [۳] الاستیعاب صفحہ ۹۲؛

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہؓ کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہؓ کو معاویہ کی طرف سے سخت رنج تھا۔ لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔

عبدالرحمٰن بن شماسۃ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں مَیں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہؓ سے ملنے گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمھارے سرلشکر کا حال کیسا تھا۔ پھر فرمایا میری طبیعت کا خیال نہ کرو۔ بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔

عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مرجاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مرجاتا تو فوراً گھوڑا بہم پہنچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو دوسرا آدمی جھٹ بھیج دیتا تھا۔

یہ سُن کر حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:۔

اَسْتَغْفِرُ اللہ اَللّٰھُمَّ اغفر لی ان کنت	میں خدا سے بخشش چاہتی ہوں۔ خدایا مجھے معاف فرما۔ میں تو اس سے
لا ابغضہ من اجل انہ قَتَلَ اخی وقد	بغض رکھتی تھی اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے الٰہی جو کوئی
یقول اللّٰھم من رفق بامتی فارفق بہ ومن	میری امت کے ساتھ مہربانی کرے اس پر مہربانی فرمانا اور جو کوئی امت
شق علیھم فاشقق علیہ[1]	پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔

۲۔ ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل پڑا۔ دونوں نے انھیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا تم اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا۔۔۔ دیکھو تو سہی کہ حسان نبی صلعم کی شان میں کس طرح کہتا ہے۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ	وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ	لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔ صدیقہؓ نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں[2]۔

---

[1] استیعاب [2] اس بارہ میں مختلف روایت ہے کہ حضرت حسان نے قصہ افک میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل ہو سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی براءت بھی ظاہر کرتے ہیں:۔

فان کان ما قد قیل عنی قلتہ	فلا رفعت سوطی الی انا ملی
کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی سخن نازیبا لفظ کہا ہے۔	اگر یہ سچ ہے تو خدا کرے کہ میرا ہاتھ ہی بالکل شل ہو جائے۔

عائشہ صدیقہؓ نے ۶۳ سال کی عمر میں، ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پیشتر خُنَیس بن حذافہ بن قیس بن عدی السلمی کے گھر میں تھیں۔

خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین میں سے تھے انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر و احد میں حاضر ہوئے اور جنگ اُحد میں زخمی ہوکر مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ السلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور بہادر و شاعر ہیں۔

حضرت خنیسؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے حفصہؓ کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا کیونکہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ صلعم کا انتقال بھی انھی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ آجکل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اب حضرت عمرؓ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

یتزوج حفصۃ من ھو خیر من عثمان و	حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان
یتزوج عثمان من ھی خیر من حفصۃ ۔	کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے۔

بعدازیں نبی صلعم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کرلیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم بیاہ دی۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مل کر فرمایا۔ تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ صلعم حفصہؓ کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے اور میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ راز ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ ہاں اگر آنحضرت صلعم نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کرلیتا۔ ان کا انتقال بعمر شصت سالہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبریلؑ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:۔

اِنَّهَا قَوَّامَةٌ صَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا	وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے۔ اور
زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ ؛	وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے[1]

ولادت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانچ سال قبل از بعثت ہے[2]

مرویات حفصہ ام المومنین :۔	متفق علیہ	۴
	صحیح مسلم میں	۶

---

[1] الاستیعاب؛ [2] مدارج النبوت؛

دیگر کتب احادیث میں ۵۰ ...... کل ۶۰

بعض لوگ آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا کی تفسیر میں ام المومنین حفصہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی صلعم کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

اقارب:۔ ۱۔ عمر فاروقؓ جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ ۱۳ھ میں بعد وفات ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تھے۔ اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تامل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی جب ان کو پتہ لگا کہ وہ ابولولو نصرانی ہے۔ تب فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ قَتْلِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یُّحَاجُّنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]

۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال ۷۳ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں[2]۔

۳۔ حضرت حفصہؓ کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی صلعم سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

۴۔ ان کے ماموں عثمان بن مظعون ہیں۔ ۱۳ کس کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالہجرتین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی صلعم نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم علیہ السلام کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا الحق بالسلف الصالح منا۔

اُم المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے ہوا۔ دوسرا عبیدہ سے ہوا۔ یہ دونوں نبی صلعم کے

---

[1] جب نبی صلعم نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کہی (سورہ تحریم)۔ سو خدا کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الٰہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔

[2] فاروقی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ قطب الاقطاب خواجہ فرید گنج شکر۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم سب فاروقی ہیں۔ شاہ ابو محمد ... دہلوی المسکن مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت ... معصوم صاحب ترین ... کابل کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔

عم زاد بھائی یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمہ زاد ہیں۔ اور ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔ جنگ اُحد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام مومنین میمونہؓ کی بہن ہیں۔

اُم المومنین اُم سلمہ (ہند) رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاد الراکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ام سلمہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔

ام سلمہ نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ ابوسلمہ کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی صلعم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں نبی صلعم اور حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہؓ تینوں برادرانِ رضاعی بھی ہیں۔ ام سلمہ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی۔ اور پھر مکے میں واپس آگئے تھے مکرر جب ابوسلمہ وام سلمہ مع اپنے بچے سلمہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابوسلمہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علیٰ ہذا ام سلمہؓ کے گھرانے والوں نے ام سلمہ کو چھین لیا کہ ام سلمہ کو جو ہمارے خاندان کی لڑکی ہے۔ تم نہیں لے جا سکتے۔ ابوسلمہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انھوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور خدا و رسولِ خدا کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہ مکے ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے علٰحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و بکا پر نرم آگیا۔ انھوں نے بچہ بھی دیدیا اور ان کو سفر کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ و تنہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے۔ گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ لیکن ان کو ام سلمہ کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر سوار کراتے۔ خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل بہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے۔ تو کہا: "دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو۔ میں واپس جاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابوسلمہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ اُحد میں زخمی ہوئے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ وہ

جمادی الآخر ۴ھ ہجرت میں انھوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا۔ اللہم اخلفنی فی اھلی بخیر[1]
چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محبت اور قرابت ابوسلمہ سے تھی۔ اور مدت العمر
انھوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی۔ نیز ام سلمہؓ نے اسلام کے لیے ہجرت حبشہ اور
ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا۔ ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی صلعم نے
ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا۔ اور ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ حضورؐ کے ربیب تھے اور انھوں نے
زیر تربیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش پائی۔

اقارب:- ۱۔ عمر بن ابوسلمہؓ ۲ھ ہجرت میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جانب سے فارس اور
بحرین کے حاکم رہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن سہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے
احادیث کی روایت کی ہے۔

۲۔ سلمہ بن ابوسلمہ کے ساتھ نبی صلعم نے امامہ بنت امیر حمزہ کا نکاح کر دیا تھا۔ انھوں نے عبدالملک کے عہد
میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔

۳۔ زینب بنت ابوسلمہ کا نکاح عبداللہ بن زمعہ بن اسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں
سب عورتوں سے زیادہ فقیہہ تھیں۔ اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرت حبش
کرکے مکے سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچہ ہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ یہ حضورؐ کے قریب پہنچ
گئیں۔ نبی صلعم نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق
اور تازگی تازندگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔

یوم الحرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب
نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ واللہ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے۔ لیکن ایک کی مصیبت
دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا۔ اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔
مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس
کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبتِ عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

۴۔ ام کلثومؓ بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے نجاشی کی موت
اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرما دی تھی۔

۵۔ درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہؓ نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضورؐ

---

[1] الٰہی میرے کنبہ کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا۔

......درّہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی۔ تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابوسلمہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

۶۔ زہیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادر زادے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔

۷۔ عبداللہ کی ماں عاتکہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید العداوت تھا۔ لیکن سہم الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینے کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت صلعم سے ملاقی ہو کر اسلام لائے۔ اور عفو تقصیرات سے شادکام ہوئے۔ فتح مکہ اور حنین اور غزوۂ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔

۸۔ عامر مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔

۹۔ مہاجر حضرت ام سلمہ کے برادر شفیق ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حارث بن عبد کلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا۔ اور پھر صدقات کندہ و صدف کا عامل بھی بنا دیا تھا۔ اور پھر ابوبکر صدیق رضؓ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا۔ اور حضرموت میں قلعہ نجیرا انہی نے فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہ رضؓ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۹ھ کو بعمر ۸۴ سال ہوا۔ بعض نے ۶۲ھ میں روایت کیا ہے۔

مرویاتِ ام سلمہ رضؓ ام المومنین۔ کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:۔

صحیحین میں	۱۳
صرف صحیح بخاری میں	۳
صرف صحیح مسلم میں	۱۳
دیگر کتب حدیث میں	۳۴۹......... کل ۳۷۸

ام المومنین ام سلمہ رضؓ نے اپنے چچا زاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:۔

یا عین فابکی الولید[۱] ابن الولید بن المغیرہ

قد کان غیثاً فی السنین ورحمۃ فینا و میرہ

ضخم الدسیعہ ماجدا یسمو الی طلب الوتیرہ

مثل الولید بن الولید ابی الولید کفی العشیرہ

(ولید بن ولید اور خالد بن ولید اور ہشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضؓ کا دادا ایک ہے۔ یعنی مغیرہ۔)

---

[۱] ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم الاسلام ہیں۔ حضرت خالد کو رغبت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ استیعاب۔

اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زینب بنتِ جحش بن ایاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمۃ الاسدی۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔

زید بن حارثہ کا نسب والی

ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کا نسب آبائی قضاعہ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بھی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید نجیب الطرفین تھے۔ مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھا لیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام ان کو خدیجۃ الکبریٰ کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجۃ الکبریٰ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا۔ تب انھوں نے نبی صلعم کو زید ہبہ کر دیے۔ زید کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتہ لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی صلعم سے درخواست کی کہ زید کو واپس دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرما لیا۔ مگر زید پر نبی صلعم کے الطاف و اشفاق کا اس قدر اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت صلعم کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں۔ بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے۔ تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الفت و محبت دیکھ کر زید کو زید بن محمدؐ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بعثت نبوت سے پیشتر کے ہیں۔ نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی صلعم نے فرمائی۔ ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی صلعم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنا لیا۔

ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے

ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے"۔ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنتِ جحش کا نکاح زید سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی۔ کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص

اصلاحِ غلامی

کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر مٹنے والے تھے۔ وہ سید وُلدِ آدم اور مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے زینب اور ان کے اقربا نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا[1]۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اصلاح کا عزم فرمالیا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ اس پر برابر قائم رہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

---

[1] دار قطنی مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۴۱۶

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۳۳:۳۶)	جب خدا اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دے۔ تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس امر میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

اس حکم کے بعد اقربائے زینب اور زینبؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا۔ اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا۔ اور حضرت زینبؓ بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت زینبؓ ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔

عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنا لیا کرتا جسے متبنّٰی کہا جاتا۔ اس کے بعد شخص متبنّٰی اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کیا کرتا اور فرزندی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔

یہ رسم فی الحقیقت قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنّٰی کرنے والا شخص گویا خدا سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھ، میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔ اس کے علاوہ:۔

الف:۔ اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا۔ کیونکہ ورثاء تو حقیقی طور پر وارث ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔ تب رسم تبنیت سے تمام خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

ب:۔ بننے والا فرزند جو شجرۂ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس سے حسد کیا کرتے تھے۔

ج:۔ متبنّٰی کرنے والا اگرچہ متبنّٰی کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ، چاؤ سے پرورش کیا کرتا۔ لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ متبنّٰی کس قدر معرا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے۔ اس کا دل بھی بجھ جاتا۔

د:۔ ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے ثمرۃ الفؤاد سے خود محرومی گوارا کی تھی۔ اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔ جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا۔ تو وہ تہمت اس مصیبت

تبنیت کے بُرے نتائج

تبنیت کی تشبیہ خضاب سے۔

کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا در اس پردہ خود اپنے کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتاتا۔ ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے۔ ع:۔

آخر تو کھل ہی جاتی ہے۔ رنگت خضاب کی۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زبوں کی بھی اصلاح کرے۔ اور خدا کا رسولؐ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے۔ خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا تھا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ (۳۳: ۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا:۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج (۳۳: ۴، ۵)

خدا نے تمھارے منہ بولے شخصوں کو تمھارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمھاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں۔ اور اللہ سچ سچ فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو، خدا کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی دنیا بھر کے لیے نمونہ ہے۔

ہر دو آیات بالا میں نہایت وضاحت اور زور و قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا۔ جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا۔ لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہؐ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ جو اپنے حلم و تقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید سے قریباً دو چند بڑی بیوہ اور حبشی الاصل تھی) خوش خوش بسر کر رہا تھا۔ زینب کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت بایں رسید کہ نبی صلعم کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی صلعم نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ[1] کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللّٰهَ[2] کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔ لیکن خاوند بیوی کا

خاوند بیوی کا رشتہ

[1] اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (احزاب ع ۵) [2] اللہ سے ڈر۔

عجب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اس طلاق کا اثر زینب اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ تو زید کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اپنے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکم خدا اور رسول پر عمل کیا تھا۔ اور یہ بات ان کے شان گمان سے بھی باہر تھی کہ حکم خدا اور رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے زینبؓ کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی۔ اور اسے دنیا کے منہ سے یہ بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا اثر ہوا ہوگا؟ اول تو حضور صلعم کی اس مصلحت دینیہ کو صدمہ پہنچا۔ جس کے استحکام کے لیے اس نکاح پر حضورؐ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص سے تزویج پر رضامند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا۔ اور مولٰی[1] کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوم زینبؓ اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی آماج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضورؐ کے رحم پرور قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضورؐ کو مطلع کرتی ہے کہ زینبؓ کو ام المومنین کا درجہ عطا کیا گیا اب خدا کا نبیؐ بذاتِ خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہوگیا۔

اللہ اکبر! ایک وقت تھا جب ایک رسم کی پابندی نے زینبؓ کو زید سے شادی کرنے میں روک دیا تھا۔ اور ایک وقت وہ ہے جب رسم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی صلعم نے حضرت زینب سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن خدا کا حکم پورا ہوا۔ اور نبی صلعم نے حضرت زینبؓ کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب متبنّٰی گری کی اس رسم کی جڑیں کٹ گئیں۔ جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا۔ کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے اب کہ زید کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بنا دیا گیا تو تبنیت کی تائید میں کسی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔

اور تبنیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسم کو برباد ہوتے دیکھ کر رو دئے چلائے ہوں اور انھوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی صلعم یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قاتل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں۔ لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی مناد اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں

ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس قصہ سے رنجیدہ و ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات

[1] آزاد کردہ غلام کو مولی کہا کرتے تھے۔

نے تہنیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیحؑ نے تبنیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے؟

ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تبنیت ہی کا بطلان ہوا۔ بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا۔ کیونکہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا۔ ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو۔ بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا و بہتان ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے۔ پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں، یہ جسم اور رُوح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حوائج انسانی کا محتاج ہے۔ جو ایک دن پیدا ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے نہ تھا۔ جو ایک دن مر جائے گا۔ وہ لقمہ فنا ہو گا۔ کیوں کر اس حی القیوم زندہ خدا کا فرزند ہو سکتا ہے۔ جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصے سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔

ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت لکھنے کا تھا۔ اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے ابطال میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے۔ اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں:-

هِيَ الَّتِيْ تُسَاوِيْنِيْ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	زینبؓ ہی تو جو بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میری منزلت میں برابر برابر تھی۔

جب حضرت زینبؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال[1] کی تھی اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کرسکے گا۔ کہ آنحضرت صلعم حضرت زینبؓ کے حسن کو یکایک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔ زینبؓ تو نبی صلعم کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں، آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں۔ ان کی شکل و صورت کیونکر آنحضرت صلعم سے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر ۳۶ سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے۔ ایسا کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آزاد کردہ غلام، تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الاتقیاء اس پر شیفتگی کا اظہار کریں۔

---

[1] انسان العیون نے ۳۵ سال کی بتائی ہے مگر حساب سے ۳۶ سال نکلتی ہے۔

عقل اور عادت۔ تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زینب[۱] نے ۲۰ھ میں وفات پائی[۱] اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ ان کی کنیت ام الحکم لکھی ہوئی ہے[۲]۔

اقارب:۔ ان کے تین بھائی۔ عبد اللہ[۱] المجدع فی اللہ۔ ابو احمد[۲] عبد اللہ۔ عبید اللہ[۳] اور تین بہنیں۔ زینب[۱]۔ حمنہ[۲] اور ام حبیبہ[۳] ہیں۔

۱۔ عبد اللہ بن جحش نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ سے مشرف ہوئے۔ ان کو ۲ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطن نخلہ کی جانب ۱۲ مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا۔ اور امیر المومنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اور احد ہی میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبد اللہ نے کہا۔ آؤ، ہم خدا سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دعا کریں۔ میں نے کہا اچھا۔ ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی۔ الٰہی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو۔ جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو۔ پھر مجھے فتح ہو۔ میں اسے قتل کروں۔ اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبد اللہ نے کہا، آمین۔ پھر عبد اللہؓ نے اپنے لیے دعا کی:۔

اللّٰھم ارزقنی غدًا رجلاً شدیدًا باسہ	الٰہی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو۔ ہم
شدیدا حردہ اُقاتلہ فیک ویقاتلنی	دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو۔ پھر وہ مجھے قتل کر دے
فیقتلنی ثم یاخذنی فیجدع انفی و	پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں۔ تو دریافت فرمائے کہ
اذنی فاذا لقیتک قلت یا عبد اللہ فیم	عبد اللہ تیری ناک اور کان کاٹے گئے۔ تب میں عرض کروں۔ تیری
جدع انفک واذنک فاقول فیک وفی	راہ میں۔ تیرے رسول کی راہ میں۔ تب تو فرمائے کہ تو سچ
رسولک فتقولُ صَدَقْتَ	کہتا ہے۔

سعدؓ کا قول ہے کہ عبد اللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے۔

بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:۔

تُعِدُّوْنَ قَتْلاً فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَۃً ۔۔۔ وَاَعْظَمُ مِنْہُ لَوْ یَرَی الرُّشْدَ رَاشِدٌ

حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا کہتے ہو۔ لیکن اگر وہ عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔

صُدُوْدُکُمْ عَمَّا یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ ۔۔۔ وَکُفْرٌ بِہٖ وَاللّٰہُ رَاءٍ وَشَاھِدٌ

کہ تم لوگوں کو محمد صلعم کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے ہو۔ خدا تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے وہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے۔

ایک شہید کی تمنا اور دعا۔

۱؎ کتاب استیعاب۔ ۲؎ مدارج النبوت جلد ۲۔ ۳؎ مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف توصیفی کنیت ہو۔

وَاِخْرَاجُکُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللہِ اَھْلَہٗ   لِئَلَّا یُرٰی لِلّٰہِ فِی الْبَیْتِ سَاجِدٗ

(تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ خدا کو سجدہ کرنیوالا کوئی شخص   بھی نظر نہ آئے ۔ مطلب یہ ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کرلینا قتل و خون سے زیادہ سخت ہے ۔

فَاِنَّا وَاِنْ عَیَّرْ تُمُوْنَا بِقَتْلِہٖ   وَارجفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَحَاسِدٗ

اگرچہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام   کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے ۔

سقینا من ابن الحضرمی رماحنا   بنخلۃ لما اوقد الحرب واقد[1]

لیکن بات یہ ہے کہ جب دخواہ مخواہ جنگ کرنیوالے نے جنگ کی آگ کو سلگایا   تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا

۲۔ ابو احمد عبد اللہ شاعر تھے ۔ انھوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی ۔ ان کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں ۔ فارعہ بنت ابو سفیان اُمَوِی ان کے گھر میں تھیں ۔ ۲۰ھ میں اپنی بہن ام المومنین زینب کے بعد وفات پائی ۔

ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں :۔

لما راتنی ام احمد غادیاً   بذمۃ مَنْ اخشیٰ بغیب وَاَرْھَبْ

جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں خدا کے بھروسے پر   سفر کو تیار ہوں ۔ وہ خدا جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں ۔

تقول فاما کنت لابدّ فاعلاً   فَیَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَان ولتناء یثربْ[2]

تب اس نے کہا ۔ اگر یہاں سے جانا ہی ہے ۔ تب   ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب کا خیال چھوڑ دے ۔

فقلت لہا بل یثرب الیوم وَجْھُنَا   وَمَا یشَا الرَّحْمٰنُ فَالعَبْدُ یَرْکبْ

میں نے کہا ۔ اب تو یثرب ہی ہمارا مقصود ہے ۔   اور عبد اللہ تو ادھر ہی جائے گا ، جدھر رحمٰن چاہتا ہے ۔

اِلَی اللہ وَجْھِیْ وَالرَّسُوْلِ وَمَنْ یَّقُمْ   اِلَی اللہِ یَوْمًا وَجْھَہٗ لَا یخیبْ

میرا رخ خدا اور رسول کی جانب ہے ۔ اور جس نے   آج اپنا رخ خدا کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا ۔

فکم قَدْ تَرَکْنَا مِنْ حَمِیْمٍ مُنَاصِحٍ   وَنَاصِحَۃٍ تَبْکِیْ بِدَمْعٍ وَ تَنْدَبْ

ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا   اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے ۔

تری ان وترا نائنا عن بلادنا   ونحن نریٰ انّ الرّغائب نطلبْ

جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے ۔   اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں ۔

دعوت بنی غنم لحقن دمائھم   وللحق لما لاح للناس ملحبْ

میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو !   یہ سچی بات تھی : جو سیدھی سڑک جیسی ہے ۔

---

[1] لما اوقد الحرب واقد کے الفاظ پر غور کرو ، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوئی تھی بلکہ قریش کی طرف سے تھی ۔

[2] مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت ہو گئی ہے ۔ یہ شعر اس ممانعت سے پہلے کے ہیں ۔

اجابوا بحمد الله لما دعاهمو ۱ … الی الحق داع والنجاح فاد عبُوا

الحمد للہ کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا۔ تو … انھوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کرکے مدینے چلے آئے۔

وکنا واصحابًا لنا فارقوا الھدیٰ … اعانُوا علینا بالسلاح واجلبُوا

اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑکر … ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔

کفوجین اما منھما فموفق … علی الحق مھدی وفوج معذّبٌ

دو جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ … اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخذول اور معذّب ہے۔

طغوا وتمنوا کذبۃ وازلّھمُ … عن الحق ابلیس وخابوا وخیبُوا

انھوں نے سرکشی کی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے … ان کو حق سے پھسلایا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا

ورعنا الی قول النبیّ محمّد … فطابَ وُلاۃُ الحقّ مِنّا وَطیبُوا

ہم تو محمد رسول اللہ صلعم کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں۔ … اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔

تَمُتُّ بِاَرْحَامٍ اِلَیْنَا قَرِیْبَۃ … وَلا قرب بالارحام اذ لا تقرّبُ

ہم نے قریب کی رشتہ داریوں سے توسل ڈھونڈا۔ مگر رشتہ داری … کب کام آتی ہے۔ جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں۔

فای بن اخت بعدنا یامننکم … واٰیۃ صھر بعد صھری مُرقّب

بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسا کریگا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے نصرت کی امید کریگا (کیونکہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی۔ اور تم نے میرا لحاظ نہ کیا)۔

ستعلم یومًا اینا اذا تزایلوا … وزیّل اھلُ النّاس للحقِّ اَصْوَبُ[1]

عنقریب اس روز جب مومن و مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائیگی۔ … اور ہر ایک جماعت علیٰدہ کی جائیگی یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم ہی حق پر ہوتے تھ

۳۔ عبید اللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا۔ بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المومنین :-

۴۔ ام حبیب بنتِ جحش جس کا نام حبیبہ ہے۔ زید بن حارثہ کے گھر میں تھیں۔

۵۔ حمنہ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ مقری رسول اللہ کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران اُن کے فرزند ہیں۔

اُمّ المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ (و ہو المصطلق) من خزاعہ۔ ۵ھ ہجرت

[1] منقول از حسن الصحابہ مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۲۴ھ۔

میں غزوہ مریسیع میں اسیر ہو کر آئیں ثابت[1] بن قیس بن شماس انصاری نے ان کو اسیر کیا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پتے تو یہ کہا۔ کہ میں مسلمان ہوں[2]۔ اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ نے پوچھا۔ وہ کیا؟ فرمایا کہ زر کتابت بھی ادا کروں۔ اور تجھ سے خود شادی بھی کر لوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے بنو المصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو سے زیادہ تھے۔ چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ ام المومنین عائشہ[3] فرماتی ہیں۔

فَمَا رَأَیْنَا امْرَاَۃً کَانَتْ اَعْظَمَ بَرَکَۃً عَلٰی قَوْمِھَا مِنْھَا[4]۔ — میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول [5]۵۶ھ میں وفات پائی[6]۔ عمر بوقت انتقال ۶۵/۷۰ سال کی تھی[7]۔

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی صلعم واپس تشریف لائے تو یہ مصلے ہی پر بیٹھی تھیں نبی صلعم نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہو۔ انھوں نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ[8]۔

ایک دفعہ حضرت جویریہ جمعے کے دن روزے سے تھیں۔ نبی صلعم نے دریافت فرمایا کہ تھیں کل بھی روزہ تھا؟ کہا نہیں۔ فرمایا کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا تو افطار کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ ہے:۔

لَا یَصُوْمُ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا اَنْ یَصُوْمَ قَبْلَہٗ اَوْ بَعْدَہٗ[9]۔ — کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔

---

[1] ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطیب رسول اللہ کہا کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعیش حمیداً و تقتل شہیداً فرمایا تھا۔ یہ جنگ یمامہ میں بعہد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم عہد نبوی میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے پھر ...... حملہ کیا اور شہادت پر فائز ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ [2] مدارج النبوت۔
[3] ابوداؤد عن عائشہ صدیقہ۔ [4] الاستیعاب۔ [5] مدارج النبوت۔ [6] اجزء ثمنہ بخاری۔ [7] صحیحین عن ابی ہریرہ۔

ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔

مرویات حدیث :-	صحیح بخاری میں	۲	
	صحیح مسلم میں	۲	
	دیگر کتب میں	۳	.... کل ۷ ہیں[1]

حضرت جویریہؓ کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک حبشن لونڈی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے نبی صلعم سے رہائی اسیراں کی بابت گفتگو کی، تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم فدیے کے لیے کیا لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں، لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو۔ اب تو عبداللہ حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی بھی شخص نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضورؐ کے پاس ادھر سے اور کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا: کانت الھجرۃ[2] حتی تبلغ برك الغماد[3]۔

ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے:-

تَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا اَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً ؕ	خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ نہ غلام، نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز صرف ایک سفید رنگ کا خچر تھا۔ یا ہتھیار تھے۔ یا کچھ زمین تھی جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے جو حدیث الدنیا خضرۃ حلوۃ کی راوی ہیں[4]۔

اُم المومنین اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام حبیبہؓ، رملہ بنت ابو سفیان بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی۔ ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن اُمیّہ ہے۔

نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تھا۔ جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔ وام الخمر تھا۔ اس

---

[1] مدارج النبوت۔ [2] کتاب الاستیعاب۔ [3] برک الغماد یک مقام کا نام ہے جو مکے سے پانچ منزل ہے۔ منتہی الادب۔ [4] کتاب الاستیعاب ترجمہ یہ ہے۔ دنیا شاداب و شیریں لگتی ہے۔

لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہوگیا۔ مگرام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اسلام کے لیے انھوں نے باپ، بھائی، خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند کا سہارا تھا۔ ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی صلعم کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الضمری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہؓ کو آنحضرت صلعم کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات وعطریات کی تحویل دار تھی۔ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہؓ اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی شخص ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا، عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی۔ جس میں حضرت جعفرؓ اور دیگر تمام مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا:

الحمد للّٰہ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ وانہ الذی بشر بہ عیسی بن مریم۔ صلی اللّٰہ علیھم وسلم۔ اما بعد فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتب الی ان ازوجہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فاجبتُ الی ما دعا الیہ رسول اللّٰہ صلعم وقد اصدقتھا اربع مائۃ دینارًا۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دینار رکھ دیے۔

پھر خالد بن سعیدؓ نے جو حضرت ام حبیبہؓ کے وکیل تھے، خطبہ پڑھا:

الحمد للّٰہ احمدہ واستعینہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ اما بعد فقد اجبت ما دعا الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وزوجتہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فبارک اللّٰہ رسولہ علیہ السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جمیع حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے[1]۔

ام المومنین ام حبیبہؓ نے ۴۴ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہؓ و حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہوجایا کرتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا سنا ہو، مجھے معاف کردو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ تم نے مجھے شادماں کیا۔ خدا تم کو شادماں کرے۔

ام المومنین ام حبیبہؓ، پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جود و عالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

متفق علیہ	۲
صحیح مسلم	۱

---

[1] استیعاب۔

دیگر کتب احادیث ۶۲ ...... کل ۶۵

ان کی بیٹی حبیبہ، ربیبۃ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئی تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے۔ جسے ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ میں آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا۔ بیٹی! میں نہیں سمجھا کہ تو بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ اے باپ! یہ بستر رسول خدا صلعم کا ہے۔ تو مشرک ہے۔ اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھسیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی[1]

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المومنین کے درجے پر ممتاز فرمایا۔ اور یہی ہے وہ محبت رسولؐ جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل ایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب	تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت
الیہ من ولدہ ووالدہ والناس	اس کو اس کی اولاد اور ماں باپ اور دیگر تمام شخصوں سے
اجمعین ۰	بہت زیادہ نہ ہوگی۔

اقارب:۔ ابوسفیان صخر بن حرب ان کا باپ ہے۔ جو ابتدا میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا۔ اور غزوۂ خندق میں بھی قریش، اور حلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔

قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام عقاب تھا۔ وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی صلعم حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرات سے بڑھاتے رہے۔ ۳۱ھ میں بعمر ۹۶ سال وفات پائی ولادت عام الفیل سے دس سال پہلے کی تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ اور عمدہ اسلام سے مشرف تھے۔ فتح شام کے لیے جن سرداروں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مامور کیا تھا۔ ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے ۱۸ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت ملک شام کے حاکم یہی تھے۔

---

[1] جلاء الافہام لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی [illegible]ھ۔

ام المومنین کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہؓ تھے۔ جنھوں نے ۲۰ سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ۱/۲ ۱۹ سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حبیبہ بنت ام حبیبہ نبی صلعم کی ربیبہ ہیں۔ حبش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

اُمّ المومنین صفیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صفیہ بنت حیی بن اخطب بن شعبہ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برّہ بنت سموال تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحُقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا۔ اور حضرت صفیہ اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔ دحیہ کلبیؓ نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور صلعم نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے صفیہ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیّدہ ہے اور ایسی عورت دحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا۔ بہتر ہے کہ اسے نبیؐ اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔

ایک روز نبی صلعم نے دیکھا کہ صفیہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ حفصہؓ مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور فخر کہتی ہیں کہ ہمارا نسب آنحضرت صلعم سے ملتا ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارونؑ ہے اور میرا چچا موسیٰؑ ہے۔ اور میرا شوہر محمد صلعم ہے۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد النبی و علی ھارون و علی موسیٰ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین۔

ایک بار حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت فاروقؓ سے آکر شکایت کی کہ صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے دریافت کر بھیجا۔ انھوں نے کہا۔ جب سے خدا نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے۔ سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی۔ ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی رہتی ہوں۔

پھر ام المومنینؓ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے۔ لونڈی نے کہا کہ مجھے

لہ دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بنو کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ ... جماعت ... میں ... تھے۔ ... نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ... سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعہد سلطنت امیر معاویہ وفات پائی۔ صحیح ترمذی بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شیطان نے بہکایا۔ ام المومنین نے کہا، جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو۔ ان کا انتقال رمضان ۵۰ھ میں ہوا[۱]۔

مرویات دس ہیں:

متفق علیہ	۱	
دیگر کتب احادیث میں	۹[۲]	...... کل ۱۰

ان کے ماموں رفاعہ بن سموال صحابی تھے۔ ان کی حدیث مؤطا امام مالکؒ میں موجود ہے[۳]۔

اُمّ المومنین میمُونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رُوَیبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر[۴]۔

حضرت میمونہؓ پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اور اس سے پیشتر حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں۔ جب نبی صلعم نے ۷ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ رانڈ بن چکی تھیں۔ حضرت عباسؓ عم النبیؐ نے ان کے بارے میں آنحضرت صلعم سے ذکر فرمایا اور نبی صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

۱۔ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲۔ لبابۃ الصغریٰ جو حضرت خالد سیف اللہ[۵] کی والدہ ہیں۔

۳۔ عصمار جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔

۴۔ عزّہ۔ جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت میمونہؓ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں، یہ ہیں:

۵۔ اسمار بنت عمیس جو حضرت جعفر طیارؓ کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ[۱]، عونؓ[۲] اور محمدؓ[۳] پیدا ہوئے۔

---

[۱] رستیعاب۔ [۲] مدارج النبوۃ۔ [۳] امام مالک بن انس بن مالک الاصبحی امام دار ہجرت کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۴ سال ۱۷۹ھ میں رہ گزرے عالم بقا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذروۂ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعیؒ ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن ابن واہب ابن القاسم یحییٰ بن سعید قطان عبدالرحمن بن مہدی عبدالرزاق ہارون رشید مامون وغیرہ محدثین و ملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار تک شمار ہوتی ہے جو من بعد استاد تسلیم ہوئے۔ [۴] دیکھو سلسلہ نسب نبوی صلعم۔ [۵] خالد ولید شہر الشہ بیر سے ہیں۔ قریش میں صاحب قبہ و الاعنہ تھے۔ قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے۔ جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔ عنہ سے مراد رسالہ اسپ سوار کا ہے۔ نبی صلعم نے بھی ہمیشہ ان کو سورہ فوج کا افسر رکھا تھا۔

پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے[1]۔

۶۔ سلمیٰ بنت عمیس، حضرت حمزہؓ کے گھر میں تھیں۔ ان سے امۃ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا۔ ان سے عبداللہ و عبدالرحمٰن پیدا ہوئے

۷۔ سلامہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابن منبہ الخثعمی سے ہوا تھا۔

۸۔ ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبدہ فرزندان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی صلعم سے ہوا۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ	۷
صرف صحیح مسلم میں	۱
صرف صحیح بخاری میں	۱
دیگر کتب احادیث میں	٦٧
کُل	٧٦

---

[1] استیعاب، مدارج النبوۃ میں عون بن علی ہے۔ مگر یہی زیادہ صحیح ہے۔

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہن

تتمہ باب امہات المؤمنین مشمولہ جلد دوم کتاب "رحمۃ للعالمین"

نمبر شمار	اسمائے ازواج مطہرات	سن نکاح	ام المومنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سن وفات	مدفن	نبی صلعم کے ساتھ رہنے کی مدت	نبی صلعم کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
۱	خدیجۃ الکبریٰؓ	۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۶۵ سال	۱۰ نبوت	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۲۵ سال	
۲	سودہؓ	۱۰ نبوت	۵۰ "	۷۲ "	۱۹ ہجرت	مدینہ منورہ	۱۴ "	۵۰ "	
۳	عائشہ صدیقہؓ	نکاح ۱۱ نبوت رخصتی شوال ۱ھ	۹ "	۶۳ "	۵۷ھ ۱۷ رمضان المبارک	"	۹ "	۵۴ "	
۴	حفصہؓ	شعبان ۳ھ	۲۲ "	۵۹ "	۴۱ھ جمادی الاول	"	۸ "	۵۵ "	
۵	زینب بنت خزیمہؓ	۳ھ	تقریباً ۳۰ سال	۳۰ "	۳ھ	"	۳ ماہ	۵۵	
۶	ام سلمہؓ	۴ھ	۲۴ "	۸۴ "	۶۰ھ	"	۷ سال	۵۶ "	
۷	زینب بنت جحشؓ	۵ھ	۳۶	۵۱ "	۲۰ھ	"	۶ "	۵۷ "	
۸	جویریہؓ	شعبان ۵ھ	۲۰ "	۶۵ "	۵۰ھ ربیع الاول		۶	۵۸	
۹	ام حبیبہؓ	۶ھ	۳۶ "	۷۲ "	۴۴ھ	"	۴ "	۵۹ "	
۱۰	صفیہؓ	۷ھ جمادی الآخر	۱۷ "	۶۰ "	۵۰ھ رمضان المبارک	"	۳ ۳/۴ "	۵۹ "	
۱۱	میمونہؓ	۷ھ ذیقعدہ	۳۶ "	۸۰ "	۵۱ھ	سرف قریب مکہ معظمہ	۳ "	۶۰	

باب سوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۚ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ وَعْدَ اللّٰهِ ۚ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

غزوات وسرایا

دشمنانِ اسلام کی لڑائیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچ گئے تھے نبی صلعم نے مکہ میں ۱۳ سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو خدائے یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواعظ ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ ونصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف ومتعدد تدابیر پر عمل کیا۔

مستہزئین کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نوواردوں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھیں۔

ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت صلعم جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور وشغب کرتے اور مجمع میں بدامنی وپریشانی پھیلاتے رہیں۔

ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت کوڑا، کیچڑ، مٹی ڈالا کریں پتھر ماریں۔ عبادت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں تو گردن بھینچیں۔ اندھیری راتوں میں حضور کے راستہ پر گڑھے کھودیں۔ خار بچھائیں، دروازہ پر سنڈاس پھینکیں۔

چند ٹولیاں شریر لوگوں کی مقرر تھیں جن کا کام یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم وستم اور تعذیب روا رکھنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کرکے ان کی نعش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا

کرتے تھے۔ اس جور و ستم کا نتیجہ یہ ہُوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی صلعم ہنوز ان سنگ دلوں کے راہِ راست پر آ جانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکّہ ہی میں قیام پذیر رہے مگر دشمنانِ دین نے اب معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمانوں اور اُن کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین سال تک نبی صلعم نے اس سختی کو بھی برداشت کیا اور اس کے بعد انھوں نے مکّہ کے قرب و جوانب میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے، لیکن اطرافِ مکّہ کے سب قبائل اہلِ مکّہ ہی کے حلیف تھے اس لیے وہ حضور صلعم کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ناکامیابی کی داستان سُن کر اہلِ مکّہ خوش ہُوا کرتے تھے، لیکن ان کے تعجب، حسرت اور غصّہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یکایک یہ سُن لیا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پاک تعلیم اہلِ یثرب (مدینہ) کے قلوب کو مسخّر کر رہی ہے۔ اہلِ مکّہ کو اب یقین آنے لگا کہ تعلیمِ محمّدی میں دُور دُور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی صلعم کی حیات کا چراغ گُل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو نہ آئین ہو اور جہاں جان و مال کے تحفّظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں کے وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو، جب تمام باشندے ایک نہتے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہ کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کینہ توز جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ بظاہر اسباب ظاہری اس کا بچ جانا امکان سے بالاتر ہے، لیکن نبی صلعم ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اُسے قدرتِ ربّانی کا اعتراف حاصل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اُسے حفاظتِ الٰہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہِ ربّ العزّت سے کی جاتی ہے وجودِ مجسّم نظر آ جائے۔

نبی صلعم کا بچ کر مدینہ پہنچ جانا دشمنوں نے اپنی ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سوگندیں کھائیں کہ ہادیٔ اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ناچیز مسلمانوں کو ضرور بضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان خونخوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادت سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی و دور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاریٔ جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے اس لیے آنحضرت صلعم نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علّت دریافت کرتے ہیں نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش نہ مسلمانوں کے

انفعال کا تفحص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی یہ سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام غزوات و سرایا ہی رکھا ہے لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھ جائے حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

الف۔ وہ نقل و حرکت جو نبی صلعم نے فرمائی ہو اس کا نام "غزوہ" ہے۔ غزوہ کی تعداد امام بخاریؒ نے بروایت زید بن ارقمؓ ۱۹ بیان کی ہے۔[۱]

ب۔ وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام "سریہ" ہے

اب ہم ذیل میں ایک نقشہ بہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔

اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔

نقشہ غزوات و سرایا جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

سنہ ۲ھ سے سنہ ۹ھ تک (۸ سال کے اندر) ہوئے تھے

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام / ماہ و سنہ	تعداد اسلامی فوج / نام سردار	تعداد فوج مخالف / نام سردار	مسلمان کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا اسیر	شہید	زخمی یا اسیر	مقتول		
	سریہ سیف البحر رمضان سنہ ۱ھ	۳۰ امیر حمزہ بن عبدالمطلب	۳۰۰ ابوجہل	۰	۰	۰	۰	گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا۔

[۱] صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱	۲		۳		۴		۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ کا نام	وقوع کی تاریخ	مسلمان سپہ سالار	تعداد فوج	دشمن کا سپہ سالار	تعداد فوج	مسلمانوں کا نقصان: شہید	مسلمانوں کا نقصان: زخمی	دشمن کا نقصان: مقتول	دشمن کا نقصان: قیدی	نتیجہ	کیفیت
۲	سریہ رابغ	شوال ۱ھ	عبیدہ بن الحارثؓ	۶۰	عکرمہ یا ابوسفیان	۲۰۰	.	.	.	.	گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال اہل مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا ثنیۃ المرہ پر موجود دیکھا گیا
۳	سریہ ضرار	ذی قعد ۱ھ	سعد بن ابی وقاص[۲]	۸۰	.		.	.	.	.	جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے	
۴	غزوہ ودان یا غزوہ ابواء	صفر ۲ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۰	.		.	.	.	.	عمرو بن مخشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ مسلمانوں کو	
۵	غزوہ بواط	ربیع الاول ۲ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۰۰	امیہ بن خلف	۱۰۰	.	.	.	.	رضوی اور بواط ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے راہ میں قافلہ قریش مع امیہ نہ ملا۔	رضوی پہاڑ نام ہے جو ینبوع کے قریب ہے
۶	غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ	ربیع الاول ۲ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۰	کرز بن جابر الفہری		.	.	.	.	سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا
۷	غزوہ ذو العشیرہ	جمادی الآخر ۲ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۰	.		.	.	.	.	بنی مدلج و بنی ضمرہ سے معاہدہ ہوا	ذوالعشیرہ مکہ و مدینہ کے درمیان بندر ینبوع کی جانب ہے

[۱] ان کا ذکر شہدائے کرام میں ملے گا۔ [۲] یکے از عشرہ مبشرہ یکے از شش جن کو فاروقؓ نے خلافت کا اہل بتایا تھا فاتح فارس بانی کوفہ خال النبی صلعم اول من رمی فی سبیل اللہ ... میں حج کے بعد ساتویں شخص تھے ۵۵ھ میں وفات پائی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام جنگ و وقت وقوعہ	تعداد لشکر اسلام و نام سردار	تعداد لشکر مخالف و نام سردار	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی و اسیر	شہید	زخمی و اسیر	مقتول		
۸	سریہ نخلہ رجب سنہ ۲ھ	۱۲ عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زیر سرداری بنائے امیہ	۰	۰	قیدی ۲	۱	قیدیوں کو چھوڑ گیا مقتول کا خون بہا دیا گیا	قریش کی خبر کو بھیجے گئے تھے مگر مٹھ بھیڑ ہو گئی تھی۔
۵	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان سنہ ۲ ہجری	۳۱۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۰۰ ابوجہل	۰	۲۲	۷۰	۰۰	مسلمانوں کی فتح ہوئی	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ پر آ رہا ہے تب سرور کائنات صلعم مدافعت کے لیے نکلے
۱۰	سریہ عمیر بن عدی الخطمی رمضان سنہ ۲ھ	ایک عمیرؓ[1]	ایک مسماۃ عصماء بنت مروان خطمیہ	۰	۰	۰	۰	عصماء قتل ہوئی	عمیرؓ نے اپنی رشتہ کی بہن کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قوم کو جنگ پر اکسایا کرتی تھی چھری سے قتل کیا
۱۱	سریہ سالم بن عمیر انصاری شوال سنہ ۲ھ	ایک سالمؓ[2]	ایک یہودی ابوعفک	۰	۰	۰	۰	یہودی قتل ہوا	ابوعفک یہودی لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا سالم نے مار ڈالا
۱۲	غزوہ بنو قینقاع شوال سنہ ۲ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	قبیلہ بنو قینقاع	۰	۰	۰	۰	شہر بدر کیا گیا	جب مسلمان بدر پر گئے ہوئے تھے اس وقت انھوں نے مدینہ کے اندر شورہ اور بغاوت کی اس لیے جلاوطن کیے گئے

[1] بنو خطمہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ امام قوم تھے۔ آنکھیں کمزور تھیں۔ ان کے والد عدی بن خرشہ مشہور شاعر تھے۔

[2] بدر، احد، خندق اور جملہ مشاہد نبوی میں حاضر رکاب رہتے۔ خوف خدا سے رویا کرتے۔ بعد امیر معاویہ وفات پائی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام غزوہ یا سریہ مع تاریخ	تعداد لشکر اسلام و نام سردار	تعداد لشکر دشمن و نام سردار	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی	شہید	زخمی / قیدی	مقتول		
۱۳	غزوۃ السویق ذی الحجہ سنہ ۲ھ	۲۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۲۰۰ سوار ابوسفیان اُموی	۰	۲	۰	۰	نبی صلعم نے تعاقب کیا دشمن ہاتھ نہ آیا	ابوسفیان مدینہ تک آیا۔ دو مسلمانوں کو قتل اور پھل دار درختوں کو کاٹ کر چلا گیا
۱۴	غزوۃ قرقرۃ الکدر یا بنو سلیم محرم سنہ ۲ھ	۲۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم	۰	۰	۱	۰	دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا اسلامی فوج کے مقابلہ سے بھاگ گیا	ایک غلام یسار نامی گرفتار ہوا تھا چھوڑ دیا گیا
۱۵	سریہ ایضاً	غالب بن عبداللہ لیثی	ایضاً	۰	۳	۰	۰	دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے	غزوہ بالا کی تکمیل میں یہ سریہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا
۱۶	سریہ محمد بن مسلمہ ربیع الاول سنہ ۳ھ	۵ محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی ؓ	ایک یہودی کعب بن اشرف	۱	۰	۰	۱	۰ ۰	کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا کہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا اُس نے قتل کر ڈالا۔
۱۷	غزوہ ذی اَمَر یا غزوہ غطفان یا غزوہ نجد ربیع الاول سنہ ۳ھ	۴۵۰ سوار نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	بنو ثعلبہ و بنو محارب	۰	۰	۰	۰	بنو ثعلبہ و بنو محارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اس مقابلہ سے منتشر ہو گئے	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد تک سفر فرمایا دعثور نامی جو تلوار لے کر نبی صلعم پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
۱۸	سریہ قردہ جمادی الآخر سنہ ۳ھ	۱۰۰ زید ؓ بن حارثہ	ابوسفیان اُموی	۰	۰	۱	۰	قریش کے تجارتی رستہ پر مقابلہ کیا گیا	فرات بن حیان جو قافلہ کا رہنما تھا گرفتار ہو کر مسلمان ہو گیا۔

ؓ فضل بعض ریک سے ہیں نبی صلعم نے ایک دفعہ ان کو اپنی غیبت میں امیر مدینہ بنایا تھا [illegible] سب تک رہے سنہ [illegible] میں ۰۰ سال مدینہ میں وفات پائی ۱۰ پسر چھ دختر اولاد تھی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام غزوہ و سریہ / تاریخ	تعداد مجاہدین اسلام / سالار لشکر	تعداد لشکر دشمن / سالار لشکر	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی	شہید	قیدی	مقتول		
۱۹	غزوہ اُحد ۷ شوال ۳ھ	۶۵۰ پیادہ	۲۸۰۰ پیادہ ۲۰۰ سوار ۳۰۰۰ ابوسفیان اُموی	زخمی ۴۰	۷۰	۰	۳۰	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر نتیجہ میں ناکامیاب ہوئے	اُحد مدینہ سے تین میل ہے دشمنوں نے مکہ سے اُحد تک چڑھائی کی تھی
۲۰	غزوہ حمراء الاسد ۷ شوال ۳ھ ہجری	۵۴۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۹۷۰ ابوسفیان	۰	۰	۲ ابوعزہ و معاویہ بن مغیرہ	۰	دشمن کو مرعوب کیا گیا	جنگ اُحد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے دھاوا کیا گیا تا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دے دو اسیر ہوئے اور شاعر ابوعزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہوگا برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا
۲۱	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی یکم محرم ۴ھ	۱۵۰ ابوسلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ	۰	۰	۰	۰	مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔	یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو نام وادی تھا پہنچ گئے تو ڈر کر منتشر ہو گیا۔
۲۲	سریہ عبداللہ بن انیس ۵ محرم ۴ھ	ایک عبداللہ بن انیس الجہنی الانصاری	ایک سفیان ہذلی	۰	۰	۰	۱	عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان نے عرنہ پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا	

ہ جو انصاری صحابی بدری ہیں نیز مشاہدہ میں حاضر [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تینتیسویں شب لیلۃ القدر بتائی تھی ۵۴ھ میں وفات پائی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام اور تاریخ	اسلامی لشکر کا سپہ سالار اور تعداد	دشمن کے لشکر کا سپہ سالار اور تعداد	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی	شہید	قیدی	مقتول		
۲۷	غزوہ بدر الاخری ذی قعدہ ۴ھ	۱۵۰۰ پیادہ ۱۰ سوار ۱۵۱۰ نبی کریمؐ	۲۰۰۰ پیادہ ۵۰ سوار ۲۰۵۰ ابوسفیان اموی	۰	۰	۰	۰	مقابلہ نہیں ہوا تھا	ابوسفیان مکہ سے لشکر لے کر ظہران یا عسفان تک آیا نبی صلعم بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی بھی واپس تشریف لے آئے۔
۲۸	غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ ہجری	۱۰۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	باشندگان دومہ	۰	۰	۰	۰	مقابلہ نہیں ہوا راہ ہی سے لوٹ آئے	معلوم ہوا تھا کہ دومۃ الجندل میں مجمع کثیر قائم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے آنحضرت روانہ ہوئے تو معلوم ہوا [illegible]
۲۹	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع ۲ شعبان ۵ھ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق	۱ ۰	۰	۱۹	۱۰ ۰	دشمن کو شکست ہوئی قیدی سب چھوڑ دیے گئے	بنی مصطلق کے سردار حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی [illegible] آنحضرت [illegible] بنو مصطلق جنگ پر [illegible] منتشر ہو گئے تھے
۳۰	غزوہ احزاب یا خندق شوال یا ذی قعد ۵ھ	۳۰۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۰۰۰ ابوسفیان اموی وغیرہ	۰	۶	۰	۱۰	دشمن ناکام واپس ہوا	سرداران یہود نے مختلف قبائل [illegible] فراہم کیا مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ لی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ [illegible] ناکام چلے گئے۔

١	٢	٣	٤	٥		٦		٧	٨
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ اور تاریخ	تعداد مسلمانوں کی / سالار لشکر	تعداد دشمن کی / سالار دشمن	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				قیدی	شہید	قیدی	مقتول		
٣١	سریہ عبداللہ بن عتیک ذی قعد ۵ھ	۵ عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجیؓ	ایک سلام بن ابو الحقیق یہودی خیبر	٠	٠	٠	١	دشمن قتل ہوا	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا عبداللہ نے اسکو خوابگاہ میں رات کو پہنچ کر قتل کر دیا۔
٣٢	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ ۵ھ ہجری	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بنو قریظہ	٠	٤ ٠	٢٠٠ ٠	٤٠٠ ٠	دشمن قید اور قتل ہوا	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں سے ہم عہد تھے بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کیے گئے انہوں نے چاہا کہ ایک منصف جو تجویز فریقین ہو انکا فیصلہ کرے منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام توراۃ شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا۔ اس لیے ۴۰۰ قتل ہوئے یہ تعداد بروایت جابر [illegible] ترمذی، نسائی وابن حبان ہے
٣٣	سریہ قرطا محرم ۶ھ ہجری	۳۰ سوار محمد بن مسلمہ انصاری	۲۰ ثمامہ بن اثال	٠	٠	١	٠	ثمامہ پکڑا گیا نبی صلعم نے اسے رہا کر دیا وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو جانب مدینہ آتے دیکھ کر گرفتار کر لیا نبی صلعم نے اسے رہا فرما دیا اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی دیکھ کر مسلمان ہو گیا ثمامہ نجد کا سردار تھا۔
٣٤	غزوہ بنی لحیان ربیع الاول ۶ھ	۲۰۰ سوار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بنو لحیان شاخ ہذیل	٠	٠	٠	٠	دشمن خبر پاکر منتشر ہو گیا مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجیع جنہوں نے دس علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا (دیکھو ۲۲) ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔

ف [illegible] ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی نبی صلعم نے اپنا دست مبارک ساق پر پھیرا فوراً اچھے ہو گئے۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ و سریہ اور تاریخ	اسلامی لشکر کی تعداد اور سردار کا نام	دشمن کی تعداد اور سردار کا نام	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی	شہید	قیدی	مقتول		
۳۵	غزوہ ذی قردہ یا غابہ ربیع الآخر سنہ ۶ھ	۵۰۰ سرورِ کائنات صلعم مع سلمہ بن اکوع	سواران بنو غطفان زیر سرداری عُیَینہ فزاری	نامعلوم	۳	۰	۱	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑوا لیے۔	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی صلعم کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا ذر بن ابوذر کو قتل کر کے بیل زوجہ ابوذر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا۔ نبی کریمؐ بھی شامل ہو گئے تھے۔
۳۶	سریہ عکاشہ بن محصن یا سریہ غمر مرزوق ربیع الآخر سنہ ۶ھ	۴۰ عکاشہ بن محصن الاسدی[۱]	بنو اسد	۰	۰	۰	۰	دشمن منتشر ہو گیا مقابلہ نہیں ہوا۔ ان کے دو سو شتر گرفتار ہوئے	بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی تھی چالیس شخصوں کا یہ طلایہ گیا تھا۔
۳۷	سریہ ذی القصہ ربیع الآخر سنہ ۶ھ	۱۰ محمد بن مسلمہ	۱۰۰ بنو ثعلبہ	۱ زخمی	۹	۰	۰	نو عاملان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے	دس عاملانِ دینی ہدایت کے لیے گئے تھے، وہ سوئے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصہ مقام کا نام ہے۔
۳۸	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر سنہ ۶ھ	۴۰ ابو عبیدہ بن جراح	بنو ثعلبہ	۰	۰	۱	۰	دشمن بھاگ گیا جس کے گلے رہے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا	شہدائے مقام ذی القصہ کا انتقام لینے گئے تھے
۳۹	سریہ جموم ربیع الآخر سنہ ۶ھ	زید بن حارثہ	بنو سلیم	۰	۰	۱۰		چند اشخاص گرفتار کیے گئے تھے آنحضرت نے سب کو چھوڑ دیا جن میں مجزورہ کا شوہر بھی تھا	ایک عورت حلیمہ نامی نے جو بنی مزنی بنو سلیم کے خلاف کر دی جب زید اسکی طرف سے گزر رہے تھے تعداد اسیران اندازاً لکھی گئی ہے

[۱] فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۴۴ سال کی عمر میں بعد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے بدر و احد جملہ مشاہد میں مترجم رکاب نبوی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
				مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان			
نمبر شمار	نام غزوہ یا سریہ / تاریخ	افسر لشکر اسلام / تعداد	افسر لشکر دشمن / تعداد	زخمی یا قیدی	شہید	زخمی یا قیدی	مقتول	نتیجہ	کیفیت
۴۰	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر ۶ھ	۱۵ زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ	۰	۰	۰	۰	دشمن بھاگ گیا۔ بیس شتر گرفتار کر لائے	مجرمان ذی القصہ (دیکھو ۳۰) کی سزا دہی کو گئے تھے۔
۴۱	سریہ وادی القریٰ رجب ۶ھ	۱۲ زید بن حارثہ	سکنائے وادی القریٰ	زخمی	۹	۰	۰	۹ مسلمان شہید ہوئے ایک زخمی ہوا	حضرت زید بطور گشت گئے تھے۔ لوگوں نے حملہ کر دیا۔
۴۲	سریہ دومۃ الجندل شعبان ۶ھ	عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری[۱]	قبیلہ بن کعب اصبغ بن عمرو کلبی	۰	۰	۰	۰	وعظ میں نمایاں کامیابی ہوئی	اصبغ بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
۴۳	سریہ فدک شعبان ۶ھ	۲۰۰ علی مرتضیٰ رض	بنو سعد بن بکر	۰	۰	۰	۰	دشمن بھاگ گیا۔ سو شتر دو ہزار بکریاں مال غنیمت ملا	معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ان یہودیوں کو جو مدینہ سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رض نے مقابلہ کیا
۴۴	سریہ ام قرفہ رمضان ۶ھ ہجری	ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قوم فزارہ زیر سرداری ام قرفہ	۰	۰	۲	۰	دشمن کو شکست ہوئی	بنو فزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کی گرفتاری کی گئی۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

۱؎ یکے از عشرہ مبشرہ۔ یکے از ستہ جن کو فاروق نے خلافت کا اہل بتایا بڑے تاجر اور زمیندار۔ بڑے مالدار۔ زاہد امین فی الارض و امین فی السماء۔ امہات المومنین کی خدمت مالی سب سے زیادہ کرنے والے۔ جنگ احد میں ۲۰ زخم کھائے۔ نبی صلعم نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی ان کے ترکہ کا ۱/۸ بیوی کو ۸۰۰۰۰ نقد جاتا تھا ۳۲ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام غزوہ و سریہ و تاریخ و سنہ	تعداد فوج اسلام و نام سردار	تعداد فوج مخالف و نام سردار	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				مجروح	شہید	اسیر	مقتول		
۴۵	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال سنہ ۶ھ	۳۰ عبداللہ بن رواحہ	۳۰ اُسیر بن رزام	۱	۰	۰	۲۰	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی سب یہودی مارے گئے	عبداللہ مع ۳۰ مسلمانوں کے اُسیر کو لینے گئے تھے جس کو بطور سردار یہود آنحضرت نے منظور فرمایا تھا وہ ۳۰ یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں یک دو رہ سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
۴۶	غزوہ عُرَنیین شوال سنہ ۶ ہجری	۲۰۰ سوار کرز بن جابر الفہری[1]	چند کس از عکل و عُرَینہ	۰	۱	۰	۸	یہ لوگ مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے	یہ لوگ بیمار تھے علاج کے لیے آئے تھے، جب تندرست ہو گئے تب موقع پا کر یسار نوبی مولیٰ رسول صلعم کو قتل کر گئے اور اونٹ لے گئے تھے۔
۴۷	سریہ عمرو بن اُمیّہ شوال سنہ ۶ ہجری	ایک کس عمرو بن اُمیّہ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی صلعم کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ؐ نے اُسے فرمایا تھا کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دے۔ مگر کتب اسلامیہ میں کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی۔
۴۸	غزوہ حُدیبیہ ذی قعد سنہ ۶ ہجری	۱۴۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اہل مکہ سہیل بن عمرو قرشی	۰	۰	۰	۰	دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے	نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیت عمرہ تشریف لے گئے تھے، مگر قریش نے حضورؐ کو حدیبیہ سے جو مکہ سے سات کوس ہے آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔

[1] ان کا نسب نبی صلعم کے ساتھ فہر (دیکھو سلسلہ (۱) نسب نبوی) میں شامل ہو جاتا ہے۔ غزوہ سفوان ۲ھ کے وقت سردار کفار تھے پھر اخیار و ابرار میں شامل ہوئے فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ	افسر لشکر اسلام کا نام مع تعداد فوج	لشکر دشمن کا نام مع تعداد فوج	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا اسیر	شہید	زخمی یا اسیر	مقتول		
۴۹	غزوہ خیبر محرم سنہ ہجری	۱۴۰۰ رجال ۲۰ زنان تیماردار ۱۴۲۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۰۰۰ یہود خیبر کنانہ بن ابو الحقیق	زخمی ۵۰	۱۸	۰	۹۲	فتح مبین حاصل ہوئی تھی	احد واحزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی صلعم نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سد باب کر دیا
۵۰	غزوہ وادی القریٰ محرم سنہ	۱۳۸۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	یہودان سکنائے وادی القریٰ	۰	۱	۰	۱۱	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی یہودیوں کو اراضیات وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔	وادی القریٰ میں یہودی آباد تھے خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ میں ابتداء کی تیماء کے باشندوں نے یہاں آکر خود صلح کر لی
۵۱	غزوہ ذات الرقاع محرم سنہ	۴۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بنو غطفان بنو محارب بنو ثعلبہ بنو انمار	۰	۰	۰	۰	دشمن منتشر ہو گیا	بنو غطفان نے بنو محارب بنو ثعلبہ بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے مسلمانوں نے ان کی حد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔
۵۲	سریہ عیص صفر سنہ ہجری	۷۲ ابوجندل و ابوبصیر[۱]	قافلہ قریش	۰	۰	۹	۰	اوّل دشمن کا اسباب لوٹ لیا پھر حکم نبویؐ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا	ابوجندل کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اسے قریش نے قید کر دیا۔ اس نے جیل خانہ ہی میں تبلیغ اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا پھر بھاگ گیا مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا اور اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا۔ آنحضرتؐ نے اسباب واپس دلا دیا ابوجندل کو مدینہ بلا لیا۔

[۱] ابوجندل کا نسب نبی صلعم کے ساتھ لوی بن غالب (دیکھو نسب نبوی ۹) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروقی میں شام میں غزا کرتے ہوئے انتقال کیا ان کے بھائی عبد اللہ بن سہیل بدری ہیں۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام غزوہ و سریہ و تاریخ	تعداد لشکر اسلامی و نام امیر	تعداد لشکر دشمن و نام قبیلہ	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا قیدی	شہید	زخمی یا قیدی	مقتول		
۵۳	سریہ کدید صفر ؁	۶۰ غالب بن عبداللہ لیثی	بنو ملوح	۱	-	-	-	خفیف لڑائی ہوئی	بنو ملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا
۵۴	سریہ فدک صفر ؁	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل فدک	-	-	-	-	-	کچھ لوگ دشمن کے مارے گئے
۵۵	سریہ حسمی جمادی الآخر ؁ ہجری	۵۰۰ زید بن حارثہ	۱۰۲ ہنید بن عوص جزری	-	-	۱۰۰	۲	مسلمانوں کی فتح ہوئی ہنید اور اس کا فرزند مارا گیا باقی کو بعد ازاں چھوڑ دیا گیا	دحیہ کلبی آنحضرتؐ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے تھے واپس آ رہے تھے قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے ہنید نے انکو لوٹ لیا ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید بھیجے گئے۔
۵۶	سریہ تربہ	۳۰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ	اہل تربہ	-	-	-	-	دشمن منتشر ہو گیا	تربہ مکہ سے دو منزل ہے یہاں کے لوگ بنو غطفان کے ساتھ شامل تھے ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا
۵۷	سریہ بنو کلاب	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	بنو کلاب	-	-	-	-	فتح ہوئی دشمن بھاگ گیا دشمن کچھ مرے کچھ قید ہوئے	یہ لوگ بنو محارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی تھے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔
۵۸	سریہ منقعہ رمضان ؁	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل منقعہ	-	-	-	-	خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے
۵۹	سریہ خربہ رمضان ؁	اسامہ بن زید[1]	اہل خربہ	-	-	-	-	-	حضرت اسامہ مع ہمراہیاں چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا اسید حان کی طرف آیا۔ اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ یہیں ایک مسلمان مارا گیا

[1] اسامہ نبی صلعم کو بہت پیارے تھے ان کی والدہ ام ایمن ہیں جن کو حضور ماں بعد ماں فرماتے والد زید بن حارثہ ہیں جن پر نبی صلعم کی شفقت دیکھ کر لوگ زید بن محمد کہنے لگ گئے تھے ۵۴ھ میں وفات پائی نبی صلعم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۲۰ تا ۳۰ سال تھی۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ (مع تاریخ)	لشکر اسلام کی تعداد / سردار لشکر	دشمن کی تعداد / [illegible]	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا گرفتار	شہید	زخمی یا گرفتار	مقتول		
۶۰	سریہ بنی مرّہ شوال ۷ھ	۳۰ بشیر بن سعد	بنی مرّہ قریب فدک	۰	۰	۰	۰	خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہلِ خیبر کے اتحادی تھے۔
۶۱	سریہ بشیر بن سعد انصاری شوال ۷ھ	۳۰ پیادہ بشیر بن سعد بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی[1]	اہل فزارہ و عذرہ	۳۰	۰	۲	۰	سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے	فزارہ و عذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔
۶۲	سریہ ابن ابو العوجا ذی الحجہ ۷ھ	۵۰ پیادہ ابن ابی العوجا	بنو سلیم	۱	۴۵	۰	۰	ابن ابی العوجا زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
۶۳	سریہ ذات اطلح ربیع الاوّل ۸ ہجری	۱۵ کعب بن عمیر انصاری الغفاری[2]	سکنائے ذات اطلح بنو قضاعہ	۰	۱۴	۰	۰	سب مسلمان شہید ہوئے یا ایک صحابی جانبر ہوگئے	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
۶۴	سریہ ذات عرق ربیع الاوّل ۸ ہجری	۲۵ شجاع بن وہب اسدی[3]	بنو ہوازن مقیم ذات عرق	۰	۰	۰	۰	لڑائی نہ ہوئی دشمن کے کچھ اونٹ ملے	بنی ہوازن چند بار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے اب انھوں نے مدینہ سے ۵ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا [illegible] شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہوگئے تھے اس لیے ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا گیا۔

[1] عقبی بدری سب سے قبل بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین التمر پر شہید ہوئے [2] اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔

[3] حبشہ و مدینہ کی ہجرت کی اور جملہ مشاہد میں حاضر ہوئے حارث غسانی اور جبلہ غسانی کے پاس سفیر نبوی بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام / ماہ و سنہ	تعداد لشکر اسلام اور سردار کا نام	تعداد لشکر دشمن اور سردار کا نام	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				اسیر	مقتول	اسیر	مقتول		
۶۵	سریہ مُوتہ جمادی الاوّل سنہ ہجری	۳۰۰۰ زید بن حارثہ	ایک لاکھ ۱۰۰۰۰۰ شرحبیل غسانی	.	۱۲	.	تعداد معلوم نہیں ہو سکی	مسلمانوں کو فتح ہوئی	آنحضرت صلعم کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو شرحبیل نے قتل کرا دیا تھا اس لیے جنگ ہوئی اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار نے ایک لاکھ کو شکست دی
۶۶	سریہ ذات السلاسل جمادی الآخر سنہ ہجری	۵۰۰ عمرو بن العاص قرشی السہمی[1]	بنو قضاعہ مقیم ذات السلاسل	.	.	.	.	مسلمانوں کے مقابلہ سے دشمن منتشر ہو گیا	بنو قضاعہ کی بنو القین مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے جمع ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرداری اس مہم کی یہ وجہ خاص بھی تھی کہ اُن کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اُس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
۶۷	سریہ سیف البحر رجب سنہ	۳۰۰ ابو عبیدہ بن الجراح	قریش	.	.	.	.	سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔
۶۸	سریہ محارب شعبان سنہ ہجری	۱۵ ابو قتادہ الانصاری[2]	بنو غطفان مقیم خضرہ واقع نجد	.	.	.	.	دشمن خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا کچھ مویشی ہاتھ آئے	بنو غطفان جو چند بار پیشتر زیر ہو چکے تھے اب پھر مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا تھا

[1] صفر سنہ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے والی فلسطین بنایا پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ تحکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔

[2] فارس رسول خطاب ہے مشاہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مشاہد مرتضوی میں شامل رہے۔ سنہ ھ کو کوفہ میں وفات پائی حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ سات تکبیروں سے پڑھائی۔

۱	۲		۳		۴		۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	نام غزوہ یا سریہ	تاریخ	تعداد اسلامی لشکر	نام سردار	تعداد لشکر دشمن	نام سردار	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
							زخمی یا گرفتار	شہید	زخمی یا گرفتار	مقتول		
۶۹	غزوہ فتح مکہ	رمضان المبارک ۸ھ ہجری	۱۰۰۰۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	قریش مکہ		۰	۲	۰	۱۲	فتح ہوئی	علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا حقیقت یہ ہے کہ نبیؐ نے حکم دیا تھا کہ لشکر کا کر جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی صلعم نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
۷۰	سریہ خالد	رمضان ۸ھ		خالد بن ولید	بت خانہ عزیٰ		-	-	-	-	-	عزیٰ قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اُسے خالد بن ولید نے جا کر توڑ دیا تھا۔
۷۱	سریہ عمرو بن العاص	رمضان ۸ھ		عمرو بن العاص	بت خانہ سواع		-	-	-	-	-	سواع قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا عمرو بن العاص نے توڑا تھا۔
۷۲	سریہ سعد اشہلی	رمضان ۸ھ		سعد بن زید الاشہلی الانصاری[1]	بت خانہ منات		-	-	-	-	-	منات قبیلہ اوس اور خزرج کا بت تھا سعد اشہلی نے توڑا تھا
۷۳	سریہ خالد بن ولید	شوال ۸ھ	۳۵۰	خالد بن ولید	بنو خذیمہ		-	-		۹۵	بنو خذیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے ۹۵ کس قتل کیے گئے نبی صلعم اس قتل سے ناخوش ہوئے۔ اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا	حضرت خالد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنو خذیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ حضرت خالدؓ کو ان کی بابت شک ہوا۔ ان کے آدمی قتل کیے گیے۔

[1] عقبی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی میں ملتزم رکاب رہے۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام سنہ اور تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد اور سردار کا نام	لشکر کفار کی تعداد اور سردار کا نام	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا اسیر	شہید	زخمی یا قیدی	مقتول		
۷۴	غزوہ حنین یا اوطاس یا ہوازن شوال سنہ ھ	۱۲۰۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بنو ہوازن بنو ثقیف بنو سعد بنو خثعم وغیرہ	۰	۶	۶۰۰۰	۷۱	فتح ہوئی	سب قیدی آنحضرت نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔ قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے
۷۵	غزوہ طائف شوال سنہ ھ	۱۲۰۰۰ نبی کریم صلعم	بنو ثقیف	جمع کثیر	۱۳	جمع کثیر	۰	ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبی کریم صلعم چلے آئے تھے	محاصرہ اٹھا لینے کے بعد یہ لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے
۷۶	سریہ عُیَیْنَہ بن حصین محرم سنہ ۹ھ	۵۰ سوار عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری[1]	قبیلہ بنو تمیم	۰	۰	۶۲	۰	عام بغاوت کا انسداد ہو گیا	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا پر عیینہ کے جانے سے بھاگ گئے وہ ۱۱ مرد ۲۱ عورتیں ۳۰ بچے قید کر لائے جب ان کے سردار مدینہ میں حاضر ہوئے نبی صلعم نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
۷۷	سریہ قطبہ بن عامر صفر سنہ ۹ھ	۲۰ قطبہ بن عامر	قبیلہ خثعم	نصف سے زیادہ	۰	اکثر	۰	منتشر ہو گئے	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطبہؓ اسیر کر لائے تھے۔ نبی صلعم نے ان کو چھوڑ دیا۔
۷۹	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی ربیع الاول سنہ ۹ھ	ضحاک رضی اللہ عنہ	قبیلہ بنو کلاب	۰	۰	۰	۰	۰	مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی معدودے چند ہوں گے۔

[1] بنو فزارہ کا سردار۔ نبی صلعم نے اسے احمق مطاع بنایا تھا۔ جفاکش۔ جنگجو۔ نبی صلعم سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے، منشا ہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت نے ہنس کر ٹال دیا۔

۱	۲	۳	۴	۵		۶		۷	۸
نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام اور تاریخ ہجری	اسلامی لشکر کا سپہ سالار اور تعداد	دشمن کے لشکر کا سپہ سالار اور تعداد	مسلمانوں کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی یا گرفتار	شہید	زخمی یا گرفتار	مقتول		
۷۹	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاول ۹ھ	۲۰۰ عبداللہ بن حذافہ القرشی السہمیؓ[1]	حبشی لوگ بحری ڈکیت	۰	۰	۰	۰	دشمن منتشر ہو گیا	بحری ڈکیت تھے ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس سریہ کے جاتے ہی منتشر ہو گئے
۸۰	سریہ بنو طے ۹ھ ہجری	۱۵۰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	بنو طے	۰	۰	سفانہ دختر حاتم طائی گرفتار	۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا دختر حاتم کو باکرام رخصت فرمایا	
۸۱	غزوہ تبوک رجب ۹ھ ہجری	۳۰۰۰۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	قیصر ہرقل	۰	۰	۰	۰	سرحد پر ظاہر ہو کر اور دشمنوں کو مرعوب بنانے کے بعد واپس تشریف لائے	پتہ لگا تھا کہ قیصر ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ جنگ موتہ ۸ھ کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
۸۲	سریہ دومۃ الجندل	۴۲۰ خالد بن ولید	اکیدر والئے دومۃ الجندل	۰	۰	۰	۰	اکیدر والئے دومۃ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا تھا	اکیدر کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے۔

[1] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر بجانب کسریٰ مہاجرین اولین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروقی عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

ناظرین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں :

اوّل سیف البحر ۱، رابغ ۲، خرار ۳، نخلہ ۵ بھی درج ہیں۔ حالانکہ یہ دستے محض گرداوری کے تھے جو ان راستوں پر بھیجے گئے تھے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں، اس لیے کہ قریش جیسا خونخوار کینہ توز دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کر نہ دبالے۔

دوم اسی نقشہ میں غزوہ ودان ۱، غزوہ بواط ۲، غزوہ ذوالعشیرہ ۴ درج ہیں، حالانکہ یہ محض سفر تھے اور ان کا مقصود وعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی، تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

تبلیغ

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل ۲۴ بھی ہے۔ حالانکہ یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا ایک سفر تھا۔ جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت ابن عوف خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اُترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

تبلیغ

اس نقشہ میں سریہ قرطاء ۲۲ بھی شامل ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انھوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفحص کے بعد اُسے (ثمامہ بن اثال کو) چھوڑ دیا اور وہ خلقِ محمدی پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔

اشاعت

اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنھیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل ۳۰۲ تعزیرات ہند یا ڈکیتی ۳۹۵ یا قتل مع ڈکیتی ۳۹۶ کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ دل مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے تعاقب کیا۔ نبی صلعم بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ سفوان ۲ ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیئے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوہ نبوی صلعم کفار کے خلاف صرف اسلام قبولوانے کے لیے تھا۔

تعزیرات ہند دفعہ ۳۰۲

مثلاً عمرو بن امیہ تنہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ دھوکا پا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرۂ انور کی زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اُسے سریہ عمرو بن اُمیہ ۳۷ درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استسقا کے چند مریض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بمقام عُرینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا، وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔ قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر ۳۳ درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جورو اور اونٹوں

کو لے گئے خبر ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا تعاقب کیا نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ [۳۵] درج ہے۔

مثلاً ہنید بن عوص کے ڈکیتوں کے گروہ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو لوٹ لیا تھا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر تھے۔ اور ہرقل کے پاس سفارت پہنچا کر واپس آ رہے تھے۔ ڈکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی صلعم کے لیے ارسال کیے تھے۔ ان ڈکیتوں کی سزا دہی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اس نقشہ میں اُسے سریہ حسمی [۵۵] درج کیا گیا ہے۔

مثلاً زید بن حارثہ کے قافلہ تجارت کو قوم فزارہ نے جو زیر سرداری اُم قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ اُم قرفہ [۴۲] کے نام سے درج ہے۔

مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ڈکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی۔ اور وہ نقشہ میں سریہ [۲۱] درج ہے۔

ب ایسے واقعات بھی ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔

مثلاً عُمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصما نامی کو جو غالباً اُن کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی قتل کر ڈالا تھا، سریہ [۱۰]

مثلاً سالم بن عُمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا، سریہ [۱۱]

مثلاً محمد بن مسلمہ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ [۱۶]

مثلاً عبد اللہ بن انیسؓ نے سفیان بن خالد ہذلی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ [۲۲]

مثلاً عبد اللہ بن عتیک نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ [۳۱]

یہ سب ایسے واقعات ہیں جن کا شمار جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی درج ہے چند لوگ دس واعظوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے علاقہ میں لے جا کر آٹھ کو قتل دو کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع [۲۳] ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے علاقہ تک دو سو سواروں کو لے کر گرد وری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے جس سے مقصود اُن سرکشوں کا صرف مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ لحیان [۲۳] کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصہ پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس معلمانِ دین تبلیغ کے لیے بھیجے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے بنو ثعلبہ نے

حملہ کر کے اُن میں سے ۹ کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریۂ ذی القصہ ۳۶ درج ہے۔ ان بنو ثعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ ۳۸ و سریہ ۴۲ کے نام سے درج ہے۔

علی ہذا ملک نجد کے لیے ستر واعظ بھیجے گئے تھے، والیٔ نجد کا چچا ان کی حفاظت کا خود ذمہ دار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریۂ بئر معونہ ۳۲ ہے۔

بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اسیر بن رزام یہودی اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے۔ ابن رواحہؓ کے ساتھ بھی تیس ہی مسلمان تھے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان ایک یہودی سوار تھا۔

اُسیر نے چپکے سے عبد اللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اُسیر کے ضرب لگائی۔ اس نے عبد اللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تیس مسلمانوں نے تیس یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبد اللہ بن رواحہ ۵۴ کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں شاید کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید بنو خذیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے انھوں نے لشکرِ اسلام کی آمد کی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ خالد ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خذیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریۂ خالد ۶۳ ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کا ہے ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا۔ مگر ان کا شبہ رفع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریۂ خربہ ۵۹ کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی واقعہ عمرو بن امیہ ضمری کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بئر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کے ۶۹ مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا دیت ادا کیا۔ اس نقشہ میں وہ سریۂ بئر معونہ ۲۵ کے نام سے درج ہے۔

اس سے بھی عجیب تر سریہ ۷۰ و سریہ ۷۱ و سریہ ۷۲ ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور انھیں کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا۔ مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلاتِ بالا سے ایک تحقیق دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات وسرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں، بلکہ نبی صلعم یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں گے تو اُن کا شمار بہت کم نکلے گا۔

بدر نمبر ۹ اُحد نمبر ۱۹ غزوۂ احزاب نمبر ۳۰ خیبر نمبر ۴۹ فتح مکہ نمبر ۶۹ غزوہ حنین نمبر ۷۰ بے شک لڑائیاں ہیں، مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حمراء الاسد نمبر ۲۰ کو غزوۂ اُحد نمبر ۱۹ سے علٰحدہ شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ اُحد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حمراء الاسد نمبر ۲۰ دوسرے دن کے تعاقب یا تجسسِ دشمن کا۔ پھر اس کا شمار علٰحدہ کیونکر ہو سکتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوہ وسرایا کو اُن کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کردوں تاکہ ناظرینِ کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمالیں۔

اوّل تکمیل معاہدت وتبلیغ اسلام ومواعظ کے لیے سفر۔

غزوۂ ودان نمبر ۴۔ غزوہ بواط نمبر ۵۔ غزوہ ذوالعشیرہ نمبر ۷۔ سریہ دومۃ الجندل نمبر ۴۲۔ غزوہ حدیبیہ نمبر ۴۸۔

دوم حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت۔

سیف البحر نمبر ۱۔ رابغ نمبر ۲۔ ضرار نمبر ۳۔ سریہ نخلہ نمبر ۹۔ سریہ قردہ نمبر ۱۸۔ سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۹۔

سوم گرداوری تا سرحد حملہ آوران جس کا مقصود دشمن کو مرعوب کرکے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر ۱۴۔ سریہ قرقرۃ الکدر نمبر ۱۵۔ غزوہ ذی امر نمبر ۱۷۔ بدر اخریٰ نمبر ۲۷۔ غزوہ دومۃ الجندل نمبر ۲۸۔ سریہ قریظا نمبر ۳۳ غزوہ بنو لحیان نمبر ۳۴۔ سریہ عمر نمبر ۳۶۔ سریہ بنو ثعلبہ نمبر ۳۹۔ سریہ جموم نمبر ۳۹۔ سریہ طرف نمبر ۴۰۔ سریہ وادی القریٰ نمبر ۴۱۔ سریہ فدک نمبر ۴۳۔ غزوہ وادی القریٰ نمبر ۵۰۔ غزوہ ذات الرقاع نمبر ۵۱۔ سریہ عیص نمبر ۵۲۔ سریہ کدید یا سریہ غالب نمبر ۵۳۔ سریہ غالب نمبر ۵۴۔ سریہ تربہ نمبر ۵۶۔ سریہ بنو کلاب نمبر ۵۷۔ سریہ منقعہ نمبر ۵۹ سریہ فزارہ نمبر ۶۰۔ سریہ بشیر نمبر ۶۱۔ سریہ ابن ابی العوجا نمبر ۶۲۔ سریہ کعب بن عمیر نمبر ۶۳۔ سریہ شجاع بن وہب نمبر ۶۴۔ سریہ عمرو بن العاص نمبر ۶۶۔ سریہ ابوعبیدہ نمبر ۶۷۔ سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۸۔ سریہ عیینہ نمبر ۷۰۔ سریہ قطبہ نمبر ۷۷۔ غزوہ تبوک نمبر ۸۱۔ سریہ دومۃ الجندل نمبر ۸۲

چہارم سزادہی گروہ ڈکیتی پیشگاں۔

سریہ حسمیٰ نمبر ۵۵۔ سریہ ام قرفہ نمبر ۴۴۔ سریہ عرینیین نمبر ۴۶

پنجم تعاقب ڈکیتاں۔

غزوہ سفوان نمبر ۶۔ سریہ قیس نمبر ۲۱۔ غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر ۳۵۔ سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر ۷۹۔

ششم ۔ معاہد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور اُن کے انجام :

غزوہ بنو قینقاع نمبر ۱۲ ۔ سریہ رجیع نمبر ۲۲ ۔ سریہ بیر معونہ نمبر ۲۴ ۔ غزوہ بنو نضیر نمبر ۲۶ ۔ سریہ بنو مصطلق نمبر ۲۹ ۔ غزوہ بنو قریظہ نمبر ۳۲ ۔ سریہ ذی القصہ نمبر ۴۳ ۔ سریہ بنی طے نمبر ۷۰ ۔

هفتم ۔ غلط فہمیاں ۔

سریہ عمرو بن امیہ نمبر ۲۵ ۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر ۴۵ ۔ سفر عمرو بن امیہ نمبر ۴۷ ۔ سریہ خربہ نمبر ۵۹ ۔ سریہ خالد نمبر ۶۳ ، سریہ ضحاک بن سفیان نمبر ۷۴

هشتم بُت شکنی ۔

سریہ خالد نمبر ۷۰ ، سریہ عمرو بن العاص نمبر ۷۱ ، سریہ سعد اشہلی نمبر ۷۲

نهم جنگ ۔

بدر الکبریٰ نمبر ۹ ۔ غزوۂ اُحد نمبر ۱۹ ۔ غزوۂ احزاب نمبر ۳۰ ۔ غزوہ خیبر نمبر ۴۹ ۔ سریہ مُوتہ نمبر ۶۵ ۔ فتح مکہ نمبر ۶۹ ۔ غزوہ حُنین نمبر ۷۴ ۔

دهم ۔ تعاقب دشمناں ۔

غزوۃ السویق نمبر ۱۳ ۔ حمراء الاسد نمبر ۲۰ ۔ غزوۂ طائف نمبر ۷۵ ۔

یازدهم ۔ لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی ۔

سریہ عمیر نمبر ۱۰ ۔ سریہ سالم نمبر ۱۱ ۔ سریہ محمد بن مسلمہ نمبر ۱۶ ۔ سریہ ابن انیس نمبر ۲۳ ۔ سریہ ابن عتیک نمبر ۳۱ ۔

اُمید ہے کہ صراحتِ بالا کا علم اور اُس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات و سرایا کی بابت دے آئے ہیں بہت مختصر نظر آنے لگے گا ۔ لیکن ہم ناظرینِ کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے ۔

غزوات و سرایا کی تقسیم ہم فرقہ بندی پر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے شخصی واقعات کو جن کا شمار ۵ ہے چھوڑ دیا گیا ۔

۱ ۔ قریش مکہ

سیف البحر نمبر ۱ ۔ رابغ نمبر ۲ ۔ خرار نمبر ۳ ۔ بواط نمبر ۵ ۔ سفوان نمبر ۶ ۔ ذوالعشیرہ نمبر ۷ ۔ غزوۃ السویق نمبر ۱۳ ۔ ذی قردہ نمبر ۱۸ ۔ احد نمبر ۱۹ ۔ حمراء الاسد نمبر ۲۰ ۔ بدر الاخریٰ نمبر ۲۷ ۔ احزاب نمبر ۳۰ ۔ سریہ عیص نمبر ۵۲ ۔ سریہ عمرو بن اُمیہ نمبر ۴۴ ۔ حُدیبیہ نمبر ۴۸ ۔ سیف البحر نمبر ۶۰ ۔ مکہ نمبر ۶۹ ۔

۲- بنو غطفان و انمار

قرقرة الکدر نمبر ۱۴ - نمبر ۱۵ - ذی امر نمبر ۱۷ - غزوۃ دومۃ الجندل نمبر ۲۸ - بنو مصطلق نمبر ۲۹ - غابہ نمبر ۳۵ - وادی القریٰ نمبر ۴۱ - سریہ کرز بن جابر نمبر ۴۶ - ذات الرقاع نمبر ۵۱ - سریہ تربہ نمبر ۵۶ - سریہ منقعہ نمبر ۵۸ - سریہ خربہ نمبر ۵۹ - سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۹ - سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر ۷۷ -

۳- بنو سلیم

بیر معونہ نمبر ۲۴ - جموم نمبر ۳۹ - ابن ابی العوجاء نمبر ۶۲ - بنو ملوح بنو سلیم نمبر ۵۳ -

۴- بنو ثعلبہ

ذی القصہ نمبر ۳۷ - بنو ثعلبہ نمبر ۳۸ - طرف نمبر ۴۰ - سریہ حسمی نمبر ۵۵ -

۵- بنو فزارہ و عذرہ

سریہ ابو بکر صدیق نمبر ۴۴ - سریہ فدک نمبر ۵۰ - سریہ بشیر بن سعد نمبر ۶۱ - ذات اطلح نمبر ۶۳ -

۶- بنو کلاب و بنو مرّہ

قریظہ نمبر ۳۳ - بنو کلاب نمبر ۵۷ - بنو مرّہ نمبر ۶۰ - سریہ ضحاک نمبر ۷۸ -

۷- بنو عضل و قارہ

رجیع نمبر ۲۳

۸- بنو اسد و بنو قضاعہ

قطن نمبر ۲۱ - غمر نمبر ۳۶ - ذات السلاسل نمبر ۶۶

۹- بنو ذکوان ۴

بیر معونہ نمبر ۲۴ - اسی کو ہم نے بنو سلیم کے تحت بھی درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

۱۰- بنو لحیان

غزوہ نمبر ۳۴

۱۱- بنو سعد بن بکر

فدک نمبر ۴۲

۱۲- بنو ہوازن

ذات عرق نمبر ۶۴

۱۳- بنو تمیم

سریہ عیینہ نمبر ۷۶

۱۴۔ بنو ثقیف

حنین نمبر ۴۴۔ طائف نمبر ۴۵

۱۵۔ یہود

بنو قینقاع نمبر ۱۲۔ بنو نضیر نمبر ۲۰۔ بنو قریظہ نمبر ۳۲۔ سریہ ابن رواحہ نمبر ۳۴۔ خیبر نمبر ۴۱۔ وادی القریٰ نمبر ۵۰۔

۱۶۔ عیسائیاں

موتہ نمبر ۴۶۔ بنو طے نمبر ۴۷۔ تبوک نمبر ۴۰۔ دومۃ الجندل نمبر ۲۸، نمبر ۴۲، نمبر ۹۲۔

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کے وجوہ کیا ہیں:

ہم اوّل تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں جس قدر بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا در جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے۔

اوّل۔ قیس عیلان اور بنو غطفان۔ بنو ثعلبہ۔ بنو محارب۔ بنو اشجع۔ بنو ذبیان۔ بنو فزارہ اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

دوم۔ طابخہ۔ بنو تمیم اسی فرزند کی اولاد ہیں۔

سوم۔ مدرکہ اور بنو اسد۔ بنو ہون۔ بنو قارہ۔ بنو عضل اور بنو کنانہ (جس کے اندر احابیش و بنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق و قریش داخل ہیں) اسی مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اس شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھا۔

یہودی قریش کے ساتھ معاہدت کی رو سے متفق تھے، جیسا کہ ۵ھ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اس صلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات و سرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنو الیاس بن مضر سے ہوئیں جس نسل سے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ کوئی بھی حق نہیں کہ سکتا کہ نبی صلعم نے عرب بھر میں لڑائی پھیلا دی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کرانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ مخاصمانہ یا مدافعانہ قوت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل بس صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی کے متعلق جن دلائل کو ہمارے

علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں، ان کی حاجت نہیں رہ جاتی، البتہ فلسفہ تاریخ ہنوز اس امر کا ہم سے خواستگار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کر جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے۔ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت سے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تفحص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

۱۔ قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنو کنانہ کا علاقہ پڑتا تھا، جن سے قریش کی جانی عداوت مخاصمت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

(ا) بنو کنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

(ب) اگر فوج کو راہ مل بھی گئی، تب بھی اندیشہ ہے کہ بنو کنانہ اُدھر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور اِدھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں، کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیار اٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آوری کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

۲۔ سراقہ[1] بن مالک المدلجی الکنانی، جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا، اُسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رُکے ہوئے ہیں، اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سُراقہ اُن کو اپنے علاقہ سے راستہ دے گا۔ اور خود اُن کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچے گا، بلکہ جہاں تک ممکن ہوا وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعہ سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

۳۔ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے، لہٰذا بدر کی دینی جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بنو کنانہ ہیں اور ان کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں:

---

[1] راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے بامید انعام مشتہرہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب کیا تھا۔ سراقہ ۸ھ میں داخل اسلام ہوئے اور ۲۴ھ میں وفات پائی۔

الاحابیشؑ { بنو نضر — یعنی اولاد نضر بن کنانہ۔
بنو مالک — یعنی اولاد مالک بن کنانہ
مطیبینؑ — یعنی اولاد حرث بن مالک۔

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں۔ { بنو الحرث — حرث بن لوی سے۔
بنو العوف — عوف بن لوی سے۔
بنو کعب — کعب بن لوی سے۔

بنو عدی — عدی بن کعب سے۔
بنو ہصیص — ہصیص بن کعب سے۔
بنو جمح — جمح بن کعب سے۔
بنو مرّہ — مرّہ بن کعب سے۔
بنو سہم — سہم بن کعب سے۔
بنو تیم — تیم بن مرّہ سے۔
بنو کلاب — کلاب بن مرّہ سے۔
بنو زہرہ — یعنی زہرہ بن کلاب سے۔
بنو قصی — قصی بن کلاب سے۔

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی چنانچہ احد میں اس نے تلافی مافات کر دی اور عموماً شامل جنگ ہوا۔

۴۔ واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار ہیں اور باقی دو ہزار انہی قبائل کے ہیں جو فرزندان الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن برہان الدین حلبیؒ نے جنگ احد میں بنو المصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقدی نے بنو ثقیف کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبویہ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہےؑ۔ پس احد میں ان قبائل کا پہل کر کے علم عدا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کا بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

لہ احابیش حبش سے بنا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انھوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے احابیش مشہور ہوئے
سہ انھوں نے ایک معاہدہ کرتے وقت عطر کا استعمال کیا تھا اس لیے مطیبین کہلاتے تھے سہ انسان العیون جلد ۲ ص ۳۰۸ سہ واقدی ص ۱۴۰

۵- اُحد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے - جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے - لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے -

اِذْ جَاۤءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ	جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آگئے -
مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ	جب مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک
الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ	اُچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے
الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ	ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان
زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ؀	کو بہت زور سے جھنجوڑا گیا -

اب ان چند در چند لشکروں کا تفحص کرنا چاہیئے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں :

الف - قریش اور ان کے اتباع	زیر کمان ابوسفیان اموی -
ب - بنو سلیم	زیر کمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور اسلمی) -
ج - بنو اسد	زیر کمان طلیحہ بن خویلد الاسدی -
د - بنو اشجع	زیر کمان ابو مسعود بن اُخیلہ -
ھ - بنو مرہ	زیر کمان حرث بن عوف مُرّی
و - بنو غطفان و اتباع بنو غطفان یعنی بنو عبس - بنو دیبان بنو العشراء - بنو سعد - بنو العشراء بنو شیبع - بنو جاش - بنو فزارہ	زیر کمان عُیَینہ بن حصین
ز - یہودانِ خیبر و نوحی فدک وام لقری و تیماء ۷۰۰	زیر کمان حیّ بن خطب
ح - قبیلہ ہوازن	زیر کمان عامر بن طفیل

جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے -

ط - یہودان بنو قریظہ مقیم مدینہ نے دشمنوں کو امداد بشیرہ بساحی کر دی اور مقابل سے مدد دی تھی -
ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد یہ محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں نبی

---

۵ انسان العیون ج ۱ ص ۲۱۰ -

فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر و مکہ و حنین و طائف کے بواعث بھی اُسے معلوم ہو جائیں گے، کیونکہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اُس پر حملہ کرنے میں ابتدائی ہو، بلکہ جب متعدد بار اُس نے حملے کیے تب اُس کا انھوں نے جواب دیا ہے۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اُس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو ۸۲ ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا، پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریقِ مخالف کا نقصان حسبِ ذیل تھا:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں
مخالف	۶۵۶۴	۰	۷۵۹	۷۳۲۳	
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۹	۷۷۱۰	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد انشاء اللہ صحیح ہے

مقتولین ہر دو جانب کی تعداد (۱۰۱۸) ہے اور (۹۲) پر تقسیم کرنے سے فی جنگ ۱۱ اوسط نکلتا ہے کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صدہا سالہ مذاہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبلوانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں۔

دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے یعنی ۶۵۶۴ مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نمائے عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چونکہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد ۶۰۰۰ ایک ہی غزوۂ حنین کی ہے۔ اس لیے باقی جنگوں میں وسط اسیرانِ جنگ ۶ رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو ۶۵۶۴ قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ ۶۳۴۷ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از راہِ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے ۲۱۵ قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتہ نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے۔ مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذاتِ قدسی نے ۶۳۴۷ کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا۔ اس کے الطاف سے ۲۱۵ بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر ۂ

گئے ہوں گے اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہُوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متمدن عرب اور مُلحد و بُت پرست عرب کو موحّد و مسلم عرب بنانے، ڈکیتی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے، فرانس سے دوچند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں ۱۰۱۸ نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں۔ انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمیٰ عظیم ترین جنگ جو ۴ اگست ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر تاریخ ۳ مارچ ۱۹۱۸ء تک متمدن دنیا کے حصّہ کثیر پر جاری رہی ہے کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے لاکھوں نفوس درابوں شرفیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا ہے۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں بایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔[1]

خیال کرو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی و مادی و ملی فوائد حاصل کیے تھے جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو۔ مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے مقتول نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔[2]

---

[1] اخبار ہمدم ۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء نے جنگ عظیم زنشتہ ۱۹۱۸ء کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس ۱۷ لاکھ۔ جرمنی ۱۴ لاکھ۔ فرانس ۱۳ لاکھ ستر ہزار۔ اٹلی ۴ لاکھ ساٹھ ہزار۔ آسٹریا ۸ لاکھ۔ برطانیہ ۷ لاکھ۔ ٹرکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار۔ بلجیم ایک لاکھ ۲ ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ۔ سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ۔ امریکہ پچاس ہزار۔ جاپان ۳ لاکھ ۹۳ ہزار۔

مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نو آبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گم شدوں کی تعداد مذکورہ بالا عدد میں شامل نہیں۔

[2] اعجاز التنزیل ص ۱۶۹۔

اکیلی سلطنت سپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے تبیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔

فصل[۱]

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست ۱۹۱۴ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھ کر دل آف آنرز کے نام سے اُن بہادرانِ جنگ کے نام شائع کرتے ہیں، جنھوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں اُن مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا، وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔	اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا اُس پر خوش ہیں اور اُن لوگوں کو جو اُن سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب اُنھیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(۳ : ۱۶۹ - ۱۷۰)

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم کا فرمان ہے :

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ ۔ — وہ جوانمرد کہ خدا کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے اُن کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نامات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو چن چن کر اپنی کتاب کی آرائش کی ہے اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ بیر معونہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ پوری کروں گا۔ ورنہ اس کمی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

نقشہ اگلے صفحہ سے شروع ہوگا۔

---

[۱] اعجاز التنزیل ص ۲۲۳

نمبر ۱

شہدائے بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضو عنہ

نام	کیفیت
۱- مہجع بن صالح	قوم عک سے تھے عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یومئذ مہجع سید الشہداء
۲- عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی	قرشی المطلبی ابو الحارث یا ابو معاویہ کنیت ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے سب سے پہلے اسلامی سریہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔
۳- عمیر بن ابو وقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف	قرشی الزہری حضرت سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ کے برادر خورد ہیں ۱۶ سال کی عمر تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بوجہ صغر سنی واپس کرنا چاہا تو یہ رو پڑے۔ اس لیے اجازت دی گئی لڑے اور خندان خندان روضۂ رضوان کو سدھارے۔
۴- عاقل بن بکیر بن عبد یالیل	لیثی، ان کے بھائی خالد کا نام شہداء رجیع میں ہے۔
۵- عمیر بن عبد عمیر بن نضلہ	ذو الشمالین لقب۔ ابو محمد کنیت، حلیف بنو زہرہ
۶- عوف یا عوذ بن عفراء	انصاری بخاری عفراء ان کی والدہ کا نام ہے، والد کا نام حارث ہے۔
۷- معوذ بن عفراء	نمبر ۶ کے برادر شقیق۔
۸- حارث یا حارثہ بن سراقہ بن حارث	ان کی والدہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں۔ حلق پر تیر لگا تھا۔
۹- یزید بن حارث یا حرث بن قیس بن مالک	انصاری بخاری۔ مواخات میں ذی الشمالین ۵ کا بھائی تھا۔
۱۰- رافع بن معلی بن لوذان	انصاری
۱۱- عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام	انصاری السلمی حضرت عبیدہ نمبر ۲ کے ساتھ مواخات تھی دونوں ایک ہی میدان میں سر فرد ہو کر رونق افزائے جنت ہوئے میدان جنگ میں ان کا رجزیہ تھا۔ رکضاً الی اللہ بغیر زاد ؛ الا التقی وعمل المعاد

ے زرقانی جلد اص ۴۴۴ یہ اسلام ہی کی فیاضی و مساوات ہے کہ غلام بھی بانی اسلام کی مبارک زبان سے سید الشہداء کا خطاب حاصل کر لیتا ہے کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی نظیر موجود ہے۔

	والصبر فی اللہ علی العباد ؛ وکل زاد عرضۃ النفاد غیر التقی والبر والرشاد
۱۲- عمار بن زیاد بن سکین بن رافع	انصاری الاشہلی
۱۳- سعد بن خیثمہ الانصاری الدوسی ابو عبداللہ کنیت ۔ سعد خیر لقب ۔	نقیب محمدی تھے ۔ باپ نے کہا تم ٹھہرو میں جاتا ہوں ۔ انھوں نے کہا باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو ۔ ان کے والد خیثمہ غزوہ احد میں شہید ہوئے ۔ پس یہ شہید بن شہید صحابی بن صحابی ہیں ۔
۱۴- مبشر بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید	الانصاری الاوسی[1]

نمبر ۲
شہدائے غزوہ سویق

۱- معبد بن عمرو الانصاری	
۲- ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا	

شہدائے احد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

مہاجرین

۱- حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی	عم النبی صلعم اسد اللہ ورسولہ لقب سید الشہداء خطاب
۲- عبداللہ بن جحش الاسدی القرشی	المجدع فی سبیل اللہ لقب نبی صلعم کے پھوپھی زاد بھائی
۳- شماس بن عثمان بن شرید قرشی المخزومی	بدری ۔ دو ہجرتیں کیں ۔ عمر بوقت شہادت ۳۴ سال
۴- مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی ۔ قرشی العبدری	دو ہجرتیں کیں ۔ اولین مہاجر مدینہ ۔ انصار کے دو قبیلے ۔ ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے ۔ بدر اور احد میں رایت نبوی انہی کے ہاتھ میں تھا ان کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کو ملا ۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں ۔ المقری القاری لقب ۔ عمر بوقت شہادت ۴۰ سال

[1] زرقانی میں ہے : استشہد یوم بدر من المسلمین اربعۃ عشر رجلا ۔ جلد اوّل ص ۴۴۴ ۔ فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے متفق علیہ ہیں ۔ بیہقی نے ۲۲ تعداد بتائی ہے ۔ مجھے ان کے علاوہ سعد بن خولی اور صفوان بن بیضا فہری ۔ اور عبداللہ بن سعید بن عاص اموی کے نام بھی ملے ہیں ۔ اس طرح فہرست کے اسماء کی تعداد ۱۷ ہے ۔

الانصار

نام	کیفیت
۵۔ انس بن نضر بخاری	انس بن مالک کے چچا۔ ان کے جسم پر ۸۰ سے زیادہ زخم تیر تلوار اور نیزہ کے تھے۔ یہ اُن بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑ گئی، تو انھوں نے کہا الہٰی میں مسلمانوں کے افعال کی بابت سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کرتوت سے برأت ظاہر کرتا ہوں پھر تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راہ میں سعد بن معاذ سے بولے سعد! دیکھو یہ ہے بہشت بخدا مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ حملہ کیا، لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔
۶۔ انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث	بدری ہیں۔
۷۔ ابو ہُبیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری	ان کا نام ہی ابو ہُبیرہ ہے۔ ابو اسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ ابو اسیرہ کا نام شہدائے اُحد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے
۸۔ اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی	اکابر صحابہ میں سے ہیں۔
۹۔ ایاس بن اوس بن عتیک۔ اشہلی	ان کے بھائی انس غزوۂ خندق میں شہید ہوئے
۱۰۔ اوس بن ثابت، مزنی	برادر حضرت حسان شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
۱۱۔ رفاعہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل۔	بوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔
۱۲۔ ثابت بن وقش	رفاعہ کے برادر حقیقی
۱۳۔ عمرو بن ثابت بن وقش	حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے
۱۴۔ سلمہ بن ثابت بن وقش	لبشرح صدر
۱۵۔ ثابت بن عمرو بن زید بخاری	بدری ہیں
۱۶۔ ثابت بن دحداح	بنو عجلان سے ہیں، انہی نے کہا تھا اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ انھوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔

نام	کیفیت
۱۷- ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی	مشہور صحابی ابو حمید ساعدی کے چچا ہیں
۱۸- ثقب (یا ثقیب) بن فروہ بن بدن ساعدی	انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔
۱۹- حارث بن اوس بن معاذ اشہلی	بدری حضرت سعد بن معاذ کے برادر زادے عمر بوقت شہادت ۲۰ سال
۲۰- عمرو بن معاذ اشہلی	بدری حضرت سعد بن معاذ کے برادر۔ عمر ۳۲ سال
۲۱- حارث بن انس بن رافع اشہلی	بدری
۲۲- حارث بن عبداللہ بن سعد بن عمرو خزرجی	
۲۳- حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی	
۲۴- حارثہ بن عمرو	از بنو ساعدہ
۲۵- حبیب بن زید بن تیم۔ بیاضی	
۲۶- حنظلہ بن ابی عامر، اوسی	خدا کی شان ان کا لقب غَسِیلُ الْمَلَائِکَۃِ ہے اور ان کے باپ کا لقب فاسق۔ حضرت حنظلہ کے فرزند عبد اللہ بھی صحابی اور شہید ہیں وہ یوم الحرہ کو ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔
۲۷- خارجہ بن زید بن ابو زہیر خزرجی	عقبی، بدری۔ ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابو بکر صدیقؓ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابو بکر صدیقؓ کے بھائی تھے۔
۲۸- سعد بن ربیع خزرجی	عقبی، بدری۔ نقیب محمدی۔ حضرت خارجہ نمبر ۲۷ کے ابن عم۔ دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے۔
۲۹ جناب بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی	
۳۰- صیفی بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی	نمبر ۲۹ و ۳۰ حقیقی بھائی ہیں ور برشیح بن تیہان نمبر ۰ م کے جا چکے ہیں
۳۱- خیثمہ بن حارث بن مالک اوسی	ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر ۱۴ پر ہے
۳۲- ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ زرقی	عقبی بدری۔ مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔
۳۳- رافع بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی	ابو مالک کنیت۔ نقیب محمدی۔ عقبہ کی ہر سہ بیعت ۲ میں ۱۲ میں، ۰ میں شامل ہیں۔

نام	کیفیت
۳۴۔ رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو	
۳۵۔ رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی	عقبی۔ بدری۔ ابوالولید کنیت
۳۶۔ سعد یا سعید بن سوید بن قیس بن ابجر	خدری ہیں
۳۷۔ سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی	
۳۸۔ سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس	بدری۔ اسلمی
۳۹۔ سُبَیع بن حاطب بن قُبَیس بن ہُبَیشہ	وسی
۴۰۔ سُوَیبَق بن حاطب بن حارث بن حاطب	
۴۱۔ صخرہ بن عمرو (البشر)	بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔
۴۲۔ عبداللہ بن جُبَیر بن نعمان	عقبی۔ بدری۔ اس غزوہ میں سردار تیر انداز تھے۔
۴۳۔ عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ	ساعدی
۴۴۔ عبداللہ مجذر بن زیاد بلوی۔	بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے
۴۵۔ عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزہ۔	
۴۶۔ نعمان بن عبد عمرو بن مسعود۔	بدری ہیں ۴۴، ۴۵، ۴۶ ایک قبر میں مدفون ہوئے
۴۷۔ عامر بن امیہ بن زید بن خشخاش نجاری	بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔
۴۸۔ عبید (عتیک) ابن تیہان بن مالک۔	ابو ہشیم کنیت۔ بدری۔ عقبی ہیں۔
۴۹۔ یسار۔	نمبر ۴۸ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
۵۰۔ عبید بن معلّی بن لوذان بن حارثہ۔	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر ۱۲ پر ہے
۵۱۔ عباس بن عبادہ خزرجی	مہاجر و انصار ہیں۔ عقبتین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
۵۲۔ عامر بن مخلد بن حارث نجاری۔	بدری ہیں۔ ان کی نسل باقی نہیں رہی
۵۳۔ عمرو بن ایاس۔	یکے از بنو عوف
۵۴۔ عمرو بن مطرف یا مطرف بن علقمہ بن عمرو بن ثقف	بنو حرام
۵۵۔ عتبہ بن ربیع بن رافع	خدری۔ خزرجی
۵۶۔ عباد بن سہل بن مخرمہ	اشہلی۔ اَوسی
۵۷۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی خزرجی	بدری۔ نقیب عمری۔ ابوجابر کنیت۔ مشہور صحابی جابر کے والد۔

	حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے اُن سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا
۵۸- عمرو بن جموح بن زید بن حرام	سید الانصار تھے، پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا یونہی لنگڑاتا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلتے تو یہ دعا کی تھی: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ وَلَا تَرُدَّنِي إِلَىٰ أَهْلِي خَائِبًا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے: إِذْ جَاءَهُ السُّؤَالُ أَذْهَبَ مَالَهُ وَقَالَ خُذُوهُ إِنَّهُ عَائِدٌ غَدَا
۵۹- خلاد بن عمرو بن جموح	بدری ہیں۔ ۵۸ کے فرزند ہیں۔
۶۰- ابو ایمن	۵۸ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
۶۱- عمارہ بن زیاد بن سکن بن رافع [ے]	اشہلی ہیں۔ ان کے جسم پر ۱۴ زخم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سرہانہ بنا دیا تھا۔ جب روح نکلی ان کے رخسار حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم مبارک پر تھے۔

[ے] سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شربت شہادت پیا تھا۔ قد اصیب زوجها واخوها وابنها۔ انھوں نے ان سب کی خبر شہادت سن کر بھی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور کو دیکھ کر کہا کل مصیبة بعدک جلل۔ آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ مجھے کسی کتاب میں ان خاتون جلیلہ کا نام نہ ملا۔ آخر شہدائے احد کی قرابت مندی کے سلسلہ پر غور کرنے اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا جن کے تینوں ایسے قرابتی شہداء میں ہوں۔ مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے۔ الحمدللہ کہ مجھے کامیابی ہوئی۔ یہ خاتون ہند ہیں۔ خلاد بدری ان کا فرزند ہے۔ عبداللہ بدری و نقیب محمدی ان کا بھائی ہے۔ عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر۔ یہ سب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ خاتون ہر سہ شہیدوں کو اونٹ پر لاد کر احد سے مدینہ لے گئیں اور پھر گنج شہیداں میں شامل کرنے کے لیے احد میں لائی تھیں۔ بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی نخل گھرانہ کی ہو سکتی ہیں جن کا ہر فرد ایمان و عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اصیب زوجها واخوها وابوها ہے یعنی شوہر، برادر و پدر شہید ہوئے تھے۔ ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔ اسماء بنت یزید بن سکن بڑے درجہ کی خاتون ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں رسولۃ النساء ہو کر آئی تھیں۔ ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید شہدائے احد میں ہیں۔ لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کی مصداق حضرت اسماء ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی بڑے درجہ کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

[ے] استیعاب نے شہدائے احد میں ایک نام عمارہ بن زیاد بھی بروایت ابن الکلبی لکھا ہے۔ وہ شہید ان کے بھائی ہیں۔

نام	کیفیت
۶۲۔ یزید بن سکن	ابو اسماء کنیت عمارہ ۳۱ کے چچا ہیں۔ عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
۶۳۔ عمرو ولد قیس بن زید بن سواد بن مالک	بنو نجار سے ہیں۔
۶۴۔ قیس بن عمرو بن قیس	نمبر ۶۳ عمرو کے فرزند ہیں
۶۵۔ قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر	مازنی، بدری ہیں۔
۶۶۔ مالک بن سنان	ابو سعید خدری کے باپ ہیں۔
۶۷۔ نوفل بن ثعلبہ	سالمی الخزرجی بدری ہیں۔
۶۸۔ یزید بن حاطب بن عمرو	اشہلی
۶۹۔ وہب بن قابوس	
۷۰۔ حارث بن عقبہ بن قابوس	نمبر ۶۹ و ۷۰ دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جبل مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا معلوم ہوا کہ سب میدانِ اُحد میں مصروف کارزار ہیں فوراً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھار

تتمہ

نام	کیفیت
حُسیل یمان بن جابر العبسی القطعی	مشہور صحابی حضرت حذیفہ کے والد ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے بوجہ اشتباہ مارے گئے۔

تنبیہہ

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں۔ کیونکہ امام ابن اسحق نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں۔ وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں، اور صحیح ہیں انشاء اللہ

شہدائے یوم الرجیع (۸) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نام	کیفیت
۱۔ مرثد بن کنعان بن حصین غنوی	ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیلان تک منتہی ہوتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرثد مدینہ سے آتے جیل کی دیوار پھاند کر

۱ صحیح بخاری میں بروایت انس بن مالک ہے کہ یوم احد کو ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔

	اندر جاتے۔ اُن میں سے ایک مسلمان کو اُٹھاتے۔ دیوار کود کر اُسے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کی رہائی ہوئی۔

۲۔ خبیب بن عدی انصاری	ان کا ذکر رحمۃ للعالمین جلد اوّل میں ہے۔
۳۔ عاصم بن ثابت ابن ابو الافلح قیس انصاری	ابو سلیمان کنیت ہے بدری ہیں اور اوسی۔
۴۔ زید بن دثنہ انصاری بیاضی	بدری و اُحدی ہیں۔ کفار نے اُن کو پھانسی دیا تھا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگے کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرما دیا۔
۵۔ زید بن مزین انصاری بیاضی	
۶۔ عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی	
۷۔ معتب بن عبید بن ایاس بلوی	۶ و ۷ ماں جائے بھائی ہیں۔
۸۔ خالد بن بکیر بن عبد یالیل [۱]	

شہدائے بئر معونہ (۲۶) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۔ منذر بن عمرو بن خنیس انصاری ساعدی	عقبی۔ بدری۔ نقیب محمدی۔ المعنق للموت لقب سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلیب بن عمرو کے بھائی۔
۲۔ حکم بن کیسان مولیٰ ہشام مخزومی	نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فائز بشہادت ہوئے۔
۳۔ حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری	بدری و احدی۔ ان کی بہن ام سلیم حضرت انس بن مالک کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے برب کعبہ میرا مقصود مجھے مل گیا۔
۴۔ سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری	۳ کے برادر شقیق ہیں۔

[۱] علمائے سیر نے اصحاب رجیع کی تعداد چھ لکھی ہے۔ حسان بن ثابت کے شعر میں بھی ۶ کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد ۱۰ بتائی گئی ہے ان میں سے آٹھ نام مل گئے ہیں۔

۵- حارث بن صمہ انصاری بخاری	جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے اُحد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں۔ بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کیا تھا۔
۶- ثابت بن خالد۔ بخاری	جنگ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔
۷- عامر بن فہیرہ۔ مولی۔ ابو بکر صدیقؓ	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چہرہ، روشندل۔ قدیم الاسلام۔ حضرت ابو بکر صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ عمر بوقت شہادت ۴۰ سال۔ عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب ان کے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مقتل میں نہیں ملی تھی۔
۸- عروہ بن سماء بن صلت	یہ بنو سلیم سے تھے قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قومی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
۹- عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
۱۰- معاذ بن ماعص ایضاً	۹ و ۱۰ برادران شقیق ہیں۔ بدری و اُحدی
۱۱- مسعود بن قیس بن خالد	۱۰ کے برادر عم زاد۔
۱۲- سفیان بن ثابت انصاری	بنو بنیت سے ہیں
۱۳- مالک بن ثابت "	۱۲ کے برادر شقیق
۱۴- سفیان بن حاطب بن اُمیہ	انصاری ظفری۔ اُحد میں حاضر تھے۔
۱۵- سہیل بن عامر بن ثقف	انصاری۔
۱۶- سعد بن عمرو بن ثقف	۱۵ کے برادر عم زاد ہیں۔
۱۷- طفیل بن سعد بن عمرو بن ثقف	جنگ اُحد میں حاضر تھے ۱۶ کے فرزند ہیں۔
۱۸- سہل بن عمرو بن ثقف	۱۶ کے برادر حقیقی
۱۹- قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشہل	انصاری۔ خزرجی
۲۰- منذر بن محمد بن عقبہ	انصاری اوسی۔ بدری۔ اُحدی
۲۱- نافع بن بدیل بن ورقہ	از بنو سہم

۲۲- انس بن معاویہ	از نبو عمرو بن مالک
۲۳- اُبی بن ثابت بن منذر	ابو الفسیح کنیت
۲۴ و ۲۵- اُبی بن معاذ بن انس	انصاری - نجاری - بدری - واقدی نے ان کو اور اُن کے بھائی کو اس سریہ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔
۲۶- مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق[1]	بدری اُحدی - بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مریسیع (۱)

۱- ہشام بن صبابہ لیثی	مقیس بن صبابہ کے بھائی ہیں ، ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔

شہدائے خندق (۶) رضی اللہ عنہم

۱- انس بن اوس بن عتیک بن عمرو	انصاری - اشہلی - اُحد میں حاضر تھے - تیر سے شہید ہوئے ان کے بھائی ایاس جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔
۲- عبداللہ بن سہل بن زید	انصاری - حارثی - بدری ہیں۔
۳- ثعلبہ بن عنمہ بن عدی	سلمی - خزرجی - عقبی و اُحدی ہیں -
۴- طفیل بن مالک بن نعمان	انصاری سلمی - بدری - غزوۂ اُحد میں ۱۳ زخم کھائے تھے - شفایاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
۵- کعب بن زید بن قیس بن مالک	انصاری - بدری - بیر معونہ کے ستر اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے
۶- سعد بن معاذ بن نعمان	اشہلی - خزرجی - سید ماذن - یوم خندق میں تیر لگا - ایک ماہ زخمی رہے - نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدست خاص دو بار جراحی فرمائی (اِهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ) ترجمہ : خدا کا عرش جھوم گیا انہی کی شان میں ہے۔

[1] بیر معونہ کے شہداء کی تعداد انس بن مالک نے ۷۰ بیان کی ہے (صحیح بخاری) ، مجھے صرف ۲۰ نام ملے۔

شہدائے بنو قریظہ (۲) رضی اللہ عنہم

۱۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ	انصاری خزرجی۔ عقبہ و بدر و احد و خندق میں شامل تھے۔
۲۔ سنان بن محصن	یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں سنان بن ذوب بن محصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔ واقدی نے ان کا انتقال ۳۲ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالباً صحیح نہیں۔

شہدائے غزوہ غابہ (۳) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۔ ذر بن ابوذر رض	نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتا دی تھی
۲۔ محرز بن نضلہ	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر و احد اور خندق میں شامل تھے۔
۳۔ وقاص بن محرز	بنو مدلج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصہ رضی اللہ عنہم

۱۔ سلکان بن سلامت بن وقش بن زغبہ	انصاری۔ اشہلی۔ ابو نائلہ کنیت
۲۔ حارث بن اوس بن معلیٰ بن لوذان	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں، اور دوسرے چچا عبید جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
۳ و ۴۔ دو کس از قبیلہ مزینہ	
۵۔ یک کس از بنو غطفان	

شہید سریہ وادی القریٰ (۱)

۱۔ ورد بن مرداس

---

* شہدائے رجیع سے دو کے نام ملے ہیں اور تین کے نامکمل پتے ملے ہیں۔ واقدی نے ابو عبس۔ نعمان۔ محیصہ۔ حویصہ۔ ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن زرقانی نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

شہید عرنیین (۱)

۱۔ الیسار نوبی	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے۔

شہید غزوہ وادی القریٰ (۱)

۱۔ مدعم	حبشی غلام۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا

شہدائے خیبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۔ اوس بن حبیب	انصاری۔ حصن ناعم پر شہید ہوئے۔
۲۔ اوس بن فاکہ یا فاتک	انصاری۔ اوسی
۳۔ اوس بن قائذ	
۴۔ اسلم	خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاش دیکھنے کو تشریف لے گئے تو جلد لوٹ آئے فرمایا اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی زخم پر بیٹھی ہوئی ہے۔
۵۔ ثابت بن واثلہ	
۶۔ حارث بن حاطب	انصاری۔ اوسی حدیبیہ۔ احد، خندق میں شامل تھے۔ ۶۲۰ھ بدر کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کسی درخدمت پر مامور فرمایا تھا قلعہ سے تیر آیا، دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
۷۔ رفاع بن مسرح	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
۸۔ ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر، احد، خندق، حدیبیہ میں موجود تھے قد بہت چھوٹا تھا، مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بوقتِ شہادت ۳۴ سال تھی۔
۹۔ سلیم ولد ثابت بن وقش بن زغبہ	احد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے

	زخمی ہوکر شہید ہوئے تھے۔ ان کے والد اور دو بھائی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔
۱۰۔ عامر بن اکوع (سنان)	مشہور پہلوان۔ صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوع کے چچا ہیں
۱۱۔ عبداللہ بن ابو امیہ بن وہب	بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف اور بھانجے تھے ان کا نام صرف واقدی نے لیا ہے۔
۱۲۔ عبداللہ بن ہُبَیب بن اُہیب	اسعدی۔ لیثی
۱۳۔ عدی بن مرہ بن سراقہ بن خباب	بلوی (القضاعہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔
۱۴۔ عروہ بن مرہ بن سراقہ	انصاری
۱۵۔ عمارہ بن عقبہ	از بنو عصار بن بلیل تیر سے شہید ہوئے۔
۱۶۔ ابو سفیان بن حارث بن قیس	انصاری
۱۷۔ عمیر بن ثابت۔	انصاری۔ اوسی۔ ابو ضیاح کنیت۔ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ میں شامل تھے۔
۱۸۔ مسعود بن سعد بن عامر بن عدی۔	انصاری۔ اوسی۔ بدری ہیں۔
۱۹۔ محمود بن مسلمہؓ	انصاری۔ حارثی۔ اُحد و خندق میں حاضر تھے۔ دیوار قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا۔ تین یوم زخمی رہ کر شہید ہوئے۔

سریہ حزبہ

۱۔ مرد اس بن نہیک	بنو فزارہ سے تھے۔

سریہ ابن ابی العرجاء

۱۔ حرمم بن ابی العوجاء	

ؔ اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد ۱۵ لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے ۲۰ نام ملے۔ فہرست بالا میں درج ہیں باقی چار میں سے زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور رنیف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔

بشر بن براء بن معرور کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کے کھانے سے ہوا تھا جو نبی صلعم کے لیے زینب یہودیہ نے بھیجی تھا۔

جبشر بن عبد منذر کی بابت دو روایت ہیں (۱) بدر میں شہید ہوئے (۲) جنگ خیبر میں شہید ہوئے میرے نزدیک روایت اول قوی ہے۔

شہدائے طلح

۱۔ کعب بن عمیر	غفاری، انصاری۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اکثر سریا میں سردار ہی بنایا کرتے تھے۔ واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ دس میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اسحق کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے تھے۔ دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔

شہدائے موتہ (۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ شرجیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلومانہ قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ اگر زید مارے جائیں تو جعفر طیار امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنالیں۔[۵] واقدی کی روایت میں ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا، وہ بولا کہ اگر محمد سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے۔ پھر وہ یہودی ازراہِ شرارت حضرت زید کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ، کیوں کہ اگر محمد سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا اَشْھَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا۔

اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَلَا اِمْرَاَۃً وَلَا کَبِیْرًا فَانِیًا وَلَا مُنْعَزِلًا بِصَوْمَعَۃٍ وَلَا تَقْرَبُوْا نَخْلًا وَلَا شَجَرَۃً وَلَا تَھْدِمُوْا بِنَاءً۔	خدا کے نام اور خدا کی راہ میں منکرینِ خدا سے غزا کرو دیکھو غدر نہ کرنا۔ غل سے بچنا، بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو اور مندروں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو نہ گرانا۔

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۷۳ پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی:

۱۔ زید بن حارثہ بن شرجیل الکلبی	باپ کی طرف ان کا سلسلۂ نسب قضاعہ تک اور والدہ سعدی

۵۔ صحیح بخاری عن ابن عمر

بنت ثعلبہ کی جانب سے بوطے تک پہنچتا ہے۔ ان کو رہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا تھا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ کے لیے خرید لیا۔ ام المؤمنین نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے امام زہری کا مذہب ہے کہ سب سے اوّل یہی اسلام لائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انہی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ : انعام یافتہ خداو انعام یافتہ رسولؐ۔ ان کے فرزند اسامہ تھے جو ام ایمن کے بطن سے تھے۔ وہ حبّ رسول اللہ کے لقب سے ملقب تھے حضرت زیدؓ کو نبی صلعم نے مواخات میں حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا۔ اور مقدمہ حضانت دختر حمزہ میں ان کو اخونا و مولانا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکے سے طائف تک کے لیے خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈکیتی پیشہ تھا وہ ان کو ایک سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں، وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید نے کہا دو رکعت نماز پڑھ لینے دو، وہ بولا پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی بھی نہ بچا حضرت نے نماز پڑھی اور تین بار یا ارحم الراحمین کہا۔ جبریل آئے اور انھوں نے ڈکیت کو قتل کر دیا۔

۲- جعفر (طیار) بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا مفصل حال اسی کتاب کے باب اوّل میں ہے اور ان کی تقریر بدربار حبش جلد اوّل میں درج ہے۔

۳- عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی

یکے از دوازدہ نقبائے محمدی ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر و احد و خندق و حدیبیہ و عمرۃ القضا میں شامل تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شعراء خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم سخت گرم تھا لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھ ۔۔۔ کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز تمام لشکر میں نبی صلعم اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔

جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی دعا دی انھوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے

لٰکِنَّنِی اَسْاَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَۃً
وَضَرْبَۃً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا
وَطَعْنَۃً بِیَدِی حَرَّانَ مجہزۃ
بِحَرْبَۃٍ تَنْفُذُ الْاَحْشَاءَ وَالْکَبِدَا
حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِذَا مَرُّوْا عَلٰی جَدَثِی
یَا اَرْشَدَ اللّٰہُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا[۱]

ان کو فوج کی کمانڈ حضرت زید و جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور پھر حملہ کرکے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی صلعم نے ان بر سہ امرا کی ارائک جنت پر رونق افروزی کو مشاہدہ کیا تھا:

یا نفس ان لم تقتلی تموت
هذا حمام الموت قد صلیت
وما تمنیت فقد اعطیت
ان تفعلی فعلهما هدیت[۲]

---

[۱] اشعار کا ترجمہ یہ ہے: میرا سوال تو رحمٰن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلوار میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں خدا میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں شاباش غازی خوب کام کرے گا۔ [۲] اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے تو نہ بچے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا خدا نے دیا۔ اب اگر تو بھی ان دو کی راہ پر چلے تو ہدایت مل گئی۔

۴۔ جابر بن ابی صعصعہ بن المازنی الانصاری	
۵۔ ابو کلاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی الانصاری	نمبر ۴ و ۵ حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔
۶۔ سراقہ بن عمرو بن عطیۃ الانصاری البخاری	بدرؔ، اُحدؔ، خندقؔ، حدیبیہؔ، خیبرؔ، عمرۃ القضاء میں ہمرکاب مصطفوی تھے۔
۷۔ عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری الخزرجی	جنگ بدر میں مع برادر خود سبیع بن قیس شامل تھے۔
۸۔ وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری	اُحدؔ، خندقؔ، حدیبیہؔ، خیبرؔ میں شامل تھے۔
۹۔ مسعود بن سُوید بن حارثہ القرشی العدوی	بنو عدی کے اُن ستر اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے ہجرت کی تھی۔
۱۰۔ مسعود بن الاسود بن حارثہ ایضاً	نمبر ۹ کے چچا زاد بھائی بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔
۱۱۔ عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری الخزرجی	بدرؔ، اُحدؔ، خندقؔ، خیبرؔ، حدیبیہ میں شامل تھے
۱۲۔ سوید بن عمرو	مواخات میں نمبر ۸ کے بھائی تھے۔
۱۳۔ ہمر یحیر بن بحیر بن عامر الضبعی [۱]	

شہدائے مکّہ (۲)

۱۔ جبیش بن اشعر بن منقذ بن ربیعہ	قوم خزاعہ سے ہیں۔
۲۔ کرز بن جابر بن حسیل فہری قرشی	ہجرت نبوی کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے، پھر یہ عرنیین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکّہ کے دن جبیش پہلے شہید ہوئے کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کرلی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

شہدائے حُنین (۶)

۱۔ ایمن بن عبید حبشی	حضرت اسامہ بن زید کے ماں جائے بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں جو یوم حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔

[۱] یہ فہرست انشاء اللہ مکمل ہے۔ ابن دحلان نے ۱۴ نام لکھے ہیں۔ حارث سفیر نبوی سمیت یہ تعداد ۱۴ ہوگئی۔

۲۔ حُویرث بن عبداللہ بن حلت	غفاری۔ انصاری۔ ابی اللحم لقب۔ یہ بتوں پر چڑھائے گا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
۳۔ مروبن سُراقہ	
۴۔ سراقہ بن حباب	انصاری
۵۔ سراقہ بن حارث بن عدی	بنوعجلان سے ہیں۔
۶۔ یزید بن زمعہ بن اسود بن معلب	ام المؤمنین ام سلمہ کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔[۱]

شہدائے طائف (۱۳)

۱۔ حارث بن سہل بن ابوصعصعہ	انصاری۔ بخاری از بنو مازن۔ ان کے دو چچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے
۲۔ حباب بن جبیر	
۳۔ عرفطہ بن حباب بن جبیر	۲، ۳ باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں
۴۔ صبیحہ بن عبداللہ بن حارث	لیثی ہیں
۵۔ رقیم بن ثابت	انصاری۔ اوسی
۶۔ ثابت بن جذع	انصاری۔ عقبی و بدری
۷۔ سعید بن سعید بن عاص بن امیہ	قرشی۔ اموی
۸۔ عبداللہ بن الوامیہ بن مغیرہ	قرشی المخزومی ام المومنین ام سلمہ کے برادر از جانب پدر
۹۔ عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب	قرشی۔ ہاشمی نبی صلعم کے چچیرے بھائی
۱۰۔ سائب بن حارث بن قیس بن عدی	قرشی۔ سہمی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یرموک ۱۳ھ میں شہید ہوئے۔
۱۱۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ	عدوی ہیں
۱۲۔ عبد بن قوال بن قیس بن وقش بن ثعلبہ	عدوی۔ اُحد، در جملہ مشاہد ما بعد میں شریک ہوئے۔
۱۳۔ منذر بن عبد بن قوال	۱۲ کے فرزند ہیں[۲]

[۱] یہ فہرست انشاءاللہ تعالیٰ مکمل ہے۔

[۲] یہ فہرست انشاءاللہ تعالیٰ مکمل ہے۔

شہدائے مشاہد مختلفہ

اس فہرست میں ان شہیدانِ پاک کے نام لکھے جاتے ہیں، جن کی بابت علمائے سیر میں یہ تو اتفاق ہے، وہ عہد پرنور مصطفوی میں شہید ہوئے تھے، مگر ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے:

نام	کیفیت
۱- قرعہ بن عتبہ (عقبہ) الانصاری الاشہلی	
۲- مالک بن خلف بن عمرو الخزاعی	طلیعہ اُحد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے۔
۳- مخیریق	یہودی عالم، از بنو نضیر تھے بروز جنگ اُحد ایمان لائے اور سیدھے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے تھے۔ اپنے مال کی وصیت نبی صلعم کے لیے کر گئے تھے۔
۴- ثابت بن النعمان بن امیہ۔ ابو حنہ	بدری ہیں۔
۵- سہل بن رومی بن وقش بن زغبہ	واقدی نے شہدائے اُحد میں ان کا نام لیا ہے۔
۶- یزید بن سعید الکندی۔ والد سائب	
۷- بشر بن براء بن معرور۔ انصاری	خیبری۔ زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی
۸- طفیل بن النعمان بن خنساء الانصاری	
۹- مسعود بن خلدہ	الانصاری الزرقی
۱۰- عبد اللہ (حکم) بن سعید بن العاص بن امیہ	قرشی۔ بدری
۱۱- مسعود بن الاسود بن حارثہ	قرشی العدوی
۱۲- ہبار بن سفیان بن عبد الاسد	المخزومی

باب چہارم

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝

کفارِ عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ پھبتی کستے کہ اس میں ہے ہی کیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمدؐ ہمیں اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ نما قصوں کو کہتے ہیں، جن میں حقیقت کم ہو، مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفارِ عرب جو علوم سے بے بہرہ، خط و کتابت سے عاری، احوالِ عالم سے بے خبر تھے۔ وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابلِ ترحم تھے، لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہلِ کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بار بار مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا ہے۔

بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم ہی سے سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔

ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائیبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ یہی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چرا چرا کر بیان کیا کرتا تھا۔

چونکہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذاتِ ستودہ صفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس باب کو سیرت النبی صلعم کے اندر شامل کیا جائے۔

آدم علیہ السّلام

بائیبل کی کتاب پیدائش کے باب ۲-۳ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغِ عدن کا قیام، درخت تیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ (درس ۱۷، باب ۳ میں یہ بھی ہے کہ "زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی")۔ تمام بائیبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہوگئی تھی، لیکن قرآن مجید نے آدمؑ کے جن فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائیبل خاموش ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ کہ پھل کھاتے وقت آدمؑ اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے،

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ (۲۰ : ۱۱۵)

۲۔ آدمؑ کی نیت میں خلاف حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (۲۰ : ۱۱۵)

۳۔ ربِ کریم نے اُن کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آئندہ انھیں بہترین راہ کی ہدایت بھی کر دی تھی اور آدم کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنا لیا تھا:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (۲۰ : ۱۲۲)

۴۔ آدمؑ پر کلام الٰہی بھی نازل ہوا تھا:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (۲ : ۳۷)

یہ ظاہر ہے کہ اگر نسلِ انسانی کے پدرِ اعظم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

الف۔ قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے، و ر بائیبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے "خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا درس ۱ باب ۵ کتاب پیدائش یہی مطلب اس کتاب کے درس ۲۶ باب ۱ میں ان الفاظ میں ہے۔ "تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت، و اپنی مانند بنا دیں۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب خدا کے جسم اور جسمانیت سے انکار کر سکتا ہے وہ کیوں کر خدا کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے اور کیوں کر خدا کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔

بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تنزیہہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے، وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قائن و ہابیل فرزندانِ آدم علیہ السلام

بائیبل نے بیان کیا ہے کہ:

۱۔ قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا درس ۸ باب ۴ پیدائش

۲۔ خداوند نے قائن پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پادے مار نہ ڈالے۔

۳۔ خدا نے کہا کہ جو کوئی قائن کو مار ڈالے گا سات گنا بدلہ اس سے لیا جاوے گا۔

ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے:

۱۔ کہ قابیل اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور منجملہ اصحاب نار بنا۔

فَتَكُونَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ (۵ : ۲۹) — تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔

فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ (۵ : ۳۰) — اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ والوں سے ہوگیا۔

۲۔ پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا:

"کہ ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے"۔

"اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے"۔:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (۵ : ۳۲) — جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔

اب ناظرین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

نوح علیہ السلام

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے ۶ باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب ۷، ۸ میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب ۹ میں بعد طوفان کے۔ حضرت نوحؑ کا اور باب ۱۰ میں اولاد نوحؑ کا ذکر ہے۔

جو کوئی شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور دیکھے:

۱۔ اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے پند و نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

۲۔ اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا؛

۳۔ اس میں نہیں بتایا گیا کہ کیوں ہلاکت ہی بطور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

۴۔ اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوحؑ کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

۵۔ اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے:

۱۔ قرآن مجید نے بتایا إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ کہ نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

۲۔ قرآن مجید نے بتایا کہ نوحؑ ۹۵۰ سال تک برابر نصیحت کرتے رہے فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ

عاشا (۲۹ : ۱۴)

۳- بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوحؑ قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

۴- بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ میں آلودہ ہو گئی تھی۔

۵- بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ وہ دوا عزاد و دوست واحباب کو اسی شرک کے لزوم کی نصیحتیں کیا کرتے تھے وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (۷۱ : ۲۳)

۶- بتایا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۷۱ : ۲۷)

۷- بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک وطغیان وسرکشی اختیار کی تھی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ

نوح، عاد، اور فرعون ذو الاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور اس لیے اُن پر عذاب کا آنا ٹھیک تھا۔

(۳۸ : ۱۲ - ۱۴)

۸- قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے امور ہیں۔

نوحؑ کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

۱- کہ خدا کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

۲- نیز یہ کہ عالی نسب ہونا اس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں:
إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (۱۱ : ۴۶)

۳- اور یہ کہ نیک باپ بُری اولاد سے کیوں کر علحدہ ہو جاتے ہیں۔

رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ (۱۱ : ۴۷)

اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

۵- قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ دیگر چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اور خدا نے اُن کو بھی سلامتی کی نعمت سے مشرف فرمایا تھا:

وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ (۱۱ : ۴۰) — نوح کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (۱۱ : ۴۸) — اے نوح! کشتی سے اتر ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔

۱۰۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ (۳۷ : ۷۷) — ہم نے نوح کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔

بائیبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔

اب بائیبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے "نوح شراب پی کر نشہ میں آیا، اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا، حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا (۹ : ۲۱، ۲۲) پ قرآن مجید بےشک اس سے خاموش ہے۔

فصل ۱

ابراہیم علیہ السّلام

بائیبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ۱۲ باب سے ۲۵ باب تک ہے۔ بایں ہمہ بائیبل ان فضائل کے بیان سے ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت خلیل الرحمٰن کے بیان کیے ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۶ : ۷۵) پر نظر ڈالنے تاروں، چاند، سورج وغیرہ میں الہیت الہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کہ کیوں کر سعادت مندانِ ازلی اس صحیفۂ قدرت کو دیکھ کر منازل خداشناسی کو طے کر جاتے ہیں۔

۲۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بُت شکنی کا بیان کیا ہے اور فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (۲۱ : ۵۸) کہہ کر بتایا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔

۳۔ قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کی تھی۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ (۶ : ۸۰) — اس قوم نے اس سے جھگڑا کیا، ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کی بات مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ — اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجتا ہے جو نہ سن سکیں، نہ دیکھ سکیں، نہ تیرا کوئی کام بنا

شَیْئًا (۱۹ : ۴۲) سکیں۔

قرآن پاک نے اُن کے باپ کی سختی اور ابراہیمؑ کا باپ سے علٰحدہ ہوجانا بھی بتایا ہے۔

یَا اِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ (۱۹ : ۴۶) اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

۵۔ قرآن پاک میں اُس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہِ وقت سے اُنھوں نے کیا وہ بادشاہ سرگروہ مبطلین تھا۔ خدا تعالیٰ کا منکر، انانیت کا قائل۔ اللہ پاک نے حضرت ابراہیمؑ کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے جنھیں سُن کر ایسا محسن کش و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ (سورۂ بقرہ) تب کافر حیران رہ گیا۔

۶۔ قرآنِ پاک نے ابراہیمؑ کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق ان کا آگ میں ڈالا جانا، خداوند کریم کا اپنے خلیل کو بچا لینا بیان فرمایا ہے:

قُلْنَا یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِیْمَ (۲۱ : ۶۸) ہم نے کہا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا۔

۷۔ قرآن مجید نے اس طریقۂ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے احیائے موتیٰ کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں:

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى (۲ : ۲۶۰) اے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا؟

(الف) بائیبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ "ابراہیمؑ نے پنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تُو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں" درس ۱۲ - ۱۱ باب پیدائش

(ب) بائیبل نے لکھا ہے کہ "ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ اور بیوی ہاجرہؑ کو گھر سے نکال دیا تھا ۱۰-۱۴ درس ۲۱ باب وہ بچارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے تھے"

اس بیان سے ابراہیمؑ کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز قائم فرمایا تھا اور توحید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دُور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو ایسی وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ ۔ (۱۴ : ۳۷)

کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس اے خدا! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔

یہ ایسی پاک غرض ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ مجملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائیبل سے لیے گئے ہیں۔ غرضکہ بائیبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بتصریح کر دیا ہے۔ بائیبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

لوط علیہ السّلام

۱۔ لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ہے۔ بائیبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعیٔ تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔

(۷ : ۸۰)

۲۔ بائیبل نے لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے پیچھے پھر کر دیکھ لیا تھا (۲۶ درس ۱۹ باب)

لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا (۶۶ : ۱۰)

نوح اور لوط علیہ السلام کی جوروئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی

۳۔ اب بائیبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوط کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے، دیکھو باب ۱۹۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائیبل سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو پیدائش ۱۹/۲۱، ۲۲ "پوکٹی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔ یہ دلیل بالکل غلط ہے کیونکہ ۱۹/۲۰، ۲۲ میں شہر ضغر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے، پھر وہ لڑکیاں کیونکر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں۔

ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔"

اسحٰق علیہ السّلام

کتاب پیدائش کے ۲۶ باب میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے "اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے (ورس ۶)

ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

یعقوب علیہ السّلام

باب ۲۵، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو توام بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔

اب مندرجہ ذیل امور کو غور کیجئے:

اول: ۲۹ ورس میں ہے "کہ یعقوبؑ نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔

۳۰۔ اور عیسو نے یعقوبؑ سے کہا اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیونکہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔

۳۱۔ تب یعقوبؑ نے کہا کہ آج ہی اپنے بڑھے ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ۔

۳۲۔ عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں سو بڑھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟

۳۳۔ تب یعقوبؑ نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے بڑھے ہونے کا حق یعقوبؑ کے ہاتھ بیچا۔

۳۴۔ تب یعقوبؑ نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے بڑھے ہونے کا حق ناچیز جانا۔"

ناظرین ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنہوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی، جب تک اس سے وُہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اُسے عطا کیا تھا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا ۲۷ باب پڑھیے جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحٰقؑ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار

کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اُسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوبؑ کی ماں نے حضرت یعقوبؑ کو عیسو جیسا لباس پہنایا۔ اُن کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور اُن کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحٰق کے پاس بھیجا۔ اور یعقوبؑ نے باپ سے کہا کہ میں عیسو ہوں شکار کھائیے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحٰق اس دھوکے میں آ گئے اور یعقوبؑ کو وہ برکت دی جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔ شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: ۳۴ باب پیدائش میں دینہ دختر یعقوبؑ کا قصہ ہے، پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزندانِ یعقوب نے امیر حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹیوں کی بیت دیت جاری ہو جائے گی۔ مگر پھر لاوی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے، سب مردوں کو اور سِکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، گدھے، اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا، سب دولت، سب بچے اور ان کی جوروئیں لوٹ کر لے گئے۔"
شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: ۳۵ باب ۲۲ درس میں "روبن جو حضرت یعقوبؑ کا پہلوٹھا بیٹا تھا، اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے":
شکر ہے یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: ۳۸ باب کتاب پیدائش یہوداہ (جو حضرت یعقوبؑ کا تیسرا بیٹا ہے) اور اس کی بہو تمر کا قصہ ہے۔
بائبل نے یہوداہ کو الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے "اُس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے" (۱۶ درس)۔
لیکن عذر کے بعد بھی یہوداہ پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور بنی اسرائیل کے چند انبیاء مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔
شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگاتا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (سورہ اعراف) — خدا تعالیٰ کا پاک فرمودہ بنی اسرائیل پر پورا ہو۔

❊

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآنِ مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے اس سے حضرت یعقوبؑ کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مردِ خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

۱۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (۱۱ : ۷۱) — ہم نے سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوبؑ کی بشارت دی۔

۲۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ اور اُن کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں

ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکرِ خیر باقی رکھا۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا	ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق و یعقوب دیے اور
جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا	ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین توقیر
وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۱۹ : ۴۹-۵۰)	عطا کی۔

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائیبل سے ماخوذ ہیں۔

یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا حوال کتاب پیدائش کے باب ۳۷ اور پھر باب ۳۹ سے ۵۰ تک ہے اگرچہ یہ بارہ باب حضرت یوسف کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف پر بھی جڑ دیا گیا ہے۔

"یوسفؑ ان کے باپ کے پاس ان کے بُرے کاموں کی خبر لاتا تھا" ورس ۲ باب ۳۷ اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسفؑ (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی بُرے کام کرنے والے تھے۔

۱۔ قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ ۱۲ رکوع میں بیان کیا ہے، لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائیبل کے بیان سے زیادہ بلیغ اور ممتاز ہے۔

۲۔ قرآن پاک میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی:

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ	خدا تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علمِ تعبیر سکھائے گا
الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ	اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا

(۱۲ : ۶)

۳۔ بائیبل میں خواب کا تو ذکر ہے، مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں، گو وہ مضامین موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر ان ہی لفظوں میں پوری ہو گئی تھی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینانِ خاطر کے لیے بتا دیا تھا:

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا	ہم نے یوسفؑ کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر
وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝	دیگا اور وہ تجھے نہ پہچانتے ہوں گے یعنی ایک وقت تجھ کو وہ
(۱۲ : ۱۵)	مقدرت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔

لیکن بائیبل میں اس کا ذکر نہیں۔

۵۔ قرآن پاک میں ہے کہ مرأۃ العزیز کے ہاتھ سے حضرت یوسفؑ کے پیراہن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیراہن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف ملزم ہے ورنہ عورت ملزم ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہو گئی تھی، تب اُس نے یوسفؑ سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہ سے استغفار کرے۔

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝ (۱۲ : ۲۹)	یوسف تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی خدا تعالےٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔

لیکن بائیبل سے ثابت ہوتا ہے کہ عزیز پر یوسفؑ کی بے گناہی ثابت ہی نہ ہوئی تھی۔

۶۔ قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسفؑ کو زنِ عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں، مگر بائیبل اس سے بھی خاموش ہے۔

۷۔ قرآنِ پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسفؑ سے اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو یوسفؑ نے وہاں اُن کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرضِ تبلیغ کو ادا کیا تھا:

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۱۲ : ۳۹۔۴۰)	اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست خدا، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کے سوا تم جن جن چیزوں کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں خدا نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں اُتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دینِ محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرضِ تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا اُسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر اُن سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے۔ لیکن بائیبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

۸۔ بائیبل میں ہے کہ جب یوسفؑ کو فرعون نے تعبیرِ خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے۔ مگر قرآن مجید میں ہے کہ انھوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ۚ (۱۲ : ۵۰)

اس بیان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، پرہیزگاری نیز مستقل مزاجی و عزتِ نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

۹۔ قرآن مجید میں ہے کہ زنانِ مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ (۱۲ : ۵۱)

پناہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔

اور زنِ عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور طہارتِ نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ (۱۲ : ۵۱-۵۲-۵۳)

زنِ عزیز نے کہا، اب تو سچ ثابت ہو گیا خود میں نے یوسف کو پھسلانا چاہا اور وہ سچے ہیں یہ اس لیے کہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں نے اُس کے پس پشت بھی کوئی رخنہ نہیں دیتی، اور خدا بھی خیانت والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں، کیوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے بجز اس شخص کے جس پر میرے رب کی عنایت ہو۔

لیکن بائیبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں جو بائیبل میں نہیں، جن سے بیسیوں مسائل و نکات آیندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب "الجمال و الکمال" (تفسیر سورہ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔

ناظرین رحمۃ للعالمین جلد دوم کے ذخیرہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورہ مبارکہ کیوں کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک کے لیے بطور پیشین گوئی بھی ہے۔

ان جملہ اختلافات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیبل کے مضامین سن کر اُن کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائیبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی کا نہیں موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج، اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی کتاب گنتی اور پانچویں کتاب استثنا انہی حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰؑ کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں۔ تاہم مجموعۃً اس کا حجم بائیبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا تعقب کریں گے۔

۱- ۱۴ اور ۱۳ باب خروج میں ہے کہ "تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا" یا اس موقع پر ہے جہاں حضرتؑ نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے۔ مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو نہایت الفت و شفقت سے سمجھایا تھا۔

یَا مُوسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (۲۷ : ۱۰)	اے موسیٰ علیہ السلام ۔ ڈرو نہیں، ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

۲- $\frac{۲}{۶}$ خروج میں ہے "عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی، ایک ہارون دوسرا موسیٰ"، معلوم نہیں کہ بائیبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ کی ماں کی بڑی توصیف نکلتی ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (۲۸ : ۷)	ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہِ راست گئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں، مادر موسیٰ اور مادر عیسیٰ علیہما السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائیبل سے مادر اسمٰعیل کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور اسمٰعیل کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے خدا کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی دیکھو $\frac{۱۶}{۱۱،۷}$ و $\frac{۲۱}{۱۷}$ کتاب پیدائش۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادرِ موسیٰ کی تعریف میں فرمایا ہے:

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (۲۸ : ۱۰)	اگر ہم اس کے قلب پر اپنا ربط نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادرِ موسیٰ کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

۳- کتاب خروج $\frac{۱}{۷}$ میں ہے "پھر خدا نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔

ناظرین فقرہ "خدا سا" پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص خدا کا مشبّہ بن سکتا ہے تو خدا کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۂ شوریٰ) کوئی بھی چیز خدا کی شان کی مثال جیسی نہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (سورہ نحل) خدا کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔

۴- (الف) $\frac{۷}{۱۲،۱۱}$ خروج میں ہے "کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا۔"

(ب) $\frac{۸}{۷}$ خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

(ج) $\frac{۸}{۱۷،۱۲}$ میں ہے کہ موسیٰ نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔ ۱۸ ورس میں ہے "جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔" ۱۹ ورس میں ہے تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔

جادوگروں کا ذکر بائیبل میں صرف اسی قدر ہے اور ان کے انجام کی بابت خاموش ہے۔ لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

(الف) فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۔ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۔ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۔

۲۰: ۷۰ - ۷۳، ۷۲، ۷۳،

ساحروں نے خدا کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا بڑا ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے میں کاٹوں گا اور تم کو کھجور کے درخت کی شاخ سے پھانسی دوں گا تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں شدید کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا ہم تجھ کو دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو جو کرنا ہے وہ کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں اور وہ قصور کہ تو نے ہم کو مجبور کر کے ہم سے جادو کا کام لیا معاف کرے اور خدا بہت بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم میں سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

کی ہدایت نے کیوں کر ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیئے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ درد دیے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے لیکن اسلام سے منہ نہ پھیرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔

ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

۵۔ کتاب خروج ۲۴ ... پڑھو "تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور ستر بزرگ اسرائیل اوپر گئے۔ اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ ۱۰۔ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند تھی۔ ۱۱۔ اور بنی اسرائیل کے میروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔"

ناظرین! انھوں نے خدا کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر کنہیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے بھلا جس خدا کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو۔ اس کے مجسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ البتہ کبرا ایسے ہی مقام ہیں جو ہندوؤں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔ قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیت سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ — ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتے وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔

ناظرین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

۶۔ باب کتاب خروج کو ایک سے ۶ ورس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ "ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمھارا معبود ہے جو تمھیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون نے اس کے بت قربانیاں بھی کیں؛" ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور خدا کا برگزیدہ اور خیمہ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا خدا بتایا، نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل سامری کا تھا:

فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۔ فَأَخْرَجَ لَهُمْ — اسی طرح سامری نے ڈالا۔ پھر سامری نے ان کے لیے ایک

عِجْلاً جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى (۲۰ : ۸۷-۸۸)

بچھڑے کی صورت نکالی جس کی آواز بھی بچھڑے جیسی تھی تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارونؑ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ (۲۰ : ۹۲)

موسیٰ نے کہا اے ہارونؑ جب تُو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے یعنی تبلیغ نہ کرے۔

اس کے جواب میں حضرت ہارون کا یہ جواب بھی بیان فرمادیا:

اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ (۲۰ : ۹۴)

مجھے یہ ڈر ہوا کہ تُو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

الحمد للہ کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کردیا، ورنہ اہلِ کتاب تو اپنے امام کو بُت ساز اور بت پرستی کی ترغیب دینے والا بتا رہے تھے۔

کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دُہراتا ہے۔

داؤد علیہ السلام

کتاب دوم سموئیل کے ۱۱ باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سبع زوجہ حتی اوریاہ اور داؤد کا ذکر ہے اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا وہ اس کی جورو بنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں بُرا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں قرآن پاک تو ان کی تعریف بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (۳۸ : ۲۶)

اے داؤد ہم نے تجھے ارض (موعود کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے لوگوں میں راستبازی سے حکومت کیا کر

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ ص رکوع ۲ میں جو بیان بدیں الفاظ ہے: وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ...... الخ اس میں یہی اوریاہ والا قصہ بیان کیا گیا ہے، لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ در لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پ

ہیں۔ ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے، کچھ ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جداگانہ قصے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمانِ ملک کو نفلی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گستری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے، نیز صاحبانِ حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو دادرسی کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے[1]۔

۲۔ کتاب ۲ سموئیل کے باب $\frac{13}{1 \text{ تا } 29}$ کو پڑھو جس میں امنون بن داؤد اور اُس کی بہن تمر کا قصہ ہے پھر ابی سلوم بن داؤد کا جو تمر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اُس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرا دیا۔

۳۔ سموئیل $\frac{11}{2 \text{ تا } 22}$ میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

سلیمان علیہ السلام

بائیبل کے ۱ول سلاطین باب ۳ کے درس ۵ میں ہے "خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں، سو مانگ"۔

۹ ورس میں ہے "سلیمان نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں"۔

۱۲ ورس میں خدا کا ارشاد ہے "میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔"

اور سلاطین کے ۶ باب ۱۱ درس میں سلیمان پر خدا کا اظہار درج ہے۔ اس قدر توصیف و محامد کے بعد سلاطین اوّل کے $\frac{11}{4}$ میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اُس کی جوروؤں نے اُس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اُس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ ۵۔ سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عستارات اور بنی عمون کی نفرتی

---

[1] مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب "الفصل" ابن حزم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو بکریوں سے مراد عورتیں لیتے ہیں جو انما فتنّاہ سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ص ۱۸ کتاب مذکور۔

ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جوروؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

ناظرین ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا جس سے خدا ہم کلام رہا ہو جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اُس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو۔ کیا اُس کا بُت پرست ہو جانا ممکن ہے۔ کیا ایسے شخص کو اُس کی جوروان بُت پرستی پر جس کی شان مَا نَزَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مِنْ سُلْطَانٍ ہے، مائل کر سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔ قربان جائیے قرآنِ پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ — سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا

اور فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ — سلیمانؑ اپنے باپ، داؤد کا وارث ہُوا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا وارث صرف سلیمانؑ کو بتایا ہے، حالانکہ حضرت داؤدؑ کے سترہ فرزندانِ ذکور تھے[1]۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال و اسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلامِ الٰہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اوّل سلاطین ۱۱؍۴ میں حضرت سلیمان کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے "اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا جیسا اُس کے باپ داؤد کا دل تھا"۔ اس فقرہ کے بعد جب وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و خشوع اور نبوت میں حضرت سلیمانؑ کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤد کا ہے اور وراثتِ نبوت میں وہی داؤدؑ کے وارث تھے۔

ایوب علیہ السلام

بائیبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو ۴۲ صفحے پر بخط باریک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ سورۂ نساء و انعام میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے اور دو جگہ ان کا قصّہ ہے۔ دونوں جگہ دو دو سطروں میں اُسے ختم کیا گیا ہے۔

سورۂ انبیاء میں ہے:

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ	ایوبؑ کو ذکر کر جب اُس نے اپنے خدا سے یہ عرض کیا
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ	کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر

---

[1] حضرت داؤد کے چھ بیٹوں کے نام جو بہ مقام حبرون پیدا ہوئے ۲ سموئیل ۳؍۲ تا ۵ میں اور گیارہ بیٹوں کے نام جو یروشلم میں پیدا ہوئے ۲ سموئیل ۵؍۱۴ تا ۱۶ میں ہیں۔

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ (۲۱ : ۸۳-۸۴)

رحم کرنے والا ہے ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا اس کی تکلیفیں دور کر دیں اُسے کنبہ دو چند عطا کیا یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنیوالے اسے یادداشت رکھ سکتے ہیں۔

بائبل نے بھی ۴۲ صفحے کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب ۴۲ تا ۱ سے ظاہر ہے عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں یہ ہے ایوب ۲ ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی اُن کے درمیان آیا ہے اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے ۲۔ باب کے ۱ و ۲ درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔ غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر خدا کے حضور میں پہنچ جانا کس قدر ناممکنات سے ہے اس میں خدا کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے؟ خدا کے دربار کی کس قدر توہین ہے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔

الحمد للہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

زکریا علیہ السلام

زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے ۱ تا ۲۵ میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورۂ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریا کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی۔ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ زکریا نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو:

يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الٰہی کی اشاعت و قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجابت حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہی معنی ہوں تو حضرت زکریا علیہ السلام کا وہ بیٹا آلِ یعقوب کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیونکر وارث بن سکتا تھا۔ آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا۔ یہ دونوں دلائل باور کرا دیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا کی دعا فوراً بشارتِ حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے ۱ تا ۲۵ میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں "خداوند نے مجھ پر نظر کی میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرے" یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیاداروں کی اپنی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

۲. لوقا ۱:۲۰ میں لکھا ہے کہ جبرائیل نے زکریا کو یہ کہا تھا "تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تُو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا"۔

اس سے دو باتیں نکلیں (۱) حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنایا جانا بطورِ سزا کے تھا کہ اُنھوں نے جبرائیل کی بات کا یقین نہ کیا (۲) گونگے پن کی مدت موعود بچہ کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکنے کو علامت قرار دیا تھا۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضامین قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور زکریا علیہ السلام کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

یحیٰی علیہ السلام

انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، بپتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ اُن کا ذکر لوقا ۱ تا ۵ میں اور پھر ۳ تا ۲ میں نیز ۷ تا ۱۹ میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورۂ مریم و آلِ عمران میں ہے، اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔

سورۂ مریم میں ہے:

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا۔	اے یحییٰ کتابِ شریعت کو خوب تھام ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت، درزہ دلی اور پاکیزگی دی تھی وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمانی تھا۔

اور سورۂ آلِ عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ٥	وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے، سردار، عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔

یہ بارہ صفات ایسے ہیں جو مجموعۂ لوقا میں نہیں ملتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید باوجود اختصار کے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے۔

اور عیسائی اُن کو خداوند کہتے ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ کو رسول اللہ بتاتا ہے

اور

عیسائی اُن کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اناجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔

البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریم علیہا السلام کو صدیقہ بتا کر ابن مریم علیہما السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا ۱۶ باب کا وہ فقرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق ہوا "کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔"

باب پنجم۵

افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا وَّجَآءَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ صَلٰوةً كَثِيْرًا كَثِيْرًا

اما بعد۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے، اس مسئلہ کا بیان بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔

بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے جس سے ذات سبحانہ تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تخییر بین الانبیاء بتایا گیا اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ[۱] کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مانع نہیں ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابو نعیم[۲] اصفہانی اور قاضی عیاض[۳] مالکی نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا ہے:

قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ   یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تخییر بین الانبیاء کا فعل نہ ہو گا، بلکہ مراد ربانی کا بیان، و تفسیر ہو گی جو باتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔

انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منہیہ (تخییر) سے بچائے، اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس امر کی ابتدا اس احقر نے بہمہ

---

۱ صحیحین میں ہے عن ابی سعید خدری۔ ۲ ابو نعیم مصنف کتاب حلیہ [illegible] علماء محدثین سے ہیں، ولادت ۳۳۶ھ وفات ۴۳۰ھ۔ ۳ نام [illegible] بن [illegible] عیاض بن موسیٰ صوبہ غرناطہ کے شہر سبتہ کے قاضی، فقہ، تفسیر، حدیث و [illegible] کے امام تھے، مشارق الانوار و کتاب الشفاء کے مصنف۔ ولادت ۴۷۶ھ وفات ۵۴۴ھ

بے بضاعتی کی ہے۔ اُسے درجۂ کمال و اتمام تک پہنچا یا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بہ شرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی، جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض معزز ناظرین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکلا، لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائلِ شیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود باجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کا مفہوم یہ ہے ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۴) — خدا نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر بہ طور شاگرد ربانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو، اس کا علم و فضل تام و اکمل ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے حق میں فرمایا گیا ہے:

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۲ : ۱۵۱) — یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا اور ایسے علوم سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ذکر بہ طور استاد و معلم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الٰہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فی نفسہا نافعہ داخل ہیں اور فقرہ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کے تحت میں عالم ملکوت و جہانِ قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تا زمانِ بعثتِ نبوی عالم مادی کے کان ناآشنا اور متمدن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے متعلق فرمایا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ — ہم نے آدم سے پہلے عہد لیا تھا، مگر وہ بھول گیا۔

اس آیت میں حضرت آدم کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا اور بتایا گیا ہے کہ نسیان لازم بشریت ہے۔ اس لیے کسی شخص کو شایاں نہیں کہ آدم کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور بہ وجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں علیم الحکیم فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی — ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھے نسیان نہ ہوگا

اس آیت میں لفظ سَنُقْرِئُكَ پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ اٰدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خود باری تعالیٰ اَلْمُقْرِئُ (حرفاً حرفاً سکھانے والا) ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ غوائل بشریت کو رسالت محمدیہ سے کوئی لگاؤ نہیں۔

۳۔ آدم علیہ السلام کی بابت فرمایا گیا ہے:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ — آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا۔ نیز اس فعل ناخوش آیند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ	خدا تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو محو کرتا اور حق کو حق ٹھہراتا
اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ وَهُوَ الَّذِيْ	ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے وہی ہے جو اپنے
يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (۴۲: ۲۴-۲۵)	بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے، ذکر ہے۔ نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو امت محمدیہ کو ان سے حاصل ہونے والے ہیں۔

۴۔ آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ	تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں
الظّٰلِمِيْنَ ۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا	میں سے ہو جاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسلا دیا اور

ل واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم صلعم کے سہو کا ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام، اور حدیث ابن بحینہ میں دو رکعت سے قیام اور حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان دیگر شے ہے سہو دیگر شے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہنی شامل ہیں اور سہو صرف یک شغل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے سہو نہیں۔ دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا فعل سے۔ فقط

مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (۲ : ۳۵ - ۳۶)

جہاں تھے وہاں سے نکلوایا اور ہم نے کہا اترو تم سے بعض بعض کا دشمن ہوگا۔

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بہ طور آزمائش گاہ کے ہے درصورت خلاف پائے جانے پر ظلم برخود، اخراج ہبوط، عداوت یک دیگر کا ذکر بہ طور نتیجہ فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا (۴۸ : ۱۸)

ان سب مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا راضی ہوا۔ خدا نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر ان پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی خلوص قلب، نزول سکینہ حال و استقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

۵۔ آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا (۲ : ۳۴)

ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انھوں نے سجدہ کیا۔

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعتِ شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (۳۳ : ۵۶)

خدا اور خدا کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔

يُصَلُّوْنَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ بر نبی ملائکہ کے اشتغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوٰۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اُن کی صفت میں فرماتا ہے :

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۱۹ : ۵۶) وہ بہت راست گو نبی تھا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفت میں فرمایا گیا ہے :

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ . وہ جو صدق کو لے کر آیا

۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے :

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ہم نے ادریس (علیہ السلام) کو درجہ عالی پر بلند کیا

اس آیت سے حضرت ادریسؑ کی بلندی شان بخوبی نمایاں ہے ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی ۔

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے ۔ اذان ، تکبیر ، تشہد ، خطبہ ، نماز ۔ کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو ۔ بمقام دعا میں حضورؐ کا مبارک نام درود شریف میں آجاتا ہے ۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں ۔ انبیائے پیشین نے حضور کے مقام ولادت دارالہجرت ، حلیہ ، مکارم اخلاق ۔ محاسن فضائل کا ذکر بہ کثرت کیا ہے ۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیم ، حضرت یعقوب ، حضرت موسیٰ ، حضرت داؤد ، حضرت سلیمان ، حضرت یسعیاہ ، حضرت یرمیاہ ، حضرت دانیال ، حضرت حزقی ایل ، حضرت حبقوق ، حضرت ملاکی ، حضرت یحییٰ ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعتِ ذکر کی روشن ترین دلیل ہے ۔ مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصّل ذکر اور شرح انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی ۔

الیاس علیہ السّلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس نبی کا نام ہی الیاس ہے ۔ اس لیے اُن کا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاس علیہ السلام نے بَعل بُت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی :

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (۳۷ : ۱۲۴، ۱۲۵) الیاس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو ۔

کسی بُت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے، کیونکہ اُس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی عرب کی مشہور دیویوں کے نام لے لے کر بُت پرستوں پر حجت الٰہی ختم فرمائی اور اُن کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ۝ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی (۵۳: ۱۹ تا ۲۳)	کیا تم نے لات اور عزیٰ اور پھر تیسری منات کو دیکھا کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو بھونڈی بانٹ ہے لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں خدا نے اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو حالانکہ تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا، اس لیے حضور کو بہت سخت ابتلاؤں کا تحمل فرمانا پڑا۔

نوح علیہ السلام

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور انشراح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں اُن کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

۱۔ دو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے، اور ہر دو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو تقدم دیا گیا ہے:

(الف) اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ (سورہ نساء رع ۲۳)	ہم نے تجھ پر وحی بھیجی، جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام پر وحی بھیجی تھی۔
(ب) وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ (۳۳: ۷)	جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اُن کا میثاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے میثاق لیا۔

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسول کے نام بتائے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جو نام بیان ہوئے ہیں، ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور کا نام عیسیٰ بن مریمؑ کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

۲۔ نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ — ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا

سورۂ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوحؑ کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ — اے محمد! ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں
اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ — بتادے کہ میں تم سب کی طرف اُس خدا کا رسول ہوں
وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اعراف) — جو آسمان اور زمین کا مالک ہے اُس کے سوا اور کوئی بھی موجود نہیں۔

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

۳۔ نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ (۲۶ : ۱۱۴) — میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور اُمت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ — جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ — رضا چاہتے ہیں۔ تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر

(۶ : ۵۲)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ — اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ
عَلَیْكَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (۱۱ : ۴۸) — جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اُتر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الف۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (۳۳ : ۴۳) — اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں

ب۔ یُرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (۵ : ۶) — اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔

ج۔ لِیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (۸ : ۱۱) — تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دُور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعمت، دوری رجز شیطان، ارتباط قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب النبی صلعم کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں اُن ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات اُمتِ محمدیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

ہُودؑ علیہ السّلام

۱۔ ہُود علیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔

قرآن مجید میں اُن کے الفاظ یہ ہیں :

وَمَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (۱۱ : ۲۷) — ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا :

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷ : ۹۴) — کیا خدا نے بشر کو رسول بنایا۔

۲۔ ہود کے سامنے قوم کے مالدار لوگ کہا کرتے تھے :

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ (۱۱ : ۲۷) — ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔

اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی متکبرانِ مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے :

اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (بقرہ) — کیا ہم بھی ویسے مان لیں جیسے بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔

یہ جھوٹے معزز جن لوگوں کو سفہا بتاتے تھے، زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بسیط کے پھیلانے والے مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب اور شائستگی دینے

ـلـه ہود علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

۳۔ ہود علیہ السلام کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ (۱۱ : ۲۷)	میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں خدا کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

یہی الفاظ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع (آیت ۵۰) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ قُلْ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان الفاظ کے سُنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سُنانے سے مدعا یہ ہے کہ خدا کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا اُن کے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرمایا ہے۔

صالح[1] علیہ السلام

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلانِ شرک کی بابت ہوا کرتے تھے۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۭ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ۭ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ○ (۱۱ : ۶۱)	اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا پس اسی سے بخشش مانگو اسی کی جانب توبہ کرو میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وعظ بحکم ربانی یہ ہوتا تھا:

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ۭ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ۭ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ	کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والو رب کا تقویٰ اختیار کرو (سمجھا دو) جو دنیا میں نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے (سمجھا دو) کہ خدا کی زمین فراخ ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو وہ جگہ چھوڑ دو (سمجھا دو) کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتا دے مجھے یہ حکم ہے کہ

---

[1] صالح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۔ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۔

(۳۹ : ۱۰ تا ۵)

عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے واسطے اُس کے عبادت اور یہی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کروں۔ بتا کہ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو سخت بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے بتا دو کہ وہی خدا ہے، اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں، یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتا دو کہ خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور اُن کا کنبہ خسارہ میں رہیں گے (یاد رکھو) یہی کھلم کھلا ٹوٹا ہے۔

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو کہ حضور کیسے کیسے اسلوب بدلیع کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

خلیل الرحمٰن ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت قرب اور مشاکلت کلی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں:

۱۔ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ

(۵ : ۶۴)

وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے

۲۔ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ

(۲ : ۱۲۷)

جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے موافق حکم نازل فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ

ہم نے تیرے رُخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا ہم تجھے اس قبلہ

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (۲ : ۴۴) کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔

۳۔ ابراہیم علیہ السلام نے بُت خانہ کے بتوں کو توڑا!

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (الانبیا رکوع ۵) پس انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کو باہر نکلوا کر دائمی حکم بطلان صنم پرستی کا صادر فرمایا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷ : ۸۱) حق آگیا، باطل چلا گیا۔ باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے

۴۔ ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر عمل فرمایا۔

۵۔ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (۲۲ : ۲۷) لوگوں میں حج کا اعلان کر دے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران) اور واسطے اللہ کے اوپر لوگوں کے حج کرنا اس گھر کا یعنی کعبہ کا جو کوئی پا سکے طرف اس کے راہ

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اَلْبُغْضُ لِلّٰهِ کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ز (۶۰ : ۴) تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم خدا کے سوا کرتے ہو، اُن سے بھی بیزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دنیا کے لیے اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ کی صفت جمیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (۳۳ : ۲۱) اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے اُن سب کے لیے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کیا کرتے ہیں (احزاب)

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پدر اعظم و رسید ولد آدم، تمام عالم کے اسوہ قرار دیے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت و افعال و اقوال

سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول ہر فعل ہر عمل اُسی نمونہ کے مطابق کیا جائے جو منظور شدہ بارگاہ سرمدی ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (۹ : ۱۱۴) — ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کی بھی کلام مبین میں صفت فرمائی گئی۔ فرمایا:

(الف) إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (۶۸ : ۴) — تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے

(ب) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۳ : ۱۵۹) — یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا۔ اگر تو درشت طبع سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

۹۔ ابراہیم علیہ السلام نے منکر وجود باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (۲ : ۲۵۸) — اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اُسے مغرب سے نکال دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ. الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ (۳۶ : ۷۹ - ۸۰) — کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اُسے بار اوّل پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی تیار کرتے ہو۔

ہر دو واقعات میں مشابہت کی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ اور براہین محمدی بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے آغاز میں لفظ قُلْ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

لُوطؑ علیہ السلام

حضرت لُوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ ہیں۔ بی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے اور خلیل الرحمٰن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اُنھوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔

۱۔ قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی:

ﻟﮧ حضرت لوط کا زمانہ ۲۰۰۰ تبل مسیح پایا جاتا ہے ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہے۔ نقد

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (۲۶ : ۱۶۸) — اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو بستی سے نکال دیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

نَكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (۹ : ۱۳) — اپنی سوگندوں کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کیا۔

۲۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نے ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ (۲۱ : ۷۴) — وہ خباثت والے کام کیا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ثنا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷ : ۱۵۷) — ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے ان کے بوجھ اتارتا اور ان کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے۔

۳۔ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا آنا قرآن پاک میں مذکور ہے:

يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ (۱۱ : ۸۱) — اے لوط! ہم تیرے خدا کے فرستادے ہیں۔ تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتگاں کی بابت فرماتا ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ — خدا تمہاری مدد پانچ ہزار فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔

مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہان و ہر چہ در و برتر آمدہ
بہرِ تو قدسیان مددِ لشکر آمدہ

اسمٰعیل علیہ السلام

قرآن مجید حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۱۹ : ۵۴) — وہ وعدہ کا سچا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وعدوں کے پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے:

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (۳۳ : ۲۲)	یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ خدا اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور خدا اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (۱۹)	اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اوّل کنبہ سے شروع ہونی چاہیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا ہے:

(الف) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۲۰ : ۱۳۲)	اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اس پر قائم رہو۔
(ب) وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۲۶ : ۲۱۴)	اپنے کنبے کے زیادہ تر نزدیکیوں کو خصوصیت سے ڈرا دے۔

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ رسالت فرمائی تھی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَهِدْنَا إِلٰى إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (۲ : ۱۲۵)	ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے پاک کرو۔

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحٰقؑ اور ان کی شاخ داخل نہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے فخرِ دودمان فرزند یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو یہ حکم سنایا:

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (۲ : ۱۴۴)	تم اپنے منہ مسجد حرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجدِ دنیا کا قبلہ ہے۔

اسحاق علیہ السلام

اسحٰق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ[1] کے ساتھ یا حضرت اسمٰعیل کے ساتھ یا حضرت یعقوبؑ کے ساتھ اُن کا اسم گرامی آتا ہے۔

---

[1] حضرت ابراہیمؑ کی عمر پوری سو سال کی تھی جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ یہ ۴۰ سال کے تھے جب ان کی شادی ربقہ خاتون سے ہوئی وہ نحور برادر ابراہیم کی پوتی ہیں۔ ۶۰ سال کے تھے جب ان کے ہاں دو توام بچے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ ۱۸۰ سال کی عمر پاکر والد کی قبر کے برابر دفن ہوئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ — ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق کی پیدائش کی بشارت اُن کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ نے لوگوں سے کہا تھا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (۶۱ : ۶) — میں احمد رسول کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں۔

یعقوب علیہ السّلام

یعقوبؑ علیہ السلام کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ قرآن مجید میں مذکور ہے:

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۲ : ۱۳۳)

یعقوبؑ نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے، وہ بولے تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کے خدا کی جو اکیلا معبود ہے ہم عبادت کریں گے اور ہم اُسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲ : ۲۱-۲۲)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ خدا جس نے تمھارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اُتارا۔ پھر پانی سے میوے بنائے تو تم کو بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ جب تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے برابر کا کوئی بھی نہیں۔

لہ حران ہو کر ماموں کے گھر گئے اُس کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا۔ بیس سال وہاں رہ کر واپس شام کو آئے۔ واپسی کے وقت فرشتے نے اُن کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحٰق کا انتقال ہوا۔ یہاں کہ برادران یوسف نے حضرت یوسف کو چاہ میں گرایا جب حضرت یوسف کا پتہ لگ گیا تب حضرت یعقوب بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے ۷۰ لوگوں کے ساتھ مصر گئے وہاں ۱۷ سال رہے وہیں ۱۴۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ۴۰ دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر نعش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیمؑ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ نقد

۲۔ یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (۱۲ : ۸۷)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی نا اُمید مت ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید تو کافر ہی ہُوا کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم بھی اُمت کو یہ ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۳ : ۱۳۹)

ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ ہو تم ہی غالب رہو گے۔ جب تم مومن ہو۔

۳۔ زیاں کار گنہگار فرزند حضرت یعقوبؑ سے درخواست کرتے ہیں:

يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۱۲ : ۹۷)

اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔

اور یعقوب علیہ السلام اُن کو فرماتے ہیں:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۲ : ۹۸)

میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا عاجز دلوں پر رحم کرنے والا ہے۔

ربّ العالمین کل اہلِ عالم سے فرماتا ہے اور اُن کو رحمتِ عالم کی شان بتاتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (۴ : ۶۴)

جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور خدا سے بخشش چاہیں اور رسول بھی اُن کے لیے بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ بلند کو معلوم کرنے کے لیے وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ پر غور کرنا چاہیے یہی راز ہے کہ ہر دعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دُعا کرائیں۔ اِس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہلِ عالم کے واسطے صرف یہی طریق رہ گیا ہے کہ حضور پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَفِىْ مَلَاِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

یوسف علیہ السلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے:

۱۔ قرآن مجید میں اُن کے رؤیا کا ذکر ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَ	میں نے گیارہ تارے اور سورج، چاند کو دیکھا میں نے
الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (۱۲: ۴)	دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی اُن کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا، مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا۔ اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب جھیلنی پڑیں۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کا اُن کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ	خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	خواب یہ تھا کہ مسلمان احرام کے لباس میں ان شاء اللہ
اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا	داخل مسجد الحرام ہوں گے اور ان کو کسی مخالف کا ذرا
تَخَافُوْنَ ۰ (۴۹: ۲۷)	خوف نہ ہوگا۔

۱۔ یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا مکہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علیحدہ رہنے کی مدت ۶ سال تھی اور اہلِ مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کی مصائب کے شکار رہے تھے۔ یوسف کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب استعارہ و تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔

۲۔ یوسفؑ پر امراۃ العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امراۃ زید کے نام سے افترا پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر ندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعلِ سوء کا بد، کا بہتان باندھا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

۳۔ یوسف علیہ السلام کے خلاف اُن کے بھائیوں نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا:

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا	یوسف کو قتل کر دو یا کسی جگہ پھینک دو

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ	جب کافر تیرے لیے خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے
اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ (۸ : ۳۰)	قید کریں یا وطن سے خارج کریں۔ یا قتل کر دیں۔

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

۴۔ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں اُن کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا	اے حاکم ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے۔ ہم سرمایہ بھی تھوڑا
بِبِضَاعَةٍ ... وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا (۱۲ : ۸۸)	لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر مہربانی فرما۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضور کی قوم بھی قحطِ شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا مذکور آیت ذیل میں ہے (جیسا کہ ابن مسعودؓ نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔)

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ	اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں
مُّبِیْنٍ ۙ یَّغْشَی النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ	نظر آئے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکار اٹھیں
اَلِیْمٌ ۝ (۴۴ : ۱۰ - ۱۱)	گے کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو حکم دے کر نجد سے اہلِ مکہ کے لیے غلہ بھجوایا تھا۔

شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے، اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ	اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (۱۱ : ۸۵)	لوگوں کی چیزوں میں گھاٹا نہ ڈالا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُمت کو اس بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ آیاتِ ذیل سے ظاہر ہے:

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ	تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھاٹا
(۵۵ : ۹)	نہ ڈالا کرو، ڈنڈی نہ مارا کرو۔

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ (۸۳ : ۱ تا ۳)

تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پیمانہ پورا کر لیتے ہیں۔ اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب اُن کو گھاٹا پہنچاتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی بابت بتایا ہے:

قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖ لَنُخۡرِجَنَّکَ یٰشُعَیۡبُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَکَ مِنۡ قَرۡیَتِنَاۤ (۷ : ۸۸)

قوم کے متکبر سرداروں نے کہا، اے شعیب ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

الۡمُہٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ اَمۡوَالِہِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ (۵۹ : ۸)

مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جویا اور خدا تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنے والے ہیں۔

۳۔ کفار نے حضرت شعیبؑ کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

یٰشُعَیۡبُ مَا نَفۡقَہُ کَثِیۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ (۱۱ : ۹۱)

اے شعیب! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ ۔

کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔

یہودیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی جواب بت پرستوں کا سا دیا:

وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ۔

یعنی ہمارے دلوں پر تہ در تہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں تیری تعلیم وہاں تک نہیں جا سکتی

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے اُن کی قوم نے کہا تھا:

یٰشُعَیۡبُ اَصَلٰوتُکَ تَاۡمُرُکَ اَنۡ نَّتۡرُکَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۔ (۱۱ : ۸۷)

اے شعیب، کیا تیری نماز یہی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنے روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود خوار قوم چاہتی ہے کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رہ کر سود خواری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ نبھ سکیں تو ایسی نماز کو دُور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بُت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بات بھی نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی اُمید خام کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل ایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ (۲: ۲۷۸ - ۲۷۹)

اے ایمان والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ دو اگر ایسا نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمہارا راس المال تم کو ملے گا نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے یہ متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی نالش کرے تو قاضی اسلام اس کے تمام دعوے کو خارج کر دے، کیوں کہ راس المال ملنے کی صورت اِنْ تُبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شانِ خاص کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہیں اٹھا۔[1]

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ یتیمی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے والدۂ موسیٰ کو وحی کا ہونا پھر اُن کا خبر تابوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا اُن کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اس گمان کو قوی کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم بن چکے تھے۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیہ نے کرنے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اسی طرح حلیمہ سعدیہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وُہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہا" کے منصب پر فائز ہوئیں۔

۳۔ موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غارِ ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام کو دخترِ شعیب نے اُن کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجۃ الکبریٰ نے بھی نبی کریم

[1] استثناء ۳۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور کی نذر کیا تھا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ
مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا
اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ
اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝
فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ
فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى
اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(۲۸ : ۲۹ - ۳۰)

جب موسیٰ (دس برس حضرت شعیب کے پاس رہ کر) مدت پوری کرکے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر (راہ کی) لے آؤں یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکو۔ جب موسیٰ وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ! میں اللہ ہوں سب عالموں کا پالنے والا۔

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ اور ندا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک کے متعلق ہیں درج کرتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا
الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

(۱۷ : ۱)

پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور واپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔

فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ یَغْشَى
السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

(۵۳ : ۱۳ تا ۱۸)

اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا جس شے نے ڈھانپ رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی۔ نبی نے خدا کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔

فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۵۳ : ۱۱)

آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا تھا۔

فرمایا:

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (۵۳ : ۱۰) پھر خدا نے اپنے بندہ پر وحی کی جو کی۔

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور روبیت عینی و یقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی کی برتری مفہوم کی رفعت اس بے چون و چگوں کیفیت کو عقل انسانی کے سامنے اس طرح مصور و متشکل بنا رہی ہیں و عقل و دماغ اس سے متلذذ و متکیف بھی ہو رہے ہیں اور مع ہذا گہری حیرت و عمیق در ربودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

۶۔ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا وہ بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو بنی اسرائیل پکار اٹھتے ہیں۔

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (سورہ شعراء) ہم تو پکڑے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَلَّآ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (سورہ شعراء) نہیں ایسا نہیں، میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ میری رہبری فرمائے گا۔

ذرا غور کرو کہ موسیٰ اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا۔ حضور اقدسؐ اور حضور کے یار غار ابوبکر صدیقؓ کھوہ کے اندر ہیں، دشمن رنا ہنجی یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آگئے ہیں، ابوبکر کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورہ توبہ) ابوبکر دن کا فکر دور کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ مَعِىَ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظ مَعَنَا پر تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اسی معیت الٰہیہ میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور فداہ ابی و امی کو خود حاصل تھی۔

۷۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانہ ان کی جناب میں کہا تھا

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (۵ : ۲۴) تو اور تیرا خدا جاؤ اور دونوں جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ؔ مجملات پر ذرا تدبر سے غور کرنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقد و بصیرت، اور وحی و روبیت اور لسان و ترجمان کا تذکرہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (۵ : ۲۶)

ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ ۴۰ سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں تو اِن فاسقوں کا اس فیصلہ کی وجہ سے افسوس نہ کر۔

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔

بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس سال تک کے بعد معاف ہوا اور پھر انھوں نے حضرت موسیٰ کے خلیفہ حضرت یُوشع بن نون کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (۴۸ : ۱۶)

اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمھاری لڑائی ہوگی یا مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

سورۂ فتح کا نزول ۶ھ میں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ان مخلّفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیونکہ قرآن مجید ہی نے ان مخلّفین کو جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب چلنے کی یک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا (۹ : ۸۳)

اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔

البتہ ۱۱ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور جُند در جُند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت آشکار ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کا قصور چار سال کے اندر ہی اندر ضمناً یہ بھی ثابت ہو کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت فی الواقع الٰہی حکم تھا اور ابوبکرؓ کی خلافت بالکل یوشع بن نُون کی خلافت کی سی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے، جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی صلعم نے بھی ارض موعودہ کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفا ابوبکرؓ و عمرؓ ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

۸۔ فرعون کی عداوت اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ ۝ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (۲۶ : ۵۷ تا ۵۹)

پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی کفار نے احزاب جمع کر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (۳۳ : ۲۵ تا ۲۷)

خدا نے کافروں کو دل رنج کے ساتھ واپس کر دیا وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنین کی جنگ کا اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے۔ خدا نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا۔ خدا نے تم کو ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا بھی جس پر تمہارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (طٰہٰ)

اے خدا! میرا سینہ کھول دے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا!

۱۰۔ موسیٰ نے فرائض نبوت کی گرانباری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ (۲۰ : ۲۹)

میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر اٹھانے والا) (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ارشاد فرمایا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (پارہ عم)

اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔

۱۱۔ موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں :

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى — تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔

(سورۂ طٰہٰ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى — تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا

پہلی آیت میں رضوانِ ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدیؐ منطوق۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

ہارون علیہ السّلام

حضرت ہارونؑ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا والتجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔

۱۔ بائیبل میں ہے کہ حضرت ہارونؑ کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود امامت فرماتے اور مومنین اُن کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۔ (۷۳ : ۲۰)

خدا جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک ثلث شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

فرمایا :

اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ، وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (۲۶ : ۲۱۸ - ۲۱۹)

خدا تجھے دیکھتا ہے جب تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے :

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا (۲۸ : ۳۴)

ہارون علیہ السلام میرا بھائی ہے وہ مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔

ے حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو سال پیشتر ۱۴۵۳ ق م کوہ ھور پر جو روم کی سرحد سے ملا ہوا تھا وفات پائی۔ بائیبل کتاب گنتی ۲۰ — ۲۸ فقط۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون سلام اللہ علیہ کمال فصیح تھے۔

فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنست کہ در گزارش زبان کج مج نشود
وبلاغت آنست کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔ اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی۔ قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی و شخصی خصوصیت سے بھی۔ جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذروۂ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جوہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارک درج کرتا ہوں۔ وضاحت بیان، ایجاز کلام، جزل الفاظ، صحت معانی کا اندازہ ماہرین فن پر منحصر ہے:

۱۔ مَا هَلَكَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ	۱۔ جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔
۲۔ حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ	۲۔ کسی شے کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔
۳۔ يَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى	۳۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔
۴۔ اَلْخَيْرُ كَثِيْرٌ وَّقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ	۴۔ نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔
۵۔ رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ۔	۵۔ خدا اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔
۶۔ ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ وَّثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ	۶۔ نجات دہندہ تین باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین باتیں ہیں
فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ:	نجات دہندہ یہ ہیں۔
۱۔ فَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ	۱۔ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔
۲۔ وَالْاِقْتِصَادُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ	۲۔ فراخ دستی و تنگدستی میں میانہ روی کرنا۔
۳۔ وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ۔	۳۔ عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو یا ناخوش ہو۔

وَ اَمَّا الْمُهْلِكَاتُ : ہلاک کنندہ یہ ہیں :

۱۔ فَشُحٌّ مُّطَاعٌ ۔ ۱۔ بخل جو تم پر حکم کرنے لگے

۲۔ وَ هَوًى مُّتَّبَعٌ ۲۔ خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو

۳۔ وَ اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ ۳۔ خود پسندی

۷۔ لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا لَمْ تَرَى الْاَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَةَ مَغْرَمًا ۔ ۷۔ میری امت ہمیشہ بہبودی میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے :

سِحْرٌ یُّؤْثَرُ (القرآن) وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کر جاتا ہے ۔

مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور، مگر شہادت موجود ہے کہ حضور کا کلام زبان سے نکلتے ہی دلوں میں جاگزین ہوتا اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا ؎

سخن کز دل آید بود دل پذیر

غرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلّم تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے مگر آنحضرت صلعم کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔ عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے ۔

فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاع میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام کو دیکھو، جو جہنیوں کے ساتھ تھا، پھر اُسے جو اہلِ مدینہ کے ساتھ۔ علیٰ ہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کلمات پر جو ذُو الْمِشْعَار ہَمْدَانی اور قَطَن بن حَارِثَہ عُلَیْمِی اور طہفہ نہدی اور ابو ثور بن عبط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرماں روایان حضر موت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کا بحر ذخار موجزن ہے کہ مکی و مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے ۔

الْیَسَعُ عَلَیْهِ السَّلَام

الیسع یا یسع وہی ہیں، جن کو بائیبل نے یوشع بن نون[۱] کہا ہے :

---

[۱] یوشع بن نون نے ۱۴۲۶ ق م میں بعمر ۱۱۰ سال وفات پائی ۲۵ سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت و نبوت کی وعدہ کی زمین کو انہی نے فتح کیا۔ کتاب یشوع ۲۴/۲۹ کے

۱۔ سورۂ کہف میں اِن کو فتی موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتی یعنی زیدؓ کا بھی ذکر ہے۔

۲۔ الیسع نبی کا ذکر اس آیت میں ہے:

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا (۵ : ۲۳)	ان لوگوں میں سے جو خدا سے ڈرنے والے تھے دو شخصوں نے جن پر خدا نے انعام کیا تھا کہا۔

اس آیت میں ان کا وصف انعم اللہ علیہما کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید نے حضرت زیدؓ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (۳۳ : ۳۷)	خدا نے اس پر انعام کیا اور رسولؐ نے بھی اس پر انعام کیا۔

۳۔ حضرت الیسعؑ کا نام سورۂ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْاَخْيَارِ بتایا ہے:۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضور کی تبعیت میں امت کو خیر کل کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۲ : ۱۰۵)	اہل کتاب میں سے کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔

داؤد علیہ السّلام

داؤد علیہ السلام نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے، اسباطِ دوازدہ کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے منکرینِ خدا سے جہاد کرنے والے ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفاتِ بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید براں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدوم میمنت لزوم نبویؐ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سی امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (۲۷ : ۵)	ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم عطا کیا

بے شک نعمتِ علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء کا علم جو براہِ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صراحت فرما دی ہے:

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء)	ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۴ : ۱۱۳) — اور جو جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی

نیز فرمایا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۲۰ : ۱۱۴) — اے رب مجھے علم میں بڑھاتا رہ

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور کا علم ساعت بہ ساعت لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا (۳۴ : ۱۰) — اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل عطا فرمایا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے:

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۴ : ۱۱۳) — تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ (۳۸ : ۲۶) — اے داؤد ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چل

الارض وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام کے لیے تا بحشر لکھ دیا ہے۔ بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو الارض کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا۔ (۲۴ : ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ ضرور ان کو الارض کا خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے دین کو جسے خدا نے ان کے واسطے پسند کر لیا ہے تمکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک یا ذرا بھی شریک نہ کریں گے

آیت پر تدبر کرنے سے امور ذیل بصراحت واضح ہوتے ہیں:

(ا) آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزولِ آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔
(ب) آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔
(ج) اس خلافت کا عطیہ منجانب خدا تعالیٰ ہوگا۔
(د) یہ خلافت اس طرح کی ہوگی جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔
(ہ) اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پسندکردہ دین کو عزت و مکنت ملے گی۔
(و) اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ امن بسیط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔
(ز) اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔
(ح) اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیونکہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ میں ضمیر جمع موجود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانۂ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورۂ نور کی ہے اور سورۂ نور میں قصۂ افک بھی مذکور ہے۔ یہ قصہ غزوۂ مریسیع میں ہوا اور یہ غزوہ ۵ھ کا ہے، ہاں واقعہ افک کے بعد وعدۂ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیقؓ کے دل کو صدمہ پہنچایا رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی وَ لِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول ۵ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی سابقین کو تھا، جو ۵ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب ۵ھ سے بہت پہلے کے مشرف بہ ایمان ہیں۔ امام حسن علیہ السلام کو بھی انہی میں شامل کرو جنہوں نے ۶ ماہ خلافت کی تھی کیونکہ ان کا وجود باجود بھی ۵ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چونکہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے، وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر ایمان لانے کے طفیل تھے، اس لیے آیت استخلاف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی فضیلت آشکارا ہوتی ہے۔

۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ (۳۴ : ۱۰) ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ

ان کے جسم اور ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے

مَنۡ یَّشَآءُ (۳۱ : ۲۳)   اُسے عطا فرماتا ہے۔

سلیمان علیہ السّلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ بیٹوں اور اٹھارہ بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو گفتگو سفیرانِ سبا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زر و مال دنیوی کی پروا نہ تھی:

اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ — کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو۔ مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى (سورہ ضحیٰ) — خدا نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں پس خدا نے آپکو غنی عطا فرمائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے:

وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ (سورہ سبا) — ہم نے ہوا کو سلیمان کا مسخر بنا دیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا (۳۳ : ۹) — جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے دیکھے تھے بھیجا۔

اس آیت میں ہوا کی اُس خدمت کا ذکر ہے، جو اس نے دشمنانِ اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں دی تھی صحیح بخاری کی حدیث میں ہے نُصِرۡتُ بِالصَّبَاءِ بادِ صبا میری نصرت کا آلہ بنا دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی اس جگہ دوسرے ہیں۔ فرمایا:

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ (۸ : ۴۶) — خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح تھی مگر باہمی نزاعوں نے اُس ریح کو کھو دیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی شوکت کا ذکر فرمایا:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَالطَّيْرِ (سورہ نمل)

سلیمان علیہ السلام کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالِ مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے:

۱۔ جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (سورۂ جن)

کچھ جنوں نے قرآن کو سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجیب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے وہ ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔

۲۔ بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

۳۔ طیر کی خدمات کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (سورہ فیل)

...... کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیسی کی۔ کیا ان کے مفسدانہ ارادوں کو ملیامیٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے اور پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہاصِ نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتلاتے ہیں کہ مفسرین رحمہم اللہ کا بیان بالکل مرادِ ربانی کی وضاحت ہے۔

یونس علیہ السلام

یہ شہر نینوٰا[1] کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اُن سے خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے۔ تب لوگ پچھتائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

---

[1] حضرت یونس ؑ یونہ بن متی کا زمانہ قریباً ۸۰۰ ق م ہے یونہ نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے :

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ (۳۷ : ۱۴۲) مچھلی نے ان کو لقمہ بنالیا

یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین دن تک رہے تھے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تین دن تک غار کے شکم میں رہے تھے ۔ قرآن پاک میں ہے :

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (۹ : ۴۰) جب کافروں نے نبی کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر تھے ۔

یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا :۔

۲۔ اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے :

فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ (۳۷ : ۱۴۳) اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا ۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم ماہی میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوئے تھے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار کے اندر یاد الٰہی میں تر زبان ہونا اور معیتِ ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیتِ ذیل میں ہے :

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹ : ۴۰) غم نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے ۔

۳۔ یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۲۱ : ۸۷) کوئی بھی معبود نہیں مگر تو ۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں ۔

اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے :

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷ : ۹۳) کہہ دے میرا رب پاک ہے میں تو ایک بشر و رسول ہوں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزکیٔ نفس سے محفوظ رکھا ۔

اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے :

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۳۶ : ۸۳) تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔

دعا سکھائی گئی

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران) تو پاک ہے ہم کو آگ کے عذاب سے بچا

۴۔ یونس کی دعائی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین برخدا و رسولؐ سے وعدہ فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۱ : ۸۸) یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ غم سے نجات دیگا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔

ایوبؑ علیہ السلام

ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورۂ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی ربانی کا نزول ہوا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (۳۸ : ۴۴) ہم نے اسے صابر پایا

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، پختگی ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ درحقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں فرماتا ہے:

وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (سورہ نحل) تیرا صبر تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور تیرا صبر تو خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اوّل صبر، دوم خلوص۔

ب۔ فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (۵۲ : ۴۸) اپنے رب کے حکم سے صبر کر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی نعت میں فرمایا ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ (ص) اچھا بندہ!

ؔ حضرت ایوب کا زمانہ اس کتاب نے ۱۸۰۰ ق م تجویز کیا ہے۔ ابتلاء کے بعد ۱۰۰۰۰ ہزار بھیڑوں، ۶۰۰۰ ہزار اونٹوں، یک ہزار جوڑے بیل ایک ہزار گدھے کے مالک، سات بیٹوں تین بیٹیوں کے باپ تھے ۲۰۰ سال عمر پائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے۔ یہ مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب میں سے مرتبہ اقصیٰ ہے، اُس جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور کا ذکر لفظ عبد ہی سے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (۱۷ : ۱) — پاک ہے وہ خدائے تعالیٰ جس نے شبانہ اپنے بندہ کو سیر کرائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نماز میں بھی حضور کا ذکر لفظ عبد سے کیا گیا ہے:

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (۹۶ : ۹-۱۰) — کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا عبد نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ — جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اُسے پکارتا ہے۔

غالباً یہی راز ہے کہ نماز کو معراج المومنین کہا گیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

اِنَّہٗ اَوَّابٌ : (ص) — وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

اُن کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (۳۸ : ۴۱) — اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھُو گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دُکھ درد تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وُہ دعا میں حسنِ ادب کی پوری مراعات فرماتے تھے۔ دُکھ درد وغیرہ کو ذاتِ سُبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندگی کے ہر لحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (۶ : ۱۶۲-۱۶۳) — میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کے پالنے والا ہے، اس کا کوئی بھی شریک نہیں، اور مجھے یہی بتانے کا حکم ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

زکریا علیہ السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت زکریا کا مذکور فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ (۱۹ : ۲) — یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ (۱۷ : ۸۷) — تیرے رب کی رحمت ہے اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

نیز فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۲۱ : ۱۰۷) — ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔

اس مقام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک "رحمت" رکھ دیا ہے یعنی پیکرِ نورانی کو رحمت متشکل فرمایا ہے اور یہ غایت درجہ کا شرف ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (۱۹ : ۳) — جب اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدانِ اسباب ظاہریہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (۲ : ۱۴۴) — ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلبِ اطہر میں میلان اور وجہ انور میں تقلب ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔

معاملہ اہم تھا۔ ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا، مگر باری تعالیٰ کو اپنے حبیب کی پسند اور میلانِ طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا، قبلہ بدل گیا اور صاف طور پر فرما دیا گیا:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ (۲ : ۱۴۳) — قبلہ کو جس پر تو ہے۔ قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور الٹے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ شناخت قائم کر دیں۔

یحییٰ علیہ السّلام

۱۔ یحییٰ علیہ السلام اپنے والد پیر مرد زکریا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے بزرگ باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دُعا کا نتیجہ ہیں، جو
انھوں نے تعمیرِ بیت اللہ کے وقت بشمولیت حضرت اسمٰعیلؑ مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ
وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ
لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا
اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا
وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

(۲ : ۱۲۷ تا ۱۲۹)

جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادو
کو بلند کر رہے تھے تب وہ دعا کر رہے تھے (ایک دُعا
کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سمیع و علیم اس عمارت
کو قبول فرما اور اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا
فرماں بردار رکھ اور ہماری ذرّیت کو بھی فرماں بردار بنا
اور اے توّاب الرحیم ہم کو جملہ آداب عبادت سکھا اور
ہماری فرمانبردار ذرّیت ہی میں سے ایک عظیم الشان
رسول مبعوث فرما۔

۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یحییٰ کی بابت فرماتا ہے:

مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ — ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کَلِمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اُن کا مصدق بتایا
ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ نے حضرتِ عیسیٰؑ کے قدوم میمنت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں
کو باخبر بنایا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام عزّوجلّ نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا)
رکھا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے
ساتھ سرانجام فرمایا ہے:

الف۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارکہ سے اطلاع دی اور اُن کے حالات بیان
فرمائے جن سے اہلِ کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہودؑ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ۔

ب۔ بعض انبیاء کی نبوت کی حضورؐ نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہلِ کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت
سلیمان کی تصدیق بمقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق بمقابلہ یہود۔

ج۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔

پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مہ آبادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے، ورکسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا۔ اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام تر قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ الگ کر رکھا تھا۔ نبی ہی نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا، اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا۔

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۳۵ : ۲۴) — کوئی امت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد) — ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (۱۴ : ۴)۔ — ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (سورۂ نحل) — قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا شہید (خدا کا گواہ) اٹھائیں گے۔

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے (آل عمران رکوع ۴) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے:

فرمایا — یٰسٓ (پ ۲۲) — اے سید

۴۔ حضرت یحییٰ کو اللہ تعالیٰ نے حصور بھی فرمایا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حصور تھے۔ حصور کے لغوی معنی حصر کردہ شدہ، باز داشتہ ہیں جس سے مراد وہ بزرگوار ہوتا ہے جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا ہے وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔

حصور کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو جس شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ ۲۵ سال کی عمر تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی نہ کی تھی اس عمر

ے یہ معنی امام جعفر صادق سے مروی ہیں دیکھو کتاب الشفا ص ۱۶ مطبوعہ بریلی ۱۲۹۲ھ

کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب اور شوق پر نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق و التجا پر اس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالمِ سیرت کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ۲۵ سال عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور کے گھر میں تھی۔ ۵۰ سال کی عمر تک صرف خدیجۃ الکبریٰ اور ۵۳ سال کی عمر تک صرف سودہؓ اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں، اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے، جسے اس جنسِ لطیف کی خصوصیات نفسیہ اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی ہوں ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان ناظرین کو ہمارے مضمون امہات المومنین میں ملے گا جس سے واضح ہوگا کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں! اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳۳ : ۵۰)

اے نبی: ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں (۱) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے (۲) اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے فے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (۳) اور چچا کی بیٹیاں (۴) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (۵) اور ماموں کی بیٹیاں (۶) اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (۷) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے بہ شرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔

ان ہفت گانہ اقسام کی عورتوں میں سے مورخ کو نظر آئے گا کہ حضور کے نکاح میں صرف پہلی قسم ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک یا دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اول میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی و رخصتِ قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظرِ التفات بھی نہ کی ہو، اس کے حصور ہونے میں کیا کلام ہے۔

د۔ یعنی کو نبی بھی فرمایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن پاک میں گیارہ دفعہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس دفعہ حضور کا ذکر باسم نبی فرمایا گیا ہے:۔

۶۔ یحییٰ کو خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اے یحییٰ کتاب کو قوت سے تھام۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت فرمایا گیا ہے:

یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (جمعہ) — لوگوں کو کتاب و حکمت سکھانے والا۔

۷۔ یحییٰ کی شان میں ہے:

حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا۔ — خدا کی جانب سے نرم خو، نرم دل

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۳: ۱۵۹)

یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا۔ اگر تو تند خو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے اور استفادہ سے محروم رہتے پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کیا کریں۔

۸۔ یحییٰ کو وَزَکٰوۃً فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ ستھرے اور پاکیزہ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ — وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔

۹۔ یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَانَ تَقِيًّا (مریم) — وہ بہت تقوے والا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (۴۸: ۲۶)

پھر خدا نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا۔ اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مومنین کے ساتھ کر دیا۔ اور یہ مومنین ہی کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل ہیں۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو بَرًّا بِوَالِدَیْہِ، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یتیم تھے، ماں باپ سے سلوک کرنے کا حضورؐ کو موقع حاصل ہی نہ تھا۔ حضورؐ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ تھیں۔ یہ حبشن تھیں اور لونڈی تھیں، انھوں نے حضورؐ کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے۔ ان کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جایا کرتے اور اُمّی بَعْدَ اُمّی کے لقب سے اُن کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد یہی میری ماں ہے۔ ان کے بیٹے اسامہ کو ایک نو

پر ایک طرف، اور امام حسنؓ کو ایک زانو پر ایک طرف لے کر بیٹھتے۔

حضرت عباسؓ حضور کے چچا تھے، ان کو اَبِیْ (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کس قدر کامل تھی۔

عیسیٰ مسیح علیہ السّلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام کے زمرہ میں نہایت نمایاں ہے۔

۱۔ قرآن حکیم میں ہے کہ اُن کی جدہ (نانی صاحبہ) نے ان کی والدہ مریم صدیقہؑ کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی؛

اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ (۳ : ۳٦)
میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۝ (۲۳ : ۹۷-۹۸)
اے پروردگار! میں وساوس شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے اس بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔

۲۔ فرقان حمید میں مریم وعیسیٰ سلام اللہ علیہما کی بابت ہے:

وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ (۲۳ : ۵۰)
ہم نے مریم اور ابن مریم علیہما السلام کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ اُن کی پرورش میں یہی سامان تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بابت حیّ القیوم فرماتا ہے:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (۹۳ : ٦)
تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا پھر خدا ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضرات پدری سے مہجوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں تھے۔

۳۔ حضرت عیسیٰؑ کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ (۱۹ : ۳۰)
میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں تبارک ذوالجلال فرماتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَیِّمًا (۱۸ : ۱)	حمد ہے اس اللہ کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی بلکہ اُسے پائدار (صداقت) بنایا۔

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے، جو کتاب اللہ میں ہے:

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ (۱۹ : ۳۱)	مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارک کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے:

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً (۲۴ : ۶۱)	تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو۔ تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام اُن احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو اُن کی شریعت میں واجب العمل تھے:

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ (۱۹ : ۳۱)	خدا نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معبودِ حقیقی کا فرمان ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ۔ (۱۵ : ۹۹)	موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ربّ القدوس فرماتا ہے:

وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ	ہم نے روح القدس سے اُس کی مدد دی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حال میں معین المتین نے فرمایا:

وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹ : ۴۰)	ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔

نیز فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ (انفال)	خدا نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی

نیز فرمایا:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ (سورہ نحل)	کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس لے کر یہ رب کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔

۷۔ قرآن حمید میں حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (۶:۶۱)

عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں، اور میں اُس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: تصدیقِ توراۃ اور بشارتِ احمد۔ ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیحؑ نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کہا۔

(الف) تصدیقِ توریت:

حضرت مسیح نے فرمایا، نمبر ۱، یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں نمبر ۱۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا شوشہ توراۃ کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ انجیل متی ۵ باب، ۱۷، ۱۸ ورس۔

یہ کلامِ معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ نے اپنی رسالت کے مقصدِ اوّلین کو بہ خوبی پورا فرمایا۔

(ب) بشارت اِسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابلِ تدبر ہیں:

اوّل: مِنْۢ بَعْدِی، اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی، اور اس مبشر اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو، حائل نہ ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظِ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی جیسا نہیں ہے، بلکہ شفا میں قاضی عیاضؒ نے اور خصوصیات صغریٰ میں امام جلال الدین سیوطیؒ نے اور انسان العیون میں ابنِ دحلان نے بیان کیا ہے کہ اسمِ پاک احمد ایسا نام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابلِ تدبر اِسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ہے کیا فی الواقع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد تھا۔ واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی نام دو ہیں: احمد اور محمد۔ اسمِ پاک احمد حضور کی والدہ نے بشارتِ رؤیا کے موافق رکھا اور اسمِ پاک محمد حضور کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک "حمد" سے بنتے ہیں۔ اسمِ پاک احمد حمد سے افعل التفضیل ہے اور اسمِ پاک محمد حمد سے مفعل کے وزن پر ہے۔ امام ابن قیمؒ

نے کتاب جلاء الافہام میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ جن میں ابوالقاسم سہیلیؒ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک احمد پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔

اس ثبوت میں کہ احمد حضور کا اسم مبارک ہے ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

۱۔ امام ابن سعد نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ اُمِرَتْ اٰمِنَةُ وَهِیَ حَامِلَةٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسَمِّیَهٗ اَحْمَدَ۔

امام باقر فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے شکم مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس وقت آمنہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔

۲۔ امام ابن سعد نے طبقات کبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ یَعْنِی ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُمِّیْتُ اَحْمَدَ

محمد ابن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام احمد رکھا گیا تھا۔

۳۔ خصائص الکبریٰ میں بیہقی کی روایت مندرج ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ قَدِمَ الْجَارُوْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَاَسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَقَدْ بَشَّرَ بِكَ ابْنُ الْبَتُوْلِ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جارود بن عبداللہ جو یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے، اسلام لائے تھے اور انھوں نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند عیسیٰ نے آپ کی بشارت دی ہے۔

ط یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور کا اسم مبارک احمد و محمد ہے۔ حضور کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور کے ہاتھ میں میدان محشر میں جو رایت ہوگا اس کا نام "لواء الحمد" ہے اور حضور کی امت کا نام "حمادون" ہے اور حضور پر نازل شدہ کتاب کا الحمد للہ سے آغاز ہوتا ہے۔

۴- امام ابن سعد نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ سہل مولی عثیمۃ انہ کان نَصْرَانِیًّا مِنْ اھلِ مَرِیس وَکان یقرء الانجیلَ فَذَکَرَ اَنَّ صفۃَ النبیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِی الْاِنْجِیل وھو من ذُرِّیَّۃِ اسمٰعیل اسمُہٗ احمدَ۔

سہل مولی عثیمہ کہتے ہیں کہ اہل مریس کے نزدیک نصرانی تھا، جو انجیل پڑھا کرتا تھا، اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت انجیل میں درج ہے وہ اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔

۵- صحیح مسلم میں بروایت جبیر بن مطعم عن ابیہ ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ مَحَا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کیا، میں حاشر ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو اٹھیں گے، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۶- یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے:

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: ۵: نام بتائے۔ ان میں سے دو اسم محمد و احمد کے نام نہیں بتائے اور (۳) اسمار ماحی و حاشر و عاقب کے معنی بتائے ہیں اس لیے صاف ثابت ہوگیا کہ محمد و احمد حضور کے ذاتی نام ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وصفی ہوتا تو اس کے معنی بھی اسی طرح بیان فرما دیتے۔ جیسا کہ اسم نمبر ۳، نمبر ۴، نمبر ۵ کے معنی بتائے گئے۔

دوم اشعار

ائمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ ائمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ کے استعمال کے لیے اشعار قدما کی شہادت قطعی ہوتی ہے:

الف- اشعار قبل از ولادت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ا- تُبَّعْ جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے، یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے یثرب پہنچ کر اوس اور

لے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علماء نقد قرۃ کو در حقیقت نجیل کر نبوۃ یا نبیل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

خزرج و یہود سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تُبّع کی مہمانی کرتے۔ تین شب اسی طرح گزر گئیں۔ تُبّع شرمندہ ہوا اور اُس نے صلح کی درخواست کر دی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے اُحیحہ بن الحلاج اوسی، اور بنیامین قرظی[1] مامور ہوئے۔ اُحیحہ نے تُبّع سے عرض کیا کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔ ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح بھی نہیں کر سکتے۔ تُبّع نے کہا کیوں؟ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تُبّع نے اس پر یہ شعر پڑھا:

اَلقیٰ اِلیَّ نَصِیحَۃً کَیْ اَزْدَجِرْ   عَنْ قَرْیَۃٍ مَحْجُوْرَۃٍ بِمُحَمَّدٖ

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اُس آبادی سے ہٹ جاؤں   جو محمد کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔

پھر یہ اشعار تصنیف کیے:

شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ   رَسُوْلٌ مِّنَ اللہِ بَارِیْ النَّسَمِ

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ   لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَابْنَ عَمٍّ

ترجمہ اشعار: میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفرین ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بہ طور تواتر ثابت ہوئے ہیں[2]:

۲۔ قُس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا۔ اس کے اشعار ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ !   لم یخلق الخلق عبث

اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدًا   خَیْرَ نَبِیٍّ قَدْ بَعَثْ

لَمْ یَحْیِنَا مِنْہُ سُدًی   مِنْ بَعْدِ عَیْشٍ وَالْکَرَثْ

صَلَّی عَلَیْہِ اللہُ مَا   حَجَّ لَہٗ رَکْبٌ وَحَثْ

(ب) اشعار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں لکھے گئے:

۱۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ المؤید بروح القدس، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ   یَلُحْ مِثْلُ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے   تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے

---

[1] بنو قریظہ سے قرظی کہلاتے ہیں۔ اوس و خزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے یہ سیل ارم کے بعد مدینہ میں آگئے تھے۔

[2] اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کے درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

فَمَنْ کَانَ اَوْمَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدَ ‏ نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالاً لِمُلْحِدٖ

حق کو استحکام دینے اور ملحد کو ذلیل بنانے میں ‏ احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسانؓ میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شہادت امام ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب میں موجود ہے، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

کَانَ وَاللّٰہِ کَمَا قَالَ فِیْہِ شَاعِرُہٗ ‏ بخدا نبی صلعم ایسے ہی تھے جیسا آپ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے

۲۔ کعب بن مالک الانصاریؓ بھی حضورؐ کے شعرائے خاص میں سے تھے حضرت کعب اُن تین بزرگ سے ہیں جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق فرماتے ہیں:

غَدَاۃٌ اَجَابَتْ بِاَسْیَافِھَا ‏ جَمِیْعًا بَنُو الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجٖ

صبح کے وقت تمام بنو اوس و خزرج نے اپنی ‏ اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور کے حکم کی تعمیل کی

وَاَشْیَاعُ اَحْمَدَ اِذْ شَایَعُوْا ‏ عَلَی الْحَقِّ ذِی النُّوْرِ وَالْمَنْھَجٖ

اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب ‏ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حق پر چلتے ہیں

۳۔ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَیْبَرًا وَفُرُوْضَہٗ ‏ بِکُلِّ فَتًی عَارِی الْاَشَاجِعِ مِذْوَدٖ

ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے ہمارا ہر جوان ‏ پھرتیلا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا

یَرَی الْقَتْلَ مَجْدًا اِنْ اَصَابَ شَھَادَۃً ‏ مِنَ اللّٰہِ یَرْجُوْھَا وَفَوْزًا بِاَحْمَدٖ

ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت مل گئی یا مارا ‏ خدا کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنیکا سبب ہوگا

ج۔ اشعار جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے پڑھے:

۱۔ حسان بن ثابتؓ ایک مرثیہ قصیدہ میں فرماتے ہیں:

اَطَالَتْ وَقُوْفًا تَذْرِفُ الْعَیْنُ جُھْدَھَا ‏ عَلٰی طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِیْ فِیْہِ اَحْمَدُ

آنکھ پوری طاقت سے نیر رہی ہے اور میں اس قبر کے ‏ دامیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمد صلعم ہیں۔

فَبُوْرِکْتَ یَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَبُوْرِکَتْ ‏ بِلَادٌ ثَوٰی فِیْہِ الرَّشِیْدُ الْمُسَدَّدُ

اے قبر رسول تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے ‏ کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدد ہیں) خواب گاہ ہے۔

۲۔ خاتم الخلفاء علی المرتضیٰ کو جب خزرج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انھوں نے زبانِ مبارک سے یہ شعر پڑھے تھے:

یَا شَاھِدَ تَخَیَّرِ عَلَیَّ فَاشْھَدْ ‏ اِنِّیْ عَلٰی دِیْنِ النَّبِیِّ اَحْمَدٖ

مَن شَکَّ فِی اللّٰہِ فَاِنِّی مُھتَدِیٖ

ترجمہ: اے خدا الگتی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ہوں اللہ کے بارہ میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔

۲۔ جگر گوشۂ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر ہیں:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ اَنْ لَّا یَشَمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر پڑتیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے! یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالجات[1] سے ہمارا مقصود باقتضائے مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک احمد حضور کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلّم و محقق رہا ہے قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضور کی تشریف آوری و رونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور کی حیات و ممات میں حضور کے شاعران خاص و ذوی القربیٰ حضور کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرتِ الٰہیہ نے حضرت عیسیٰؑ والی بشارت کو جو بحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ پورے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب ذیل کی تذئیل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد اسم ہمایوں و گرامی کا امت محمدیہ میں بطمعہ تیمّن و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا، کیونکہ حضور کے بعد مِنْ بَعْدِیْ کی شرط اُٹھ چکی تھی اور التباس کا خطرہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصولِ یمن و برکت مقصد رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرتِ الٰہیہ نے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم سے برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اسی طرح رحمتِ ربانی کا اقتضا یہ ہوا کہ حضور کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ مسیحؑ کی

[1] ماخوذ از کتاب الکامل لابو العباس المبرد۔

صداقت دنیا پر آشکارا ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہا و علما و شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بالاستیعاب استقصاء کیا جاتا، تو ایک جلد درکار ہوتی، مگر اس جگہ اسم مبارک احمد کے اعداد ۵۳ کے مطابق نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

ائمہ محدّثین (۱۰)

۱۔ احمد بن محمد بن حنبل (ابو عبداللہ) امام اہل السنۃ والجماعت یکے از ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم

۲۔ احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر بیہقی رح۔

۳۔ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبدالرحمٰن امام نسائی رح)

۴۔ احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور (ابو اسحٰق الثعلبی رح)۔

۵۔ احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی (الحافظ ابو نعیم رح)

۶۔ احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رح

۸۔ احمد بن محمد بن احمد محمد سلفۃ الاصبہانی (الحافظ ابو طاہر رح)

۹۔ احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید الہمدانی ابو الفضل الحافظ معروف بدیع الزمانی رح۔

۱۰۔ احمد بن عبدالحلیم بن عبداللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابو العباس۔

فقہائے محقّقین (۱۹)

۱۱۔ احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباس رح)

۱۲۔ احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص الطبری الفقیہ (ابو العباس رح)

۱۳۔ احمد بن عامر بن بشیر بن حامد المروزی القاضی ابو حامد رح۔

۱۴۔ احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القطان البغدادی (ابو الحسین رح)

۱۵۔ احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک الازدی الطحاوی (ابو جعفر رح)

۱۶۔ احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفرائینی (الشیخ ابو حامد رح)

۱۷۔ احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی المحاملی رح۔

۱۸۔ احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسین المعروف بقدوری

۱۹۔ احمد بن ابی ابو داؤد فرج بن جریر الایادی القاضی (ابو عبد اللہ)

۲۰۔ احمد بن محمد بن عبد الرحمان الہروی قاشانی (ابو عبید)

۲۱۔ احمد بن علی بن محمد الوکیل ابو الفتح المعروف "بابن برہان"۔

۲۲۔ احمد بن محمد بن المظفر الخوافی (ابو المظفر)

۲۳۔ احمد بن موسیٰ بن یونس بن محمد الاربلی (ابو الفضل شرف الدین)

۲۴۔ احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل

۲۵۔ احمد بن فارس بن زکریا بن محمد الرازی (ابو الحسین)

۲۶۔ احمد بن محمد الحسینی ابوبکر ناصح الدین۔

۲۷۔ احمد بن منیر بن احمد الطرابلسی (ابو الحسین مہذب الدین)

۲۸۔ احمد بن علی بن ابراہیم الغسانی الاسوانی (القاضی الرشید)

۲۹۔ احمد بن عبد الغنی بن احمد اللخمی المالکی (ابو العباس)

عرفائے کاملین (۴)

۳۰۔ احمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالی (ابو الفتوح) برادر امام غزالی

۳۱۔ احمد سرہندی الشیخ الامام المجدد الف ثانی فاروقی

۳۲۔ احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث بن شاہ عبد الرحیم الفقیہ دہلوی

۳۳۔ احمد بریلوی السید الامام المجاہد فی سبیل اللہ

وزراء و امراء (۶)

۳۴۔ احمد بن محمد بن عبد الکریم بن سہل الکاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراج

۳۵۔ احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التنوخی (ابو العلاء المعری)

۳۶۔ احمد بن عبد الملک الاشجعی الاندلسی ذی الوزارتین (ملی)

۳۷۔ احمد بن ہارون الرشید بن المہدی الہاشمی (ابو العباس)

۳۸۔ احمد بن طولون صاحب دیار مصریہ (ابو العباس)

۳۹- احمد بن المستنصر بن الظاہر (ابوالقاسم)

شعراء و ادباء (۱۳)

۴۰- احمد بن الحسین بن الحسین بن عبدالصمد الجعفی الکوفی، ابوالطیب المتنبی۔

۴۱- احمد بن محمد الدارمی المصیصی المعروف بالنامی (ابوالعباس)

۴۲- احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم طباطبا۔

۴۳- احمد بن محمد الانطاکی (ابوحامد الشاعر)

۴۴- احمد بن جعفر بن موسیٰ برمکی الندیم۔

۴۵- احمد بن محمد بن العاصی بن محمد الاندلسی (ابوعمرو)

۴۶- احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب المخزومی اندلسی القرطبی (ابوالولید)

۴۷- احمد بن محمد الخولانی اندلسی المعروف بابن الآبار۔

۴۸- احمد بن یوسف السلیکی (ابونصر)

۴۹- احمد بن محمد بن علی التغلبی الدمشقی (ابوعبداللہ)

۵۰- احمد بن محمد بن احمد المیدانی النیشاپوری (ابوالفضل)۔

۵۱- احمد بن عبداللہ بن احمد اللخمی القاسمی (ابوالعباس)

۵۲ احمد بن علی بن احمد بن النی (ابوالعباس)

نحوئیین (۲)

۵۳- احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن یونس المرادی المصری ابوجعفر۔

۵۴- احمد بن بکر بن لقیۃ العبدی ابوطالب

یہاں تک

جو کچھ مذکور ہوا فضیلت خاتم النبیین کا بیان مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا۔ مگر حضورؐ کی نعوت عالیہ اور محامد متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل منفرد ہیں اُن کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگا۔

خاتمہ باب سے پیشتر اس جگہ ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ محبان صادق و متبعین مخلص اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔

اللہ جل وعلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں مخاطب فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

شَاهِدًا

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا (۳۳ : ۴۵)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا (۴۸ : ۸)

وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ (۲۲ : ۷۸)

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۲ : ۱۴۳)

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (۴ : ۴۱)

شہادت کسی واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اُس امر کا باور کرانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت جسے حضور نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن کے درجہ تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات و تنزیہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت اعمال کا جزا و سزا سے تعلق۔ جزا و سزا کی حقیقت، وجود عالم معاد، عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں، دہریوں، منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ہی کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرتِ الٰہیہ اور حکومتِ ربانیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت و نفی پر ذرا مؤثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راستبازی اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابوبکر صدیق سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد کو رسولِ خدا تسلیم کر لیا، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ بوجہل لیے لداللخصام نے کہا تھا کہ محمدؐ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں. لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بہ قول ابوسفیان نہیں نکال سکتا. بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔

حضور نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکار کیا۔ بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہنچا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعرہ سے فضائے زمین و سما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی، کیا عربی، کیا شرقی کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور، سود دا حرار عبید و ملوک کو كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔ شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد غیب موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس دادری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِهٖ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ وہ پوچھتا ہے کہ لوگو۔ وہ قاضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائیگا کہ میں نے پنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا۔ تو آپ کیا بتائیں گے۔ سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں: جی حضور نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کا کھوٹا کھرا بن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الٰہی میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا۔ ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو دادری گاہ عالم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد اور شہید فرما کر حضور کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی:

مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جائیے کسی نبی کی نسبت عَلَيْهِمْ وَعَلٰى نَبِيِّنَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں مُبَشِّرٌ وَّمُنْذِرٌ کے لفظ بھی ہیں اور بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ بھی۔ اور چونکہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی ذاتِ مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علو مرتبتِ نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا (۳۳ : ۴۷)	مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۰ : ۶۴)	ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ خدا کے فرمودہ میں تبدیل نہیں ہے یہ بشارت بڑی کامیابی ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (۳۹ : ۱۸)	ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں

یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں جو انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔

اِنذار کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں۔ لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔ انذار کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام و برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا ترسی و رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوعِ انسانی اور حُبِّ جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بہ درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصۂ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پڑ دیوانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔

دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ہی کا حصہ ہے:

الف۔ اُس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے یَا اٰلَ فِہْرٍ وَیَا اٰلَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور نے بلایا تھا۔

ب۔ اُس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دُور اور دامنِ کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابوارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

ج۔ کوہِ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور کا خون جسم سے بہہ رہا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

د۔ عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور کو دیوانہ بتا رہا ہے۔

ھ۔ مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے بے پناہ مسافر اس پُرخطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطرتِ راہ کے تصور نے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسی تاریکی میں یکہ و تنہا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

و۔ کوہِ تنعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضورؐ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضورؐ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضورؐ دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا۔ حضور اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے، اُسے وہی مبارک نام سناتے ہیں، جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اُٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

ز۔ رہِ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے۔ خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اُونٹ گزر رہے ہیں جنھوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور کے ہمرکاب دو مخلص اور ایک رہنما ہے۔ کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہوار دل و راہرووں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے۔ پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعوتِ الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔ اُم معبد الخزاعیہ۔ سراقہ بن مالک

المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور اس کے ستر ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس خشک بیابان ہی میں آبِ حیات پیا اور چشمۂ زندگی حاصل کیا ہے۔

ح۔ آٹھ یوم کی شبا روزی تگاپو کے بعد خدا کا رسولؐ قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آزما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے، مگر حضورؐ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں، جہاں سے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی صدا ہر صبح و مسا پہاڑیوں سے ٹکراتی، غافلوں کو جگاتی، بت نقوش کو بلاتی، آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

ط۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں۔ اہلِ مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ صابئی و ترسا بھی اہلِ ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا رسول اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا۔ بنی سلیم کے قلوبِ سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوانِ ربانیہ کی نوید سے شادکام فرماتا ہے۔

ی۔ مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرشِ راہ بنائے یا بی و امی، بابی و امی عرض کر رہا ہے، مگر حضورؐ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں۔ کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں وہ ناک چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے، محمدؐ تم نے گرد سے اور تمھاری سواری نے، بُو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنس پڑتے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

ک۔ رُبَیّع بنت معوذ ایک شب کی بیاہی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائدِ صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

ل۔ سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچہ ابراہیمؑ کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی حاضرین کو صبر اور رضا رنیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

م۔ آخری مرض ہے، گیارہ دن کے تپ شدید اور دردِ سر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے، سر پر پٹی باندھے ہوئے عباسؓ و علیؓ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ منبر پر کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے اس کے زیریں زینہ

پر مبۂ جاتے ہیں اور نصیحت بالغہ و مواعظ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

ن ۔آخری دن ہے۔ سفرِ آخرت میں صرف پانچ گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضعف اور شدت دردِ سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پتوں سے نرم بنایا گیا ہے لیٹے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور کے قلبِ پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا، اسے ہٹاتے ہیں۔ تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اُس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں، جو ایک خدا کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

س ۔آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسے اُس تنگ حجرہ میں جمع ہیں، جس کے اندر دس سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ نماز، نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔

ع ۔آخری سانس ہے دیدۂ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے۔ اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشمِ حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔

ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ کا خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

سورۂ فرقان اور سورۂ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورۂ نبا میں سِرَاجًا وَّھَاجًا فرمایا ہے مگر سِرَاجًا مُّنِیْرًا ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذاتِ پاک نبوی کے سوا درکسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے کیونکہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے، یہی نیر اکبر ہے۔

عالم کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے، اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور[1] میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ کو سراج منیر کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سمائے نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور مدار شریعت کی بقائے دوام کی علت بھی وہی ہیں (صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی، انہیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوئی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرۂ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے۔ لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیر، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنوں کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ثابت ہوئے، وہ جو ہدایت سے راہ و راہنما گم کردہ تھے، اب خود خضر راہ بنے۔

بعض شپرہ چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع رات کی تاریکی میں پر و بال کھولتے ہیں یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے، جو انوار محمدی کی تاب نہیں لا سکتے اور نور رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے مومنین کو تو اس سراج ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

---

[1] قرآن مجید کا نام نور بھی ہے۔

باب ششم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید دیکھنا چاہیے کہ لِلْعَالَمِیْنَ کا لفظ کن کن اشیا یا اشخاص کے متعلق آیا ہے ؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا :

۱- اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِيْنَ ٥ (۶ : ۹۰)

۲- اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ٥ (۱۲ : ۱۰۴) (۳۸ : ۸۷) (۲۸ : ۲۷)

۳- وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (۶۹ : ۵۲)

۴- اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (۲۱ : ۷۱)

۵- اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (۳ : ۹۶)

۶- فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (۲۹ : ۱۵)

۷- وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (۲۱ : ۹۱)

۸- اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ٥

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ میں قرآن مجید کو ذکر للعالمین فرمایا گیا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے "ذکر" ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ مذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱ : ۸۸)

آیت نمبر ۴ و نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر ۴ بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر ۵ بیت الحرام کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الٰہی میں اُن کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لیے مشترک ہے اور لفظ ھدًی بیت الحرام کے لیے خاص اور زائد ہے۔ اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم شدہ ہے۔

آیات نمبر ۶ و نمبر ۷ و نمبر ۸ میں لفظ آیت کا استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر۷ میں حضرت نوحؑ کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔
آیت نمبر۸ میں حضرت مریمؑ اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔
آیت نمبر۹ میں نوعِ انسانی کی مختلف زبانوں اور متلون رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے۔
اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ	صرف قرآن مجید ہے۔
مُبَارَكًا لِّلْعَالَمِينَ	بیت المقدس و بیت الحرام ہیں۔
آيَاتٌ لِّلْعَالَمِينَ	اصحاب نوحؑ اور کشتیِ نوحؑ اور حضرت مریمؑ و حضرت ابن مریمؑ اور اقوامِ عالم کا اختلاف الوان اور تباین السنہ ہیں۔

اور لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہوا۔ حضورؐ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف) میری رحمت ہر شے سے زیادہ وسیع ہے۔

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمۃ للعالمین وہی وجود مزکیٰ ٹھہرے گا۔

جس نے اہل عالم بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو،
جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو،
جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔
جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔

جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و پادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفانِ ربانی کی سیر کرائی ہو۔

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی شاہوں کو

اخوانی سکھائی ہو۔

جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں

جس نے سنگ لاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔

جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔

جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

وہ غریب کا محب   مسکین کا ساتھی۔

شاہوں کا تاج   آقاؤں کا آقا

غلاموں کا محسن   یتیموں کا سہارا

بے آسروں کا آسرا   بے خانمانوں کا ماویٰ

دردمندوں کی دوا   چارہ گروں کا دردمند

مساوات کا حامی   اخوت کا بانی

محبت کا جوہری   اخلاص مشتری

صدق کا منبع   صبر کا معدن

خاکساری کا نمونہ   رحمت ربانی کا پتلا

اولین انسان   آخرین رسولؐ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو یہودیوں کی طرح نذر و منت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔

جو کاتھلوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔

جو رُوح کو نرگ یا زگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔

جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔

جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔

جو یہودیوں، عیسائیوں، زردشتیوں، برہمنوں، جینیوں، اور ما ؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا اور اسے اُدْعُوْنِیۡ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی	بلال حبشی	سلمان فارسی
صہیب رومی	ضماد ازدی	طفیل دوسی
ذوالکلاع حمیری	عدی طائی	اثامہ نجدی
ابوسفیان اموی	ابوذر غفاری	ابوعامر اشعری
کرز فہری	ابوحارث مصطلقی	سراقہ مدلجی

پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف العادی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؛

یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامان دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں عثمان طلحہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا جو عزت کلیسائے روما کے مسندنشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

اس کے دربار میں عبد اللہ بن سلام بھی موجود ہے۔ نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تک منتہی ہوتا ہے۔ قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودان بنو قریظہ و بنو قینقاع و بنو نضیر و خیبر و فدک کا بچہ بچہ انھیں خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔

فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیون اور احبار تک سیدنا و ابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربار محمدی کے صف نعال میں جاگزیں ہے اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے۔

اسی دربار میں تمیم ابن اوس بھی حاضر ہے جو امت انجیل کا عالم ہے۔ سوریا اور یروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے تورات و انجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھتا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیان حجاز کا گویا سب سے بڑا بشپ یہی ہے ب دیکھو۔ اَلْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ

اِلَّا رَسُوْلُ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا ہے جو زرتشتی مذہب چھوڑ کر کاتھولک عیسائی بنا، پھر اطمینانِ قلب نہ پاکر دینِ حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل و جان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں، سلمان بن اسلام بن اسلام بن اسلام سبعین مرةً اسی طرح ستر بار کہتے چلے جاویں۔

اسی دربار میں خالد بن ولید بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ اُحد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیادِ غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے، لیکن رحمتِ عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزیٰ کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضرِ خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔

اسی دربار میں ذوالبجادین موجود ہے جو گھر بار اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کمبل کا تہ بند، کمل کرتہ، جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی ہے، زیبِ تن ہے۔ فرطِ شوق اور جوشِ انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخذول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

الف۔ ان یھود بنی عوف امۃ مع المؤمنین	یہود بھی مسلمانوں کی طرح یک قوم سمجھی جائے گی۔
ب۔ وَاِنَّ بینھم النصر علیٰ مَنْ حَارَبَ	جو کوئی اُن سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔
ج۔ اِنَّ بینھم النصح والنصیحۃ والبر دون الاثم	مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی کے ہوں گے۔
د۔ وان بطانۃ یھود کانفسھم	یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں ان کے ساتھ شامل ہیں
ہ۔ وَاِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ[1]	مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

ا۔ لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی	اہل نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ کی ذمہ داری

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول ص۱۷۸

علیٰ انفسہم وملتہم وارضہم واموالہم وغائبہم وشاھدھم وعشیرتہم وتبعہم ۔	حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور اُن کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔
۲۔ وان لا یغیروا لما کانوا علیہ	ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔
۳۔ ولا یغیر حق من حقوقہم	اُن کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائے گا۔
۴۔ ولا یغیر کلما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر۔[1]	اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو کافروں کو بھی بہ آواز بلند سناتا ہے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ	تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین

رحمۃ للعالمین وُہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔	دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ بحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔

پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے:

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ	رسول کا کام لوگوں کو احکامِ الٰہی کا سنا دینا ہے، و بس۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (۶۰ : ۸)	خدا تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ خدا تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انھوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۔ (القرآن)	بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے، وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔

[1] فتوح البلدان بلاذری۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملاتِ انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہٹ کر علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (۸ : ۵)

کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمھیں ناانصافی کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو یہی خدا ترسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ (۵ : ۲)

قوم کی یہ مخالفت کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا، تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اُن کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، خدا سے ڈرتے رہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو شہادت واقعہ کے لیے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (۵ : ۸)

اے ایمان والو اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (۴ : ۱۲۵)

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری گواہی خود تمھارے والدین کے خلاف یا قرابت داروں کے خلاف ہو امیر ہو یا غریب کی رعایت یا رحم کے خیالات تمھیں آئیں مگر یہ یاد رکھو کہ خدا اُن دونوں سے بڑھ کر ہے دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدول کرو، دبی زبان سے کوئی بات کہو گر گواہی سے [illegible] جاؤ یہ باتیں تو خواہشِ نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

خدا کے نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھاری

أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (۳۰ : ۲۱)

بیویوں کو تمھاری جنس کا بنا دیا تاکہ تم اُن سے تسکین پاؤ پھر تمھارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اُس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا بلکہ یوں خبر دی:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ( )

تم اور تمھاری بیویاں شاداں و شاد اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ ( )

عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔

پھر سرداری کے متعلق یہ تعلیم فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ( )

مرد حاکم ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو خدا نے پیدائش سے ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ( )

اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا اور جب مقتول اور مجرم اس سے کم نہیں کیا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خود لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوشِ انتقام کے دفعیہ کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوموں کی امداد کا ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ، مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحمدل سے رحمدل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔
اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے احکام کو سنو:

۱۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا ؕ

(۲۲ : ۳۹ - ۴۰)

جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم تھے اور خدا ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں صرف اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے اگر خدا تعالیٰ (یہ اجازت دے کر) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے) ضرور ڈھا دی جاتیں۔

۲۔ وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ (۴ : ۷۵)

تم خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے، تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوس حکمرانی کے لیے بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا، نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، ہرگز نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں۔ تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں جس سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (۹ : ۲) یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے۔ لیکن جنگ شروع ہوجانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

الف۔ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ۔

جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔

ب۔ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ

یا وہ جو حاضر ہوکر ظاہر کردیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے (سورہ نساء)

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ (۴ : ۹۰)

پھر اگر یہ لوگ علٰحدہ ہوجائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبولوانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو اُن سے مسلمانوں کا تعلق (بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ) ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو (فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ) کے درجے ہوتے۔

پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریقِ جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریقِ جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہوجائے گا، جو مسلمانوں سے یہ عہد کرلے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانب دار) رہے گا۔ نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ اُن کے مخالفین کا۔ دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبولوانا ہوتا، تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

ہاں! رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانوں کو اخلاقِ فاضلہ اور فضائلِ محمودہ اور محاسنِ جمیلہ اور صفاتِ کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔

ماں باپ کی بابت سکھایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (۱۷ : ۲۴)

اُن کے لیے ذلت کے بازوؤں کو زمین پر بچھادے اور دعا کیا کر، اے خدا! ان پر رحم کر جیسے کہ انھوں نے مجھے چھٹپنے سے پالا ہے۔

اس حکم میں فرماں برداری اطاعت وخدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی

ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اسی طرح ہر انسان خدا کے رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ (۲۴ : ۲۲)

چاہیئے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ خدا تم کو معاف کر دے۔

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان معافی کا خدا سے خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا، گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (۱۷ : ۳۲)

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ تو بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

بُرے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیئے:

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو، مگر اسے غور کرنا چاہیئے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا، لیکن کیا اُسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اس کی بیٹی بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اُسے پسند نہیں کرتی تو اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ شخص خود اپنے طرزِ عمل سے ایسی ہی برائیوں کا رستہ بنا رہا ہے؛ یہ رستہ سب سے پہلے اُس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو رجس و عملِ شیطان اور بنائے عداوت و سببِ بغض و سرمایۂ غفلت اور ذریعۂ دوری از خدا بتایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار پولوس کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے جب ایران شراب کے پیالہ کو جامِ جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں ور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اُس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا، جب بہت سے مراسمِ دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اُس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ سلام کے اس حکم کا تیرہ سو برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا، لیکن یورپ کی جنگِ عظیم (از ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) نے اس حکم کی صیقت کو منکشف کر دیا۔

شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترکِ مے نوشی میں اوّل قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس و انگلستان و فرانس

میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترکِ شراب ایک رحمت ہے۔

در جس وجودِ پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔

ناظرین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم و غیر مسلم ہر دو مساوی طور پر اُن سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فی الواقع رحمۃ للعالمین تھے۔

البتہ اہلِ اسلام کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو التفاتِ خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتابِ حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ اسی لیے رب العالمین نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صفت میں فرمایا ہے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رحمت و رافت سے استفادہ کرتے ہیں۔

باب ہفتم

حُبُّ النّبی صلّی اللّٰہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم

غزلیات وابیات کے شید الفظ عشق کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے[1]۔ قاموس میں ہے: اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ والعشق من فنه يستجلبه المرء على نفسه باستحسان بعض الصور والشمائل یعنی جنون کے بہت سے اقسام میں عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صور یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا و رسولؐ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسولِ کریم میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے۔ اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب، محبوب ہی ہے۔ خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو، مگر معشوق، معشوق نہیں، جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل "لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید" کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار للمحبوب کا نام ہے۔

بعض نے کہا محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک تعریف محبت تو وہی ہے جو اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمراتِ محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روحِ انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی رُوح کے اندر پائی

---

[1] ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق فی حدیث صحیح البتتہ زاد المعاد جلد ۲ ص ۹۰ و یخ ہو کہ حدیث من عشق فعف فمات فهو شهيد وحديث من عشق وكتم وعف وصبر الخ ہر دو صحیح نہیں ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے۔ اور محدثین نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں

جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ الخ اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دوامی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲ : ۱۶۵)

مشرک لوگ شرکا کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلب کو یاد، فواد کو ایقان، روح کو راح اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاکِ علائق سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا۔ پھر فوارہ وار اسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی، در مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تختِ ارتقا پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرما دیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [۱]

ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں، اس لیے نہیں کہ انھیں اس کی جائداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے، بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود و سخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں، نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی داوری گاہ سے ملی ہو، بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل و داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفتِ مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابی موسیٰ باب علامۃ الحب۔ کتاب البر والصلۃ۔

بیسیوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سُن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدر دان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر، ہومر، فردوسی و سعدی، لبید و متنبی، بیاس اور والمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوتِ گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت وہبی کے اجارہ دار ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ رازِ فطرتِ انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے، پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکی کی محبت کا مذکور ہے، اس کی شانِ بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو:

ایک	آدم علیہ السلام	انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا۔
ایک	ادریس علیہ السلام	علوم اوّلین و آخرین کا درس دینے والا۔
ایک	نوح علیہ السلام	اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا۔
ایک	ابراہیم علیہ السلام	گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا۔
ایک	اسمٰعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا۔
ایک	یعقوب علیہ السلام	خدائے قادر سے عہد باندھنے والا۔
ایک	یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والا۔
ایک	موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والا۔
ایک	ہارون علیہ السلام	امام فصیح۔
ایک	یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع۔
ایک	داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والا۔
ایک	سلیمان علیہ السلام	خدا کے لیے پاک گھر بنانے والا۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین۔

ہاں وہ جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ نے دی۔

ہاں وہ جسے مسیح علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں وہ جس کی ہیبت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی آمد سے حبقوق علیہ السلام نے سفر کو پر آوازہ کیا

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملاکی نے خدا کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر "شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند" لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحبِ بصر، صاحبِ دل

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لیے نہایت شرف اور انتہائی کمالِ انسانیت نہ سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیتِ ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ	سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں
وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ	بہن بھائی، زن و شوہر، قوم و قبیلہ، وہ مال جو تم نے جمع کیا
ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ	ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور
مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ	وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے، وہ سب زیادہ
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا	پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۹ : ۲۴)	سے تب تم منتظر رہو، خدا تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلّم ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو فِطْرَتَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے، ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی، بلکہ تفریقِ درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ؎

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی!

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہ میں کھولا گیا ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ	کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے
مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ	رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اور اولاد اور باقی سب
	اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔

⁂

صحیح ابن خزیمہ میں ہے [1]

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۸۰

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ	کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں، یعنی حضور کے وہ صفات عالیہ اور فضائل متکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حبیبِ خدا اور محبوبِ خلق خدا بنا دیا ہے، ثبات واستقرار رکھتے اور دوام و بقا سے متمکن ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اوّل چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفاتِ عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جُود و سخا کا بیان

۱۔ جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی، ۲۴۰۰۰ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، ۴ ہزار اوقیہ (چھٹانک) چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے اسی طرح واپس گئے۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا یا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا۔ نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی کی۔

۳۔ معلّٰی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ فرمایا بیٹھو، خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا۔ حضور نے سب کو بٹھا لیا۔ حضور کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور میں پیش کی۔ حضور نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا، مگر کوئی لینے والا نہ اُٹھا۔ رات ہوئی تو حضور کو نیند نہیں آتی، اُٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اُٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اُم المومنین نے پوچھا حضور کو آج کچھ تکلیف ہے۔ فرمایا نہیں۔ انھوں نے پوچھا، تب کوئی خاص حکم خدا کا آیا ہے، جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے۔ فرمایا نہیں۔ اُم المومنین نے کہا، پھر حضور آرام کیوں نہیں فرماتے۔ اس وقت حضور نے وُہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا یہ ہے، جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔[۱]

---

[۱] اعلام النبوۃ صد ۱۵۵

۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ ؎ — جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اُسے اس کے وارث سنبھالیں گے۔

۵۔ جابر بن عبداللہ صحابی انصاریؓ سے روایت ہے:

مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا ؎ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے "نہیں" فرمایا ہو۔

اسی حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے ؎

نرفت لا بہ زبان مبارکش ہرگز — مگر بہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی الحقیقت اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل وانصاف کا بیان

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ ؎

۲۔ حجرِ اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر "رحمۃ للعالمین" جلد اوّل میں موجود ہے۔ قابلِ ذکر یہ ہے کہ قرار داد یہ تھی جو کوئی شخص سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حَکم قرار پائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنکلے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِهٖ ؎ — لو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔

یقیناً انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

۳۔ فاطمہ نام مکّہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ اُسامہ بن زیدؓ نے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہایت محبت کیا کرتے تھے۔ بھولے پن سے اُس کی سفارش کر دی، ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو، دیکھو، اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔

؎ علام النبوۃ ص ۱۰ ؎ صحیحین ؎ شفا ص ۱۰ ؎ شفا۔

نجدت و شجاعت کا بیان

نجدت اُس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ شجاعت قوتِ غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیادِ عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور اُن کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا۔ وہی فرماتے ہیں۔

انا کنا اذا حمی الباس و احمرت الحدق اتقینا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما یکون احد اقرب الی العدو منہ۔	جب گھمسان کا رَن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اُتر آتا، اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی ہوتے تھے۔

۲۔ جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء ابن عازب سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟

قال نعم لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفر ثم قال لقد رأیتہ علی بغلتہ البیضاء و ابو سفیان اخذ بلجامھا و النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا النبی لاکذب۔	تو براء نے کہا ہاں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تو پھر بھی نہ بھاگے تھے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی نے لگام پکڑ رکھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یہ فرما رہے ہیں انا النبی لاکذب۔

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے۔ ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا گرد و غبار میں چھپ جائے فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہ تحمل ہی کا کام ہے ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا۔ صرف قمر نبوت ہی کا خاصۂ زرپاشی ہے۔

اسی واقعہ کے متعلق عباس بن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں ہے:

وَوَلّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرکض بغلتہ نحو الکفار وانا آخذ بلجامہا اکفہا ارادۃ ان لا تسرع وابوسفیان آخذ برکابہ

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے۔ میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑ لی۔ اس ارادہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں:

نزل النبی صلعم عن بغلتہ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خچر سے اتر پڑے

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار فوج بھاگ رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضورؐ پیادہ ہو کر آگے بڑھتے گئے ہیں۔

۳۔ صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے، مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا، لوگ سمجھے چھاپہ آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے۔ آگے چلے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کئے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے لَنْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا۔ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔

۴۔ ناظرین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا کہ شب تاریک اور منزل پُرخطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا۔ ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی گم کردۂ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

۵۔ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی و سفاکی ہی کی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا، کسریٰ و قیصر و حبش کے حکمرانوں، اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پروا نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکنت و تواضع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت لازم تھی۔ تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے

دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے، مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقرا کے برابر جا بیٹھتے صحابہؓ کے درمیان مل جُل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے، نہ کوئی امتیازی نشان بناتے، خادموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانور کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جاں نثار ایسی خدمت سر انجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ ہوتے تھے۔

انسؓ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضورؐ کے اوپر تھی، اُس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔

یہود بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے، تو اُس روز حضور حمار پر سوار تھے، جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسّی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صفؔ پڑی ہوئی تھی۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں، حضورؐ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، اُٹھنے لگے تو دکاندار نے حضورؐ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا۔ حضورؐ نے جھٹ ہاتھ کو پیچھے ہٹا لیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

هَذَا تَفْعَلُهُ الْاَعَاجِمُ بِمُلُوكِهَا وَ	یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں
لَسْتُ بِمَلِكٍ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنْكُمْ	میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔

حیا کا بیان

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ
وسلّم اشد حياءً من العذراء فی	شرمگیں تھے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے
خدرها كان اذا كره شيئًا عرفناه	کچھ نہ فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ پر کراہت
فی وجهه متفق عليه	کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے۔

اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رد و در رو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

انه كان عند رسول الله صلى الله عليه	ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زعفران

ؔ کھجور کی صف میں نے اکاف من لیف کا ترجمہ کیا ہے یہ لفظ شمائل ترمذی میں ہے۔

الله علیه وسلم رجل به اثر صفرة
وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم
لا یکاد یواجه احداً بشیءٍ یکرهه فلما
قام قال للقوم لو قلتم له یدع هذه الصفرة

کا رنگ لگے ہوئے آیا۔ حضور کی عادت مبارک تھی کہ کسی
کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے، جسے وہ ناپسند
کرتا ہو۔ جب وہ چلا گیا تو حضور صلعم نے لوگوں سے فرمایا کاش
تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا۔

۳۔ بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور اُن سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت و رافت کا بیان

ایک گنوار آیا، اُس نے سوال کیا۔ حضورؐ نے اُسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا: نہیں تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سُن کر بے تاب نہ اُس کی طرف اُٹھے۔ حضورؐ نے اشارہ کیا کہ رُک جاؤ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے۔ اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تیرا پہلا کام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اُن کے سامنے بھی اسی طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو تاکہ اُن کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں! میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار آگیا۔ آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔ وہ بولا۔ ہاں اور پھر دعا دی۔ نبی صلعم نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ۔ میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اُسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔

میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اُسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے خدا میری اس عرض کو ایک مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہِ بشریت بد دعا بھی دے بیٹھوں تو میری اس بد دعا کو بھی اُس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔

۳۔ امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضورؐ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے تسلی دیکر

---

[۱] شمائل ترمذی، کتاب الشفاء صـ ۵۵

فرمایا کہ تم اس روم سے نہ ڈرو، پھر اُسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تُو قابو نہ پا سکے گا۔

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔

کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اور اس وقت اُس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو عمیم کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

۱۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا حضورؐ کی چادر کو زور سے کھینچا۔ چادر کا کنارہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن میں کُھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا، محمدؐ میرے یہ دو اونٹ ہیں، ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو۔ کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چُپ سے ہو گئے، پھر فرمایا، مال تو اللہ کا ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں۔

پھر پوچھا — جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا، تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا — نہیں

پوچھا — کیوں؟

اعرابی — مجھے معلوم ہے کہ تم برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جَو، ایک کی کھجوریں دی جائیں۔

۲۔ حضورؐ نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لیے آیا۔ حضورؐ کے کندھے کی چادر اتار لی اور کُرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہند ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے رہے اس کے بعد عمر فاروقؓ سے فرمایا:

انا وھو کنا الی غیر ھذا منک احوج یا عمر تامرنی بحسن القضاء و تامرہ بحسن التقاضی۔

عمر تم کو مجھ سے اور اس سے دوسری طرح کا برتاؤ کرنا تھا تم مجھے کہتے کہ ادائی بہتر چاہیے اور اسے کہتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لقد بقی من اجلہ ثلاث

ابھی تو مدت میں تین دن باقی ہیں۔

لہ کتاب الشفاء ص ۴۸

پھر عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا، کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا[1]۔

۳- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کوہِ تنعیم سے ۸۰ شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیں (حضور دامنِ کوہ میں اترے ہوئے تھے)۔ انھوں نے اپنے کام کے لیے نمازِ صبح کا وقت انتخاب کیا تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے، وہ آئے اور پکڑے گئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا[2]۔

۴- ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے اُحد، احزاب وغیرہ میں حضور پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہو گیا۔ حضورؐ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

افسوس، ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

ابوسفیان بولا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا أَحْلَمَكَ وَأَوْصَلَكَ وَأَكْرَمَكَ

میرے باپ ماں حضور پر قربان آپ کیسے بردبار، کیسے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔

۵- زینب بنت الحارث ابن سلام خیبری یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلایا۔ اس نے اقبال جرم بھی کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔

زہد فی الدنیا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضورؐ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زہد اضطراری نہ تھا۔ بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب لاچاری نہ تھا بلکہ فطری نیک روحی کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

---

[1] رواہ البیہقی مفصلاً۔ کتاب الشفاء ص ۵۴۔ دغیرہ ۔ جو کہ وزن صاع ہمارے ۸۰ تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا حلم ہر جہات پر سابق ہو گا اور شدت جہل اس کے حلم کی زیادتی کا سبب ہو گی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں [2] مسلم وابوداؤد، ترمذی ونسائی۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور کو غنیٰ سے زیادہ پیاری تھی کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی، مگر اگلے دن کا روزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضورؐ چاہتے تو خدا تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تمتعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی۔ اپنا ہاتھ حضورؐ کے پیٹ پر پھیرا کرتی کہ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے، اور کہا کرتی واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجئے، جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے:

یا عائشة مالی والدّنیا اخوا نی	عائشہؓ مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم
من اُولی العزم منَ الرّسل صبروا	رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے، وہ
علیٰ ما هُوَ اشدّ مِن هٰذا فمضوا علیٰ	اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے۔ خدا نے ان کو
حالهم فقدموا علیٰ ربهم فاکرم ما	اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی
بهم واجزل ثوابهم فاجدنی استحیی	کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے
ان ترفهت فی معیشتی ان یقصرّ لی غداً	کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز سب سے زیادہ
دونهم وما من شیءٍ هو احبّ الیّ من	پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے
اللحوق باخوانی واخلائی[1]	جا ملوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضورؐ صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا ۔ شَقِیِّهَا وَسَعِیْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِیَ بَرَكَاتِكَ وَرَأْفَةَ تَحَنُّنِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْأَبَاطِیْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِكَ بِغَیْرِ نَكْلٍ عَنْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْنٍ فِیْ عَزْمٍ دَاعِیًا لِوَحْیِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ أَمْرِكَ حَتّٰی أَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ اٰلَاءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِأَهْلِهٖ أَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِیَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْإِثْمِ وَأَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْأَعْلَامِ وَ

[1] کتاب الشفاء ص ۹۰

مُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَأْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔ ؎

۲- علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور کی سنّت (طریقہ) کیا ہے۔ فرمایا:

المعرفة راس مالی	۱- میرا راس المال (اصل سرمایہ) تو	معرفت ہے۔
والعقل اصل دینی	۲- میرے دین کی جڑ	عقل ہے۔
والحب اساسی	۳- میری بنیاد	محبت ہے۔
والشوق مرکبی	۴- میری سواری	شوق ہے۔
وذکراللہ انیسی	۵- میرا انیس	ذکرِ الٰہی ہے۔
والثقة کنزی	۶- میرا خزانہ	اعتماد بر خدا ہے۔
والحزن رفیقی	۷- میرا ساتھی	غمِ دل ہے۔
والعلم سلاحی	۸- میرا ہتھیار	علم ہے۔
والصبر ردائی	۹- میرا لباس	صبر ہے۔
والرضاء غنیمتی	۱۰- میرا مالِ غنیمت	رضائے سبحانی ہے۔
والعجز فخری	۱۱- میرا فخر	عجز بدرگاہِ ربانی ہے۔
والزھد حرفتی	۱۲- میرا پیشہ	زہد ہے۔
والیقین قوتی	۱۳- میری خوراک	یقین ہے۔

؎ الجواب، منزل السادس۔ ترجمہ یہ ہے: اے مسطوحات کے پھیلانے والے، اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی و سعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، اپنے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند [...] کا فاتح، وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ باطل کی فوجوں کو کچل دینے والا، اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی ارادہ کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا، وہ تیری وحی کا محافظ تیرے عہد کا نگہبان، اور تیرے حکم کے نفاذ کا ذمہ دار، وہ جس نے راہ گیروں کے لیے پرراہ مشعل ہوئی جس کے اسباب بلفضل خدا ان لوگوں کو مل جاتے ہیں [...] محمد جس کے سبب سے اُن دلوں کو جو کفر و گناہ میں غوطے کھا رہے تھے۔ نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے، ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی، وہ تیرا امین و مامون وہ تیرے علم مخزون کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا مظہر اور تیری رحمت کا فرستادہ سچا رسول۔

والصدق شفیعی	۱۴- میرا شفیع	صدق ہے۔
والطاعة حسبی	۱۵- میرا اندوختہ	طاعت الٰہی ہے۔
والجهاد خلقی	۱۶- میرا خلق	جہاد ہے۔
وقرة عینی فی الصلوٰة	۱۷- میری آنکھوں کی ٹھنڈک	نماز میں ہے[1]

عام اخلاق

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی شہادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت بر بنائے پانزدہ سالہ تجربہ یہ ہے۔

اِنَّكَ لتصل الرحم	۱- آپ قرابتیوں سے سلوک کرنے والے
وتحمل الكل	۲- درماندوں کو سواری دینے والے۔
وتكسب المعدوم	۳- ناداروں کو سرمایہ دینے والے۔
وتقری الضیف	۴- مہمانوں کی خدمت کرنے والے۔
وتعین علی نوائب الحق[2]	۵- مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے ہیں

۲- بیہقی نے ابو قتادہ سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا وفد حضور میں آیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں فرمایا ہاں، مگر انهم كانوا لاصحابنا مكرمين وانی احب ان اكافيهم ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔

۳- انس بن مالک کہتے ہیں میں نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا۔ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔

(الف) حضور نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا۔ میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا (آغاز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر ۸ سال کی تھی) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں آ گئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے انیس، اب تو اس کام کو جاؤ[3] میں نے عرض کیا ہاں اب جاتا ہوں۔

۴- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تو کوئی ضروری

---

[1] الشفا ص۵ [2] صحیح بخاری کتاب مبعث النبیؐ [3] صحیحین۔

جزو کلام کا باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس حلم وحیا اور خیر وامانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضورؐ کا ہنسنا تھا۔ اصحاب بھی حضور کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔[1] حضور کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا، سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا۔ اب جو اس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے! نہیں، نہیں بخدا وہ ساحر تو نہیں۔[2]

المختصر

اس بحرِ ناپیدا کنار کی شناوری محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی ایسے محاسنِ جمیلہ کا مالک، ایسے اشرف اقوال کا صاحب، ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے؟ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے؟

میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسے محمدؐ، ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باجود، ایسے مصطفےٰ، ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا، وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق وصفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق وصفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اعاذنا اللہ منہا۔

آؤ ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت وصحبت کے لیے چن لیا تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع وطاعت پر آمادہ کرتی ہے تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبدا محبت ہو۔

عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آکر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہؓ یوں گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضورؐ کے لب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضورؐ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار

---

[1] شفا ص ۱۱ [2] شفا ص ۶۰

بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمدؐ جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔

زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے اُن سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے لے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اُس سے کہا۔ زید تجھے خدا ہی کی قسم تم چاہتے ہو؛ کہ محمدؐ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔

زید نے کہا، خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔

عبید اللہ بن یزید صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضور صلعم مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں۔ جب حضور مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا۔ آتا ہوں، اور حضورؐ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے، میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نہ پاسکوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اُس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔	جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا کا انعام ہوا۔

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے تو حضور ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کا مزہ لوٹ لوں، آخرت میں حضورؐ کے مقام رفیع تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت یہ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ کو نازل فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث انس میں صاف ہی فرما دیا:

مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ۔	جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

انس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا، اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا یہی میری روش ہے جس نے میری روش کو زندہ کیا

اُس نے مجھ سے محبت کی۔[۱]

جنگِ اُحد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی۔ اُس نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بحمد للہ وہ تو بخیریت ہیں، جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لوں۔ جب اُس کی نگاہ چہرۂ مبارک پر پڑی تو زدہ جوشِ دل سے بول اُٹھی کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔[۲]

عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبد اللہ صادقین میں سے تھا، اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی لَوْ شِئْتَ لَاَتَیْتُ بِرَاْسِہٖ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمادیا۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضور کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے ان میں ابوبکر و عمر بھی ہوتے، حضور باہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں ! ابوبکر و عمر دیکھا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھا کرتے، حضور بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آ گئے ہو، طواف تو کر لو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی، فرمایا بخدا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو مال و اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔[۲]

جذباتِ محبّت کو دیکھنا ہو

تو اُس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتا ہو:

حضرت انس فرماتے ہیں:

---

[۱] رواہ ترمذی سے زرقانی جلد ۲ ص ۲۹۰ یہ خاتون بنو دینار سے ہیں زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ ہیں۔ محمد سلیمان

[۲] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے، جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مر جایا کرتے تھے۔

كَانَ رسول الله صلی الله علیه وسلم من اَحْسَنَ الناس خُلقًا ولامَسِسْتُ خَزًّا وَّلاَحَرِیْرًا وَّلاَ شَیْئًا کان اَلْیَنَ من کف رسول الله صلی الله علیه وسلّم وَلاَ شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلاَ عِطْرًا کانَ اطیب من عرق النبی صلی الله علیه وسلّم[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی دوسری شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اُٹھے:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ[۲]

نہیں، نہیں، حضورؐ کا چہرہ تو آفتاب وماہتاب جیسا تھا

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلّم ازهر اللون کان عرقه اللُّؤْلُؤُ[۳]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا پسینہ کی بوند حضور کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور کو گھیر لیا حضور صلعم ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیراتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور نے ہاتھ رکھا مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جونے عطار سے نکالا گیا تھا[۴]

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ رَآهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔[۵]

جو کوئی یکایک حضور کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔

رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذ صحابیہ ہیں ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان فرمائیے، انھوں نے فرمایا:

لَوْ رَاَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً

اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں۔ چاند نی رات تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلّۂ حمرا اوڑھے لیٹ رہے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور پر نگاہ ڈالتا تھا۔

[illegible] ؎ رواہ مسلم ؎ صحیحین ؎ صحیح مسلم ؎ رواہ ترمذی

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ[1] — بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضورؐ چاند سے زیادہ خوش نما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِیْ عجیب طور پر لذتِ دید اور ذوقِ نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابرؓ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ عبداللہ بن سلامؓ کے تعجب کو منور کرتا ہے حدیث ترمذی میں ہے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں میں آپ کو دیکھنے گیا تھا فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں

ام سلیمؓ جو انس بن مالکؓ کی والدہ ہیں۔ ایک نیک مائی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے۔ بستر چمڑے کا تھا۔ حضورؐ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا ام سلیم پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتی اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا۔ تو انھوں نے کہا:

عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ (متفق علیہ) — یہ حضور کا پسینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملا لیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایامِ خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے۔ سُنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ — صَلّٰی عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الْاَخْيَارِ

قد کان قواما بکی بالاسحار — یا لیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں بیٹھ گئے۔ روتے رہے اور چند دن تک صاحبِ فراش رہے مجھے جذباتِ محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسان بن ثابت کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفاتِ نبوی پر ہیں:

حینا یقیك الترب لهفی لیتنی — غُیِّبْتُ قبلك فی بقیع الغرقد

أ اُقِيْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِيْنَةِ بَيْنَهُمْ — یا لهف نفسی لیتنی لم اولد

فظللتُ بَعْد وفاته متلددًا — يَا لَيْتَنِيْ اُسْقِيْتُ سم الاسود

أوحل امر الله فینا عاجلًا — من یومنا فی روحة او فی غد

فتقوم ساعتنا فنلقی طیبًا — محضًا ضرائبه کریم المحتد

---

[1] رواہ الترمذی والدارمی۔

[2] محمد پر ابرار کے درود۔ اس پر طیبون و اخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتیری طرح کی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور کی زیارت نصیب ہو گی۔

واللہ اسمع ما حییتُ بہالکٍ — الا بکیتُ علی النبی محمدٍ

صلی الالٰہ ومن یحف بعرشہ — والطیبون علی المبارک احمدٍ

ترجمہ: "جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضورؐ کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش کوئی کالا سانپ آئے مجھے ڈس جائے۔ یا اسی آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک کریم النفس جمیل الشیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں۔ خدا خوب سنتا ہے، میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روتا ہی رہوں گا۔ خدا اور حاملانِ عرش اور سب طیب لوگ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں۔"

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ ذود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبتِ خدا کا دعویٰ رکھتے تھے صاف طور پر فرما دیا تھا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ — (خدا سے محبت ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔)

اس لیے صحابہ نے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہؓ کے خلوص اور محبت للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہؓ کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضورؐ کے درِ دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔

کوئی صحابی حضورؐ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضورؐ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ — (لوگو! اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔)

ائمہ اسلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نہی ہذا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو اس ادب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ — (جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان)

قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔

پس محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضورؐ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دل میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے، ہم کو مل جائے اُس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے حدیث پاک میں ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ[1] جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر کثر کیا کرتا ہے۔

محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ کے حالات میں ہے کہ جب وُہ صحابہؓ کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمرؓ اپنے فرزند کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا اور اسامہ بن زید کا تین ہزار پانسو سالانہ۔ عبداللہ نے کہا، اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے، وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروقؓ نے کہا اس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔

امامین شہیدین حسنین علیہما السلام اور اُن کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا، ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبتِ نبوی ہے۔

مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اتباع صحابہ اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس بحث کی تکمیل انشاء اللہ جلد ثالث میں کی جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ

---

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۸۵

بابِ ہشتم

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ

واقعاتِ سیرت کو قلمبند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سنِ ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح و تطبیقِ ایام و تواریخِ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارہ میں تمام مبحث جو موجبِ طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

(۱) سنہ ہجری

۱۔ یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال ۳۵۴ دن سے کم اور ۳۵۵ دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ یہ سنہ جولین پیریڈ کے ۱۹۴۸۴۳۹ دن گزرنے کے بعد شروع ہوا ہے۔

۲۔ اہلِ ہیئت نے سنینِ قمری کو دورِ صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ ۳۰ سال قمری کا دورِ صغیر اور ۷ دورِ صغیر یعنی ۲۱۰ سال قمری کا دورِ کبیر[1] ہوتا ہے۔ دورِ صغیر ۳۰ سال میں سے ۱۹ سال ۳۵۴ دن کے اور ۱۱ سال ۳۵۵ دن کے ہوتے ہیں اور بلحاظ تعدادِ ایام ہر دورِ صغیر ۱۰۶۳۱ دن کا اور دورِ کبیر ۷۴۴۱۷ دن کا ہوتا ہے۔

۳۔ ہر دورِ صغیر دوسرے دورِ صغیر کے ساتھ یہ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دورِ صغیر میں قمری مہینے ۲۹-۲۹ یا ۳۰-۳۰ دن کے آئے تھے اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ ۲۹-۲۹ یا ۳۰-۳۰ دن کے آئیں گے اور پچھلے دورِ صغیر کے تمام سال و مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ دورِ کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں و مہینوں کے مطابق ہوتا ہے یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ما سبق دور میں تھی۔

۵۔ نقشہ مندرجہ ذیل میں سنہ ہجری سے ۱۴۰۰ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن رؤیتِ عرب کے

[1] سنہ ہجری کا پہلا دورِ کبیر ۲۱۰ ہجری کو ختم ہوتا ہے، اس میں دس سال عہدِ نبوت کے ہیں باقی دو سو سال وہ ہیں جو حدیث مِائۃ بعد المائتین کے ہیں۔

مطابق درج کیا گیا ہے اور ۳۵۵ دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے ۔

غرۂ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ

نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے اس سال کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں بعد تقسیم جس قدر سال باقی رہیں ان کو سالہائے ہجری کے خانے میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے مندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے مندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔ ان میں سے خانہ (ب) کے زیادہ سے زیادہ سال جو کم ہو سکتے ہوں، ان کے نیچے دن برسوں کے کم ہونے کے بعد جس قدر سال باقی رہتے ہوں، ان کے مقابل ہیں ؛

نقشہ غرۂ سنین قمری ہجری

سالہائے ہجری (الف)							دورہائے ۳۰ سالہ (ب)						
سالہائے ہجری							۲۱۰	۳۰	۶۰	۹۰	۱۲۰	۱۵۰	۱۸۰
۱		۹	۱۷	۲۵	(۱۰)		یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ
(۲)		۱۰	۱۸	۲۶		بموجب جدول ہجری کے مطابق	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ
		۱۱	۱۹	۲۷			سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ
	۴	۱۲	۲۰	۲۸			شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
	(۵)	(۱۳)	(۲۱)	۲۹			پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ
	۶	۱۴	۲۲				دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ
	۷	۱۵	۲۳				شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
۳	(۸)	(۱۶)	(۲۴)	(۳۰)			چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ‌شنبہ	یک‌شنبہ	جمعہ

۷) سنین ہجری و عیسوی کی تواریخ و شہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری درج کی جاتی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ و سنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد ایام سالہائے ہجری سے معلوم کر کے ان میں ۲۲۷۰۱۵ دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری سنہ عیسوی یوم دوشنبہ سے بہ حساب جدید شمار کریں، جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال مہینے تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری سنہ یکم دوشنبہ تا ابتدائے یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام
جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			
٢٢٧٠١٤	١	١٠	٣٥٤
٢٢٧٠٦٨	(٢)	٣٥٥	٧٠٩
٢٢٧٧٢٣	٣	٣٥٤	١٠٦٣
٢٢٨٠٧٧	٤	٣٥٤	١٤١٧
٢٢٨٤٣١	(٥)	٣٥٥	١٧٧٢
٢٢٨٧٨٦	٦	٣٥٤	٢١٢٦
٢٢٩١٤٣	٧	٣٥٤	٢٤٨٠
٢٢٩٤٩٥	(٨)	٣٥٥	٢٨٣٥
٢٣٩٨٥٠	٩	٣٥٤	٣١٨٩
٢٣٠٢٠٤	١٠	٣٥٤	٣٥٤٣
٢٣٠٥٥٨	(١١)	٣٥٥	٣٨٩٨
٢٣٠٩١٣	١٢	٣٥٤	٤٢٥٢
٢٣١٢٦٧	(١٣)	٣٥٥	٤٦٠٧
٢٣١٦٢٢	١٤	٣٥٤	٤٩٦١
٢٣١٩٧٦	١٥	٣٥٤	٥٣١٥

تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری سنہ یکم دوشنبہ تا ابتدائے یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام
جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			
٢٣٢٣٣٠	(١٦)	٣٥٥	٥٦٧٠
٢٣٢٦٨٥	١٧	٣٥٤	٦٠٢٤
٢٣٣٠٣٩	١٨	٣٥٤	٦٣٧٨
٢٣٣٣٩٣	(١٩)	٣٥٥	٦٧٣٣
٢٣٣٧٤٨	٢٠	٣٥٤	٧٠٨٧
٢٣٤١٠٢	(٢١)	٣٥٥	٧٤٤٢
٢٣٤٤٥٧	٢٢	٣٥٤	٧٧٩٦
٢٣٤٨١١	٢٣	٣٥٤	٨١٥٠
٢٣٥١٦٥	(٢٤)	٣٥٥	٨٥٠٥
٢٣٥٥٢٠	٢٥	٣٥٤	٨٨٥٩
٢٣٥٨٧٤	٢٦	٣٥٤	٩٢١٣
٢٣٦٢٢٨	(٢٧)	٣٥٥	٩٥٦٨
	٢٨	٣٥٤	٩٩٢٢
	٢٩	٣٥٤	١٠٢٧٦
	(٣٠)	٣٥٥	١٠٦٣١

جدول دورہائے صغیر قمری مع تعداد ایام

تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
٣٠	١٠٦٣١
٦٠	٢١٢١٢
٩٠	٣١٨٩٣
٩٠	٣١٨٩٣
١٢٠	٤٢٥٢٤
١٥٠	٥٣١٥٥
١٨٠	٦٣٧٨٦
٢١٠	٧٤٤١٧

جدول دورہائے کبیر مع تعداد ایام

تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
٤٢٠	١٤٨٨٣٤
٦٣٠	٢٢٣٢٥١
٨٤٠	٢٩٧٦٦٨
١٠٥٠	٣٧٢٠٨٥
١٢٦٠	٤٤٦٥٠٢
١٤٧٠	٥٢٠٩١٩

۸ - اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعہد خلافت حضرت فاروق جاری ہوا۔ یوم الخمیس ۳۰ جمادی الثانی سنہ ۱۷ھ م ۹ جولائی سنہ ۶۳۸ء علی مرتضیٰؓ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبویہ سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورینؓ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔

۹ - سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ بہ لحاظ تداول و استعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم سنہ ۱ھ ۱۶ جولائی سنہ ۵۳۳۵ جولین کے مطابق۔

(الف) جولین پریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے ۵۳۳۴ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے ۹۰۹ سال بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

(ب) سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم سنہ ۱ ہجری کے دن ۳ آب ۴۳۸۲ عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے ۴۳۸۱ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر در اصل یہ سنہ ۱۵۹۲ء میں وضع ہوا ہے ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

(ج) سنہ کل جگ سنہ ہجری سے ۳۷۲۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر یورپین مورخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے حساب سے ۴۳ صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالم وجود میں لایا گیا تھا۔

(د) سنہ سکندری سنہ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے۔ مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نو زائیدہ ہے کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ھ) سمت بروشٹ کے مطابق یکم محرم سنہ ۱ھ کے دن ۲۶ ساون سمت ۶۷۹ تھا، اس لیے بظاہر سمت بروشٹ سنہ ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت ۹۰۸ بروشٹ سب سے پہلا سال ہے جو سمت بروشٹ کے نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ یکم بہار (طرۂ اول) سمت ۹۰۸ بروشٹ ۲۲ جمادی الاول سنہ ۲۲۶ھ کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروشٹ سنہ ہجری سے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوتا ہے۔

(و) تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ ۴۸۱ء مطابق ۱۳۰ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھو کلاسیکل ڈکشنری جی۔ چمراز مطبوعہ لندن ۱۸۳۱ء۔

ن۔ عیسوی قدیم انگلستان میں ۲ ستمبر ۱۷۵۲ء یوم چہارشنبہ مطابق ۳۔ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ تک جاری رہا۔ ۴۔
ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق ۱۴ ستمبر ۱۷۵۲ء لکھا گیا۔

۱۰۔ اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوند یعنی کبیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیوں کہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام اس نہج حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور مبنی بر مصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت و حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت تقلب ایام کا سدِباب نہ کیا جائے، ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرما دیتے یا قمری حساب میں کبیسہ (لوند) لگانا منظور فرما لیتے تو نتیجہ کیا ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم کا ہوتا یا سرد موسم کا مگر ابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف۔ دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں، اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے تنگی و سختی میں پڑ جاتے، کیوں کہ ایک عالم علم جغرفیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے۔ وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہانگیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا اور قمر کی حرکات کو نسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ!

۲۔ جولین پیریڈ (دورِ جولیانی)

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
سہ شنبہ	جنوری	۳۶۵ دن ۶ گھنٹے	۰	۲۰ شعبان ۵۲۹۹	۱۹۲۹۶۲۵ ؎

سنہ جولین پیریڈ جو ۱۵۹۲ء مطابق ۹۹۰ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق

؎ سنہ آغاز سنہ عیسوی سے ۴۷۱۳ سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کو سال (۱۰۲۲۷) دن کا ہے اس کے بعد تمام سال مہینے اسی طرح ایام ہفتہ کے مطابق ہیں، جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

کی غرض سے سنہ عیسوی سے ۴۷۱۳ سال شمسی پہلے قرار دیا گیا ہے اس لیے سنہ عیسوی میں ۴۷۱۳ سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے۔ سال کی مقدار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ہے مگر تین سال تک ۶ گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال ۳۶۵ دن کا رہ جاتا ہے۔ جب ۴ سال میں ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر سے ۲۴ گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ ۲۸ دن کی بجائے ۲۹ دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دورِ صغیر ۲۸ سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں اس لیے ذیل میں ۲۸ سالہ دورِ جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے:-

۳۔ سنہ عبرانی

۶	۵	۴	۳	۲	۱
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
۱۵۸۱۷۲۹	۲۸ شعبان ۴۵۱۷ھ	۳۴۷۹۹۷	۱۲-۱۳ ماہ قمری	تشری	دوشنبہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ ۵۲۸۴ سنہ ہے۔ اس کو ۲۸ سال پر تقسیم کرنے سے ۲۰ سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۲۸۴ سنہ جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا جس سے دورِ صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیے سنہ کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شمار کرتے ہیں۔

انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ فصلِ خریف میں ماہِ تسری سے شروع کرنا اختیار کر لیا۔ پھر موسیٰ کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہِ تسری ہی سے آغازِ سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی ۳۵۰ء میں ہوئی تھی مگر دسویں صدی عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے پندرھویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ سنہ پیدائش کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا

آغاز بہ حساب خود پیدائش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے ۳۴۴۹ سال پہلے شمار کیا ہے، بروئے حساب یہود پیدائش آدم کو سنہ سکندری تک ۳۴۴۸ سال گزرے تھے۔ اوّلین سال یہود کے تحسین ماہ تسری کی پہلی تاریخ ۷ اکتوبر سنہ ۹۵۳ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور ۱۹ سالہ پر رکھا گیا ہے سنہ ۴۷۱۴ یہود ۱۹/۱۷ قمر سنہ ۵۷ کو رشنبہ کے دن مطابق ۲۹ رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال ۳۵۴ دن کا تھا۔

دور ۱۹ سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ ماہ قمری کے ہوتے ہیں ۱۲ ماہہ سال کو سال بسیط اور ۱۳ ماہہ سال کو سال کبیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و مبسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے:

سالہائے مبسوط	سالہائے مکبوس
سال بسیط ناقص = ۳۵۳ دن	سال کبیسہ ناقص = ۳۸۳ دن
سال بسیط معتدل = ۳۵۴ ″	سال کبیسہ معتدل = ۳۸۴ ″
سال بسیط کامل یا زائد = ۳۵۵ ″	سال کبیسہ کامل یا زائد = ۳۸۵ ″

۳۵۳ دن کا سال ایام ہفتہ میں سے شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ ۳۵۴ دن کا سال ایام ہفتہ میں سے رشنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ ۳۵۵ دن اور ۳۸۳ دن اور ۳۸۵ دن کا سال شنبہ دوشنبہ و پنجشنبہ کو ۳۸۴ دن کا سال ہمیشہ رشنبہ سے شروع ہوگا۔

یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے ۳۷۶۰ سال اور ستمبر کے بعد ۳۷۶۱ سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش مبارک تک:

دور صغیر	۱۵۷۵۳۱۱	دن کے
۱۷ سال	۶۲۰۰	دن کے
۷ مہینے	۲۰۷	دن کے
آٹھویں مہینے کے	۱۰	دن

۱۵۸۱۷۲۸ کل دن ہوئے تھے۔

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت ۱۰۔ آیار سنہ ۴۳۳۱ عبرانی ہے۔

۴۔ لوح باسنہ طوفان

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	تعداد ایام سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
پنجشنبہ	توت	۳۶۵	۵۸۸۴۶۴	۲۷ ربیع الاول سنہ ۳۸۳۸ ق	۱۳۴۱۳۶۱

طوفان سے ولادت مسیح تک کی مدت میں عیسائی علماء میں اختلاف ہے کیوں کہ تورات عبرانی سے ۲۳۴۸ تورات سامری سے ۲۹۹۸۔ تورات یونانی سے ۲۱۲۸ سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ ۱۳۰ سال سے ۷۸۰ سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مہینے ہفتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابومعشر بلخی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعین اس وقت سے کیا ہے جب سبع سیاروں کا اجتماع برج حوت کے ۲۷ درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابومعشر کے حساب سے سنہ عیسوی تک ۳۱۰۲ سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابومعشر کی قرار دادہ مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدت از تورات یونانی سے ۴۶ سال بعد ہے۔

ابومعشر ابوریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے ۵۷۹۹۵۲۱ دن قبل ہوا تھا۔

اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے سنہ ۳۱۰۲ سال پہلے ۱۷ فروری سنہ ۱۶۱۲ جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت بن ابماز یار نے کتاب القرانات میں پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔ اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان سے پہلے یوم پنجشنبہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کے دن جمعہ کو قرار دیا۔ قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ ابومعشر بلخی نے سنہ شمسی کی مقدار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال ۳۶۵ دن کا رکھا ہے جس کا ہر مہینہ ۳۰ - ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے اور ۵ دن آخر سال میں بڑھا کر ۳۶۵ دن پر ختم کیا گیا ہے۔

❖

۵۔ کل جگ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
جمعہ	بیساکھ	منٹ گھنٹے دن ۱۲ - ۶ - ۳۶۵ سیکنڈ ۲۶/ ۵۵۸۵۳	۵۸۸۴۶۵	۲۸ ربیع الاول ۳۰۲۸ سنہ	۱۳۴۱۲۶۰

سال مبدل کل جگ یوم اعتدال ربیعی سے ۵۸ دن پہلے ۱۷ - ۱۸ فروری کی درمیانی شب کے ۱۲ بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن ۱۶ - اپریل ۳۱۰۲ سنہ ق م مطابق ۲۹ جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے مبدار کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں، مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں ایک ہیں دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے بسنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوحؑ کے واقعۂ عظیمہ کی یادگار ہے سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ سمت ۳۶۷۲ ہے۔

۶۔ سنہ ابراہیمی

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	اکتوبر	منٹ گھنٹے دن ۰ - ۶ - ۳۶۵		۵۔ ربیع الثانی ۲۶۱۷ سنہ ق۔ہ	۹۴۴۰۰۸

سنہ عیسوی میں ۲۰۱۲ سنہ سال ۳ ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔
آرک بشپ اُشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے ۱۹۹۶ سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نہم ص ۱۶۸۱ نے ولادت ابراہیم کو ۲۰۱۵ قبل عیسوی تحریر کیا ہے جو مطابق یکم اکتوبر ۲۶۹۹ سنہ جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلو پیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

۷۔ بخت نصری

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولیین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
چہارشنبہ	توت	۳۶۵ دن	۱۴۴۸۶۳۷	۱۴۔ شعبان ۱۳۱۱ سنہ ق	۴۸۱۰۸۸

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس ۲۶ فروری ۳۹۶۷ سنہ جولین اور ۷۴۷ سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے یہ بخت نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے ۱۴۲ سال بعد تھا۔

اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے اُن ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ۱۸ توت ۱۳۱۹ سنہ بخت نصری ہے۔

۸۔ سنہ سکندری

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا دن	مقدار سال	تعداد ایام جولیین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	تشرین اول	۳۶۵ دن ۶ گھنٹے	۱۶۰۷۷۳۸	۲۴۔ رجب ۹۶۲ سنہ	۳۲۱۹۸۷

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سنہ رومی کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو ۴ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی رہتے ہوں ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے جس میں ماہ شباط بجائے ۲۸ دن کے ۲۹ دن لیا جاتا ہے اس سنہ کا دورہ ۲۸ سال کا ہے جس کے بعد سال و ماہ و ایام ہفتہ دور سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہل یورپ مقدونوی یا سلوکسی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندر کی وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے بابل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے ۳ ماہ ۲۱۱ سال قبل یکم اکتوبر ۳۱۲ء جولیانی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ۲۰ نیسان ۸۸۲ سکندری ہے۔

۹۔ بکرمی بروشٹہ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا دن	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	بیساکھ	دن گھنٹے منٹ ۳۶۵-۶-۱۲ سیکنڈ ۳۶٫۵۵۸۵۲	۱۷۰۰۶۷۵	۲۸ شوال سنہ ق-ہ	۲۲۹۰۵۰

سمت بروشٹہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کوکبی سال ہے، کیوں کہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کا برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروشٹہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروشٹہ کا یکم بیساکھ سنہ عیسوی سے ۵۷ سال ۹ ماہ ۱۹ دن قبل ۱۲ مارچ ۶۵ق م جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے ۱۰ دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکرمی بروشٹہ۔ یوم اعتدال ربیعی سے ۲۳ دن بعد ۱۲ اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ ہے۔

۱۰- بکرمی قمری شمسی سال

۱	۲	۳	۴	۵	٠
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	چیت	۱۲ - ۱۳ ماہ قمری	۱۷۰۰۶۷۵	۲۸- شوال [illegible]	۲۲۹۰۵۰

ہندی قمری شمسی بکرمی سال ۱۲/۱۳ ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری ۱۵-۱۵ دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے نصف اوّل کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی ۱۴ تاریخ سے شروع ہوکر ۲۸ کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش رویت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہوکر چاند کی ۱۳ کو ختم ہوتا ہے بدی پکش سے پندرھویں دن کا نام اماوس (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے پندرھویں دن کا نام پورنماشی (بدر) ہے یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے ۱۵ دن گزر کر ۱۵ دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اوّل سال ماقبل میں اور نصف دوم سال مابعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال ۱۳ ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی شمسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ اُن شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو ۳۰ دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیرھویں مہینے کا نام ادہک ماس ہے جسے لوند بولتے ہیں۔ لوند کا مہینہ سوریا سدھانتا کے قاعدہ سے اُس وقت زیادہ کیا جاتا ہے، جب معمولی مہینے کا نصف اوّل گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لوند کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔ جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینہ کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اُس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں۔ کشیا کا مہینہ منکر پوس ماگھ کے سوا نہیں ہوسکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال ۱۱ ماہ کا رہ جاتا ہے اس کی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینہ کے عوض لوند کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں واقع ہوتا ہے۔ جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے سال میں ۱۱ مہینے قمری تو اصل ہوتے ہیں اور دو مہینے لوند کے (ایک کشیا کے عوض کا، ایک ادہک ماس کا ہوتا ہے) اس لیے کشیا کا سال اکثر ۱۳ مہینے کا اور شاذ ۱۲ مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش مبارک تک ۶۲۷ قمری شمسی سالوں میں ۳۹۶ سال ۱۲ ماہ اور ۲۳۱ سال ۱۳ ماہ یعنی کل ۷۷۵۵ ماہ گزرے تھے منجملہ ان کے ۴۱۳۶ ماہ ۲۹-۲۹.۵ دن کے اور ۳۶۱۴ مہینے ۳۰-۳۰ دن کے تھے۔ اسی طرح ۶۲۷ قمری شمسی سالوں کے ۲۲۹۰۹۰ دن ہوتے ہیں۔ ان میں ۱۵ دن چیت شدی ۶۲۸ء کے ۱۵ دن بیساکھ بدی ۶۲۹ء کے۔ ۱۱ دن بیساکھ شدی ۶۲۹ء کے۔ شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ۲۲۹۰۵۰ دن ہوجاتے ہیں۔ اس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارک موہنی اکادش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

۱۱۔ عیسوی قدیم

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام دور جولیانی قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ھ	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک، اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	جنوری	دن گھنٹے ۳۶۵ - ۶	۱۷۲۱۴۲۳	۱۶ جمادی الاول ۶۲۰ ق ھ	۲۰۸۳۰۲

سنہ عیسوی حضرت مسیحؑ کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا، مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت اس سنہ سے ۴ سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جانا ۵۲۸ء مطابق ۱۳۰ھ ہجری سے ہے۔ اس سنہ کا دورہ ۲۸ سال کا ہے، جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انہی ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں جس طرح ۲۸ سالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹر یا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا۔ انگلستان نے ۱۷۵۲ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز... مہینہ سے مانا جاتا ہے۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۲- عیسوی جدید

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
دوشنبہ	جنوری	دن ۳۶۵ - گھنٹے ۵ منٹ ۴۸ - سیکنڈ ۴۶	۱۷۲۱۴۲۵	۱۰ جمادی الاوّل سنہ ۶۴۱ ق.ھ	۲۰۸۳۰۰

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے ۱۱ منٹ ۱۴ سیکنڈ زیادہ تھی اس لیے اعتدال ربیعی کا دن ۲۱ مارچ تھا اور ۱۵۸۲ء میں ۱۱ مارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعی و خریفی سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم موسم میں یا گرم موسم کے مہینے سردی میں آجائیں گے۔ قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو ۳- جنوری سنہ عیسوی تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری سنہ قرار دی گئی ہے بہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہوتی تھی۔ اب بہ حساب جدید پہلی صدی سے ۲۹ صدیوں تک۔ جس صدی کو ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہے۔

اور جو پوری صدی ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہیں ہو سکتیں ان کا سال ۳۶۵ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۴ دن کی ہیں۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۲- اپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۳- قبطی جدید

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام دور جولیانی قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از تاریخ سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
جمعہ	توت	دن ۳۶۵ - گھنٹے ۶	۱۸۲۵۰۲۹	۲۹ رمضان المبارک سنہ ۳۴۹ ق.ھ	۱۰۴۶۹۶

یہ سنہ روما کے آخری بُت پرست بادشاہ قلطیانوس انطاکی کے یوم جلوس ۲۹۔ اگست سنہ ۲۸۴ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں ۳ سال ۳۶۵ دن کے اور سال چہارم جسے ۴ پر تقسیم کرنے سے ۲ باقی رہ جائیں ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ تیس دن کا۔ ۳۶۵ دن کے سال میں ۱۲ مہینوں کے بعد ۵ دن نسئی کے اور ۳۶۶ دن کے سال میں ۶ دن نسئی کے زیادہ کر لیتے ہیں۔

اس سنہ کا دورہ ۲۸ سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۵ برمودہ سنہ ۲۸۷ کو ہوتی ہے۔

۱۴۔ جلوس نوشیروانی

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام دور جولیانی قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	خُرداد	۳۶۵	۱۹۱۵۲۶۰	۱۴ جمادی الاوّل سنہ ۹۴ ق ہ	۱۴۴۶۵

مجوس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سالِ جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستقل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔ نوشیرواں کا جلوس آغاز سال مجوس سے ۲۶۳ دن بعد بروز شنبہ ۱۳/۱۵ ستمبر سنہ ۵۳۱ء مطابق ۱۴ ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیروانی سے ۱۴۴۶۴ دن کے بعد سنہ ۴۰ جلوس نوشیروانی میں ۱۸ ماہ دے مطابق ۲۰/۲۲ اپریل سنہ ۵۷۱ء کو ہوئی۔

مجوس کا مستقل سال ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے کا ہے۔ مگر ۱۱۹ سال تک ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے جب ۱۲۰ سال میں ۶ گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کے مجموعہ سے ۳۰ دن بن جاتے ہیں تب ایک مہینہ کبیسہ کا ۱۲۰ ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ۱۲۰ سال کا دورِ صغیر اور ۱۲ دورِ صغیر یعنی ۱۴۴۰ سال کا دورِ کبیر ہوتا ہے کبیسہ کا مہینہ ہر دورِ صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے ۱۲۰ ویں سال میں ماہِ اوّل دوبار۔ دوسرے دور کے ۱۲۰ ویں سال میں دوسرا مہینہ دوبار۔ تیسرے دور کے ۱۲۰ ویں سال میں تیسرا مہینہ دوبار۔ اسی طرح دورِ اعظم کے ۱۴۴۰ ویں سال بارھواں مہینہ دوبار شمار ہو کر از سر نو ماہ اوّل سے ماہ کبیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد آخری بادشاہ فارس کے بعد کبیسہ کے بڑھانے کا دستور ترک ہو گیا۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال ۳۶۵ دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن خمسہ مسترقہ کے اضافہ کر کے سال

کو ۳۶۰ دن کا شمار کرتے ہیں ۔ ۵ دن مجوس ماہِ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں، اور اہلِ اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں ۔ اس طرح ماہ دے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مورخینِ اسلام کی تاریخ سے ۵ دن کم ہوتی ہے سنہ مجوسی کا دور سات سال کا ہے۔

۱۵ ۔ عام الفیل

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام دور جولیانی قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قریبی تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	جمعرات محرم	دن گھنٹے منٹ ۳۵۴-۹-۴۰ سکنڈ ۳۴ و ۴۴	۱۹۲۹۶۵۷ ۱۹۲۹۶۷۴	۱۸ محرم ۵۳ سنہ ق۔ھ	۵۱/۶۹

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی ۱۷ تاریخ کو ہوا تھا ۔ اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار ۱۸ ۔ محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے ۔ یہ واقعہ پیدائش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۵۰ دن پہلے کا ہے ۔

محرم کے	۱۳	دن
صفر کے	۲۹	دن
ربیع الاول کے	۸	دن
کل	۵۰	دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو ہوئی۔

جدول آغاز شہور قمری بابت بست وسہ سال نبوّت محمدّیہ صلعم

بقیدُ دوم وتطبیق وتاریخ وماہ وسال مسیحیہ متعلق جلد دوم کتاب رحمۃ للعلمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاوّل	ربیع الثانی
۴۱ میلاد نبوی	خمیس ۲-۱۲-۶۰۹	شنبہ ۳-۱-۶۱۰	یکشنبہ ۱-۲-۶۱۰	سہ شنبہ ۳-۳-۶۱۰
(۴۲)	دوشنبہ ۲۳-۱۱-۶۱۰	چارشنبہ ۲۳-۱۲-۶۱۰	جمعہ ۲۲-۱-۶۱۱	شنبہ ۲۰-۲-۶۱۱
۴۳	شنبہ ۱۳-۱۱-۶۱۱	یکشنبہ ۱۲-۱۲-۶۱۱	سہ شنبہ ۱۱-۱-۶۱۲	چارشنبہ ۹-۲-۶۱۲
(۴۴)	چارشنبہ ۱-۱۱-۶۱۲	جمعہ ۱-۱۲-۶۱۲	شنبہ ۳۰-۱۲-۶۱۲	دوشنبہ ۲۹-۱-۶۱۳
(۴۵)	دوشنبہ ۲۲-۱۰-۶۱۳	منگل ۲۰-۱۱-۶۱۳	خمیس ۲۰-۱۲-۶۱۳	جمعہ ۱۸-۱-۶۱۴
۴۶	جمعہ ۱۱-۱۰-۶۱۴	شنبہ ۹-۱۱-۶۱۴	دوشنبہ ۹-۱۲-۶۱۴	بدھ ۸-۱-۶۱۵
(۴۷)	منگل ۳۰-۹-۶۱۵	خمیس ۳۰-۱۰-۶۱۵	جمعہ ۲۸-۱۱-۶۱۵	اتوار ۲۸-۱۲-۶۱۵
۴۸	اتوار ۱۹-۹-۶۱۶	دوشنبہ ۸-۱۰-۶۱۶	بدھ ۱۷-۱۱-۶۱۶	خمیس ۱۶-۱۲-۶۱۶
۴۹	خمیس ۸-۹-۶۱۷	شنبہ ۸-۱۰-۶۱۷	اتوار ۷-۱۱-۶۱۷	منگل ۶-۱۲-۶۱۷
(۵۰)	دوشنبہ ۲۸-۸-۶۱۸	بدھ ۲۶-۹-۶۱۸	خمیس ۲۶-۱۰-۶۱۸	شنبہ ۲۵-۱۱-۶۱۸
۵۱	شنبہ ۱۸-۸-۶۱۹	اتوار ۱۷-۹-۶۱۹	منگل ۱۶-۱۰-۶۱۹	بدھ ۱۴-۱۱-۶۱۹
۵۲	بدھ ۶-۸-۶۲۰	جمعہ ۵-۹-۶۲۰	شنبہ ۴-۱۰-۶۲۰	دوشنبہ ۳-۱۱-۶۲۰
۵۳	شنبہ ۲۶-۷-۶۲۱	منگل ۲۵-۸-۶۲۱	خمیس ۲۴-۹-۶۲۱	جمعہ ۲۳-۱۰-۶۲۱
۱ ہجری	جمعہ ۱۶-۷-۶۲۲	یکشنبہ ۱۵-۸-۶۲۲	دوشنبہ ۱۳-۹-۶۲۲	منگل ۱۲-۱۰-۶۲۲
(۲)	منگل ۵-۷-۶۲۳	خمیس ۴-۸-۶۲۳	جمعہ ۲-۹-۶۲۳	اتوار ۲-۱۰-۶۲۳
۳	اتوار ۶-۶-۶۲۴	دوشنبہ ۳-۷-۶۲۴	بدھ ۲۲-۸-۶۲۴	خمیس ۲۰-۹-۶۲۴
۴	خمیس ۱۳-۶-۶۲۵	شنبہ ۳-۷-۶۲۵	اتوار ۱-۸-۶۲۵	منگل ۱۰-۹-۶۲۵
(۵)	دوشنبہ ۳-۶-۶۲۶	بدھ ۲-۶-۶۲۶	خمیس ۲-۷-۶۲۶	شنبہ ۳۰-۸-۶۲۶
۶	شنبہ ۲۳-۵-۶۲۷	اتوار ۲۱-۶-۶۲۷	منگل ۲۱-۷-۶۲۷	بدھ ۱۹-۸-۶۲۷
۷	بدھ ۱۱-۵-۶۲۸	جمعہ ۱۰-۶-۶۲۸	شنبہ ۹-۷-۶۲۸	دوشنبہ ۸-۸-۶۲۸
(۸)	اتوار ۳۰-۴-۶۲۹	منگل ۳۰-۵-۶۲۹	بدھ ۲۸-۶-۶۲۹	جمعہ ۲۸-۷-۶۲۹
۹	جمعہ ۲۰-۴-۶۳۰	شنبہ ۱۹-۵-۶۳۰	دوشنبہ ۱۸-۶-۶۳۰	منگل ۱۷-۷-۶۳۰
۱۰	منگل ۹-۴-۶۳۰	خمیس ۹-۵-۶۳۱	جمعہ ۷-۶-۶۳۱	اتوار ۷-۷-۶۳۱
۱۱	شنبہ ۲۸-۳-۶۳۲	دوشنبہ ۲۷-۴-۶۳۲	بدھ ۲۶-۵-۶۳۲	خمیس ۲۵-۶-۶۳۲

سنین اسلام	جمادی الاول	جمادی الآخر	رجب	شعبان
۴۱ میلاد نبوی	چہارشنبہ ۱-۴-۶۱۰	جمعہ ۱-۵-۶۱۰	شنبہ ۳۰-۵-۶۱۰	دوشنبہ ۲۹-۶-۶۱۰
(۴۲)	دوشنبہ ۲۲-۳-۶۱۱	سہ شنبہ ۲۰-۴-۶۱۱	خمیس ۲۰-۵-۶۱۱	جمعہ ۱۸-۶-۶۱۱
۴۳	جمعہ ۱۰-۳-۶۱۲	یکشنبہ ۱۹-۴-۶۱۲	دوشنبہ ۸-۵-۶۱۲	چارشنبہ ۷-۶-۶۱۲
(۴۴)	سہ شنبہ ۲۷-۲-۶۱۳	خمیس ۲۹-۳-۶۱۳	جمعہ ۲۶-۴-۶۱۳	یکشنبہ ۲۶-۵-۶۱۳
۴۵	اتوار ۱۶-۲-۶۱۴	دوشنبہ ۱۸-۲-۶۱۴	بدھ ۱۶-۴-۶۱۴	خمیس ۱۲-۵-۶۱۴
۴۶	خمیس ۶-۲-۶۱۵	شنبہ ۸-۳-۶۱۵	اتوار ۶-۴-۶۱۵	منگل ۶-۵-۶۱۵
(۴۷)	دوشنبہ ۲۶-۱-۶۱۶	بدھ ۲۵-۳-۶۱۶	جمعہ ۲۶-۳-۶۱۶	شنبہ ۲۴-۴-۶۱۶
۴۸	شنبہ ۱۵-۱-۶۱۷	اتوار ۱۳-۲-۶۱۷	منگل ۱۵-۳-۶۱۷	بدھ ۱۳-۴-۶۱۷
۴۹	چارشنبہ ۴-۱-۶۱۸	جمعہ ۳-۱-۶۱۸	شنبہ ۴-۳-۶۱۸	دوشنبہ ۳-۴-۶۱۸
(۵۰)	دوشنبہ ۲۵-۱۲-۶۱۹	منگل ۲۳-۱-۶۱۹	خمیس ۲۲-۲-۶۱۹	جمعہ ۲۲-۳-۶۱۹
۵۱	جمعہ ۱۴-۱۲-۶۲۰	شنبہ ۱۳-۱-۶۲۰	دوشنبہ ۱۱-۲-۶۲۰	منگل ۱۱-۳-۶۲۰
(۵۲)	منگل ۲-۱۲-۶۲۱	خمیس ۱-۱-۶۲۱	جمعہ ۳۰-۱-۶۲۱	اتوار ۱-۳-۶۲۱
۵۳	اتوار ۲۲-۱۱-۶۲۲	دوشنبہ ۲۱-۱۲-۶۲۲	بدھ ۲۰-۱-۶۲۲	خمیس ۱۸-۲-۶۲۲
۱ ہجری	خمیس ۱۱-۱۱-۶۲۳	سہ شنبہ ۱۱-۱۲-۶۲۳	اتوار ۹-۱-۶۲۳	منگل ۸-۲-۶۲۳
(۲)	دوشنبہ ۳۱-۱۰-۶۲۳	بدھ ۳۰-۱۰-۶۲۳	خمیس ۲۹-۱۲-۶۲۳	سہ شنبہ ۲۸-۱-۶۲۴
۳	سہ شنبہ ۲۰-۱۰-۶۲۴	اتوار ۱۸-۱۱-۶۲۴	منگل ۱۸-۱۲-۶۲۴	بدھ ۱۶-۱-۶۲۵
۴	بدھ ۹-۱۰-۶۲۵	جمعہ ۸-۱۱-۶۲۵	شنبہ ۷-۱۲-۶۲۵	دوشنبہ ۲۶-۱۲-۶۲۶
۵	اتوار ۲۸-۹-۶۲۶	منگل ۲۸-۱۰-۶۲۶	خمیس ۲۷-۱-۶۲۶	جمعہ ۶-۱-۶۲۷
۶	جمعہ ۱۸-۹-۶۲۷	شنبہ ۱۷-۱۰-۶۲۷	دوشنبہ ۱۶-۱۱-۶۲۷	منگل ۱۵-۱۲-۶۲۷
۷	منگل ۶-۹-۶۲۸	خمیس ۶-۱۰-۶۲۸	جمعہ ۴-۱۱-۶۲۸	اتوار ۴-۱۲-۶۲۸
(۸)	شنبہ ۲۶-۸-۶۲۹	دوشنبہ ۲۵-۹-۶۲۹	بدھ ۲۵-۱۰-۶۲۹	خمیس ۲۳-۱۱-۶۲۹
۹	خمیس ۱۶-۸-۶۳۰	جمعہ ۱۴-۹-۶۳۰	اتوار ۱۴-۱۰-۶۳۰	دوشنبہ ۱۲-۱۱-۶۳۰
۱۰	دوشنبہ ۵-۸-۶۳۱	بدھ ۴-۹-۶۳۱	خمیس ۳-۱۰-۶۳۱	سہ شنبہ ۲-۱۱-۶۳۱
(۱۱)	سہ شنبہ ۲۵-۷-۶۳۲	اتوار ۲۳-۸-۶۳۲	منگل ۲۲-۱۰-۶۳۲	بدھ ۲۱-۱۱-۶۳۲

سنین اسلام	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
۴۱ میلادنبوی	سہ شنبہ ۲۹-۷-۶۱۰	خمیس ۲۷-۸-۶۱۰	جمعہ ۲۵-۹-۶۱۰	یکشنبہ ۲۵-۱۰-۶۱۰
(۴۲)	یکشنبہ ۱۸-۷-۶۱۱	دوشنبہ ۲۶-۸-۶۱۱	بدھ ۱۵-۵-۶۱۱	خمیس ۲۴-۱۰-۶۱۱
(۴۳)	خمیس ۶-۷-۶۱۲	شنبہ ۵-۸-۶۱۲	دوشنبہ ۴-۹-۶۱۲	سہ شنبہ ۳-۱۰-۶۱۲
(۴۴)	دوشنبہ ۲۵-۶-۶۱۳	چہارشنبہ ۲۵-۷-۶۱۳	جمعہ ۲۴-۸-۶۱۳	شنبہ ۲۲-۹-۶۱۳
۴۵	شنبہ ۱۵-۶-۶۱۴	اتوار ۲۱-۷-۶۱۴	منگل ۱۳-۸-۶۱۴	بدھ ۱۱-۹-۶۱۴
۴۶	بدھ ۴-۶-۶۱۵	جمعہ ۲۱-۷-۶۱۵	شنبہ ۲-۸-۶۱۵	دوشنبہ ۱-۹-۶۱۵
(۴۷)	دوشنبہ ۲۴-۵-۶۱۶	منگل ۲۲-۶-۶۱۶	خمیس ۲۲-۷-۶۱۶	جمعہ ۲-۸-۶۱۶
۴۸	جمعہ ۱۳-۵-۶۱۷	شنبہ ۱۱-۶-۶۱۷	دوشنبہ ۱۱-۷-۶۱۷	بدھ ۱۰-۱-۶۱۷
۴۹	منگل ۲-۵-۶۱۸	خمیس ۱-۶-۶۱۸	جمعہ ۳۰-۶-۶۱۸	اتوار ۳۰-۷-۶۱۸
۵۰	اتوار ۲۲-۴-۶۱۹	دوشنبہ ۲۱-۵-۶۱۹	بدھ ۲۰-۶-۶۱۹	خمیس ۱۹-۷-۶۱۹
۵۱	خمیس ۱۰-۱-۶۲۰	شنبہ ۱۰-۵-۶۲۰	اتوار ۶-۹-۶۲۰	منگل ۸-۷-۶۲۰
۵۲	دوشنبہ ۳۰-۳-۶۲۱	بدھ ۲۹-۴-۶۲۱	خمیس ۲۸-۵-۶۲۱	شنبہ ۲-۶-۶۲
۵۳	شنبہ ۲۰-۳-۶۲۲	اتوار ۱۸-۴-۶۲۲	منگل ۱۸-۵-۶۲۲	بدھ ۱۶-۶-۶۲۲
۱ ہجری	بدھ ۹-۳-۶۲۳	جمعہ ۸-۴-۶۲۳	شنبہ ۷-۵-۶۲۳	دوشنبہ ۶-۶-۶۲۳
(۲)	اتوار ۲۶-۲-۶۲۴	منگل ۲۷-۳-۶۲۴	خمیس ۲۶-۴-۶۲۴	جمعہ ۲۵-۵-۶۲۴
۳	جمعہ ۱۵-۲-۶۲۵	شنبہ ۶-۳-۶۲۵	دوشنبہ ۵-۴-۶۲۵	منگل ۱۴-۵-۶۲۵
۴	منگل ۴-۲-۶۲۶	خمیس ۶-۳-۶۲۶	جمعہ ۴-۴-۶۲۶	اتوار ۴-۵-۶۲۶
(۵)	اتوار ۲۵-۱-۶۲۷	دوشنبہ ۲۳-۲-۶۲۷	چہارشنبہ ۵-۳-۶۲۷	خمیس ۲۳-۴-۶۲۷
۶	خمیس ۲۵-۱-۶۲۸	جمعہ ۱۳-۲-۶۲۸	اتوار ۱۳-۳-۶۲۸	منگل ۱۲-۴-۶۲۸
۷	دوشنبہ ۱۳-۱-۶۲۹	بدھ ۱-۲-۶۲۹	خمیس ۲-۳-۶۲۹	شنبہ ۱-۴-۶۲۹
(۸)	شنبہ ۲۳-۱۲-۶۲۹	اتوار ۲۱-۱-۶۳۰	منگل ۲-۲-۶۳۰	بدھ ۲۱-۳-۶۳۰
۹	بدھ ۱۲-۱۲-۶۳۰	خمیس ۱۰-۱-۶۳۱	شنبہ ۹-۲-۶۳۱	دوشنبہ ۱۱-۳-۶۳۱
۱۰	اتوار ۱-۱۲-۶۳۱	منگل ۳۱-۱۲-۶۳	بدھ ۲۹-۱-۶۳	خمیس ۲۷-۳-۶۳۲
(۱۱)	جمعہ ۲-۱۱-۶۳۲	شنبہ ۱۹-۱۲-۶۳۲	دوشنبہ ۱۰-۱-۶۳۳	منگل ۱۶-۲-۶۳۳

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

شمارہ	واقعہ	یوم	سنہ قمری اسلامی: تاریخ	ماہ	سنہ ولادت	سنہ نبوت	سنہ ہجرت	سنہ شمسی عیسوی: تاریخ	ماہ	سال	سنہ قمری عیسوی[1]
۱	ولادت باسعادت	یکشنبہ	یکم	محرم	۱	۰	۰	۲/۱۵	فروری	۵۷۰	۵۸۸
		دوشنبہ	۹	ربیع الاول		۰	۰		اپریل	۵۷۱	۵۸۸
۲	بعثت نبوت	دوشنبہ	۹	ر	۴۰		۰	۹/۱۲	۲	۶۱۰	۶۲۸
۳	نماز فجر و عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	دوشنبہ	۹	″	۴۱		۰	″	″	″	″
۴	آغاز نزول قرآن مجید	شب جمعہ	۱۷	رمضان	۴۱		۰	۱۷/۱۶	۸	″	″
۵	ہجرت صحابہ بملک حبش	۰	۰	رجب	۴۵	۵	۰	۰	۴	۶۱۴	۶۳۲
۶	نبی صلعم کا محصور ہونا	سہ شنبہ	یکم	محرم	۴۷	۷	۰	۳۰/۳	۹/۱۰	۶۱۵	۶۳۴
۷	سفر طائف	۰	۰	جمادی الثانی	۵۰	۱۰	۰	۰	۲	۶۱۹	۶۳۷
۸	معراج و فرضیت نماز خمسہ	دوشنبہ	۲۷ شب	رجب	۵۰	۱۰	۰	۱۹/۲۰ شب	مارچ	″	″
۹	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	۰	۰	ذی الحجہ	۵۰	۱۰	۰	۰	۷	″	″
۱۰	بیعت عقبہ اولیٰ	۰	۰	″	۵۲	۱۲	۰	۰	۷	۶۲۱	۶۳۹
۱۱	بیعت عقبہ ثانیہ	۰	۰	″	۵۳/۵۴	۱۳/۱۴	۰	۰	۲ جون	۶۲۲	۶۴۰
۱۲	ہجرت از مکہ و داخلہ غار	شب جمعہ	۲۷	صفر	۵۴	۱۴	۱	۱/۱۲ شب	۹ ستمبر	″	۶۴۱
۱۳	داخلہ قبا	دوشنبہ	۸	ربیع الاول	″	″	۱	۲۰/۲۳	″	″	″
۱۴	داخلہ مدینہ طیبہ	جمعہ	۱۲	″	″	″	۱	۲۴/۲۷	ستمبر	″	″
		دوشنبہ	۲۲	″	″	″	۱	۴/۷	اکتوبر	″	″[2]
۱۵	بنیاد مسجد نبوی	۰	۰	″	″	″	۱	۰	″	″	″

[1] اگست سنہ یوم چہارشنبہ کو محرم کی پہلی تاریخ تھی ہم نے سنہ عیسوی قمری کا آغاز اسی تاریخ سے کیا ہے۔ ہم نے عیسوی قمری سنہ اس لیے وضع کیا تا کہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ ایک مدت معینہ میں شمسی اور قمری برسوں میں کس قدر تفاوت ہو جاتا ہے۔ [2] یہ تاریخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ہے۔ دیگر علمائے سیر نے داخلہ مدینہ کی تاریخ جمعہ ۱۲ ربیع الاول ختیار کی ہے۔

شمارہ	واقعہ	یوم	سنہ قمری اسلامی: تاریخ	ماہ	سنہ ولادت	سنہ نبوت	سنہ ہجرت	سنہ شمسی عیسوی: تاریخ	ماہ	سال	سنہ قمری عیسوی
۱۶	ظہر و عصر و عشا کی نمازوں میں اضافہ	۰	۰	ربیع الثانی	۵۴	۱۴	۱	۰	۱۰ اکتوبر	۶۲۳	۶۴۱
۱۷	تحویل قبلہ	شنبہ	۱۵	شعبان	۵۵	۱۵	۲	۱۱/۱۴	”	۶۲۴	۶۴۲
۱۸	فرضیت کے بعد رمضان کا سب سے پہلا روزہ	یک شنبہ	یکم	رمضان	”	”	”	۲۶/۲۹	۲ فروری	”	”
۱۹	فرضیتِ زکوٰۃ	۰	۰	۰	”	”	۲	۰	۰	”	”
۲۰	فرضیتِ جہاد	۰	۰	۰	”	”	۲	۰	۰	”	”
۲۱	جنگ بدر کا دن	سہ شنبہ	۱۷	رمضان	”	۶	۲	۱۳/۱۶	۱۳ مارچ	”	”
۲۲	تحریم خمر	۰	۰	۰	۵۶	۱۶	۳	۰	۰	۶۲۵	۶۴۳
۲۳	حکم حجاب نساء	جمعہ	یکم	ذیقعدہ	۵۷	۱۷	۴	[illegible]	اپریل	۶۲۶	۶۴۴
۲۴	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	چہار شنبہ	یکم	محرم	۶۰	۲۰	۷	[illegible]	۵ مئی	۶۲۸	۶۴۶
۲۵	فتح المبین مکہ	پنجشنبہ	۲۰	رمضان	۶۱	۲۱	۸	۱۱/۱۴	ا جنوری	۶۳۰	۶۴۸
۲۶	فرضیتِ حج	۰	۰	۰	۶۲	۲۲	۹	۰	۰	۶۳۰	۶۴۹
۲۷	اوّلین حج اسلام جو بامامت صدیق اکبر ہوا۔	دوشنبہ یا سہ شنبہ	۹	ذی الحجہ	۶۲	۲۲	۹	۱۹/۲۱	۳ مارچ	”	”
۲۸	حجۃ الوداع نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	جمعہ	۰	”	۶۳	۲۳	۱۰	۶/۹	”	۶۳۲	۶۵۰
۲۹	ابتدائے مرض نبویؐ	دوشنبہ	۲۹	صفر	۶۴	۲۴	۱	۲۵/۲۹	۵ مئی	”	۶۵۱
۳۰	وفات پُر آیات	چہار شنبہ	۱۳	ربیع الاول	۶۴	۲۴	۱۱	۸/۱۱	۸ جون	”	”
۳۱	تدفین پیکر اطہر صلعم	شب چہار شنبہ ۳۲ گھنٹے بعد از وفات	۱۴	”	”		۱۱	۹/۱۲	”	”	”

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

تمت

فہرست کتب

جن سے جلد دوم کتاب "رحمۃ للعالمین" میں استفادہ کیا گیا

١- قرآن مجید

٢- مؤطا امام مالکؒ طبع دہلی ١٢٩٣ھ

٣- کتاب الام تالیف امام شافعیؒ طبع بولاق مصر ١٣٢٢ھ

٤- کتاب الخراج قاضی القضاۃ ابو یوسفؒ طبع مصر

٥- صحیح بخاریؒ طبع بمبئی ١٢٦٩ھ

٦- صحیح مسلم طبع دہلی ١٢٩٤ھ

٧- سنن ابو داؤد طبع دہلی ١٣٠٥ھ

٨- سنن نسائی طبع دہلی ١٢٦٢ھ

٩- شمائل ترمذی طبع مصر ١٣١٠ھ

١٠- سنن دارمی مطبوعہ دہلی ١٢٦٢ھ

١١- دارقطنی مطبع فاروقی دہلی

١٢- دلائل النبوت حافظ الکبیر ابو نعیم اصفہانی طؔ دکن ١٣٢٠ھ

١٣- تاریخ الامم والملوک - ابن جریر طبری ط حسینیہ مصر

١٤- طبقات الکبیر لابن سعد - ط لیدن ١٣٢٢ھ

١٥- الاصول الکافی - شیخ الکبیر محمد بن یعقوب کلینی - ط نول کشور ١٣٠٢ھ

١٦- الاستیعاب ابن عبدالبر - ط دکن ١٣١٨ھ

١٧- کتاب الفصل فی الملل والنحل - ابو محمد علی بن احمد بن حزم - ط مصر ١٣٢٠ھ

١٨- کتاب الشفا، قاضی عیاض غرناطی ط صدیقی بریلی ١٢٨٦ھ

١٩- زاد المعاد، ابن القیم الجوزی الدمشقی ط نظامی کانپوری ١٢٩٨ھ

٢٠- جلاء الافہام لابن القیمؒ - ط الکتاب السنۃ امرتسر -

٢١- الطرق الحکمیہ لابن القیم - ط مصر ١٣١٧ھ

٢٢- نہج البلاغۃ - سید شریف من کلام امیر المومنین علی مرتضیٰؓ - ط تبریز ١٢٦٧ھ

٢٣- کتاب الکامل، ابو العباس مبرد - ط بیروت ١٣١٧ھ

٢٤- معجم البلدان، یاقوت حموی - ط مصر ١٣٠٩ھ

٢٥- کتاب بکر و تغلب محمد بن اسحاق - ط بولاق ١٣١٧ھ

٢٦- فتح الباری - ط حسینیہ مصر ١٣١٤ھ

٢٧- تاریخ ابو الفداء - ط حسینیہ مصر ١٣٢٥ھ

٢٨- کتاب الارشاد، شیخ مفید - ط تبریزؔ ١٢٧٠ھ

لہ لفظ طبع کا مخفف

۲۹- اعلام النبوّت

۳۰- تیسیر الوصول، ابن اثیر۔ ط لکھنؤ۔

۳۱- مدارج النبوت۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ط۔ شاہدرہ ۱۲۹۱ھ

۳۲- زرقانی۔ ط ازہریہ مصر ۱۳۲۰ھ

۳۳- انسان العیون۔ علامہ علی الحلبی۔

ط مصر ۱۳۲۰ھ

۳۴- سیرت محمدیہ تلخیص عیون الاثر مولوی

کرامت علی دہلوی۔ ط۔ دکن

۳۵- تاریخ العرب۔ پروفیسر سیڈیو۔

ط مصر ۱۳۰۹ھ

۳۶- تاریخ دول العرب والاسلام محمد طلعت بک

ط۔ الہ آباد

۳۷- خطبات احمدیہ، سر سید احمد

ط علی گڈھ

۳۸- حسن الصحابہ تالیف جانی زادہ۔

ط قسطنطنیہ ۱۳۲۵ھ

۳۹- الفارق بین المخلوق والخالق۔ احمد القرافی

ط۔ موسوعات مصر ۱۳۱۵ھ

۴۰- ہدایت الحیارٰی ابن القیم الجوزی

ط مصر ۱۳۱۰ھ

۴۱- عمدۃ المطالب۔ ط لکھنؤ ۱۲۷۰ھ

۴۲- تجرید اسماء الصحابہ، ذہبی

ط۔ دکن ۱۳۱۵ھ

۴۳- ہدایت السائل نواب صدیق حسن خاں مرحوم

ط بھوپال ۱۲۹۲ھ

۴۴- کتب العہد القدیم والجدید۔ ط اوکسفورڈ

۱۹۰۰ء

۴۵- مجموعہ بائیبل اردو۔ آرفن۔ سکول پریس

۱۸۷۰ء آرہ۔

۴۶- مروج الذہب مسعودی ط مصر ۱۳۰۵ھ

۴۷- نتائج الافہام محمود پاشا فلکی۔ ط مصر ۱۳۰۵ھ

۴۸ ازالۃ الخفاء حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ دہلوی

ط صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

۴۹- انڈین کرونالوجی۔ مدراس ۱۹۱۱ء

۵۰- انڈین اے نار کننگھم۔ کلکتہ ۱۸۹۲ء

۵۱- انڈین کلینڈر۔ رابرٹ سیول لندن

۱۸۹۶ء

۵۲- الآثار الباقیہ عن القرآن الخالیہ۔ ابوریحان

بیرونی۔ ط لیپ زک جرمنی

۱۸۷۸ء

۵۳- انسائیکلو پیڈیا۔ برطانیکا طبع نہم لندن

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

احقر

محمد سلیمان۔ سلمان منصور پوری

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ

در حمدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ عمّ نوالہٗ

خدائے عزّ و جل کے لیے ہے شکرِ نعم
زیادہ حدّ و عدد سے ہیں جس کے فضل و کرم

وہی مَلِک ہے، وہی مستعاں، وہی معبود
وہی الٰہ، وہی ہادیِ رہِ اَقوم!

وہی ہے غافرِ ذنب اور وہی ہے قابلِ توب
وہی ہے ناظرِ ارض و سما و نور و ظلم

وہی ہے رافعِ عزّ و علا و مجد و ثنا
وہی ہے دافعِ درد و بلا و رنج و سقم

جلال اُس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط
نوال اُس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم

کمالِ عقل ہے عرفانِ کنہ میں قاصر
زبانِ نطق بیانِ ثنا میں ہے ابکم

نمونہ قدرتِ باری کا ہے کہ صفحۂ چرخ
ہجومِ نجم سے ہوتا ہے اطلسِ معلم

ہے شانِ صنعتِ صانع کہ ارض کا یہ کرہ
وفورِ سبزہ سے بنتا ہے صفحۂ ملحم

اُسی کے حکم سے قائم جبال شامخہ ہیں
اُسی کے امر سے سائر ہے نیّرِ اعظم

اُسی کے فیض سے باغِ حدوث ہے شاداب
اُسی کے نام سے قلبِ سلیم ہے خرم

اُسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکۂ سیم
اُسی کے جود سے ماہی کو کیسۂ درہم

اُسی نے فرشِ زمیں کو بچھا دیا ہموار
اُسی نے سلکِ ثریا کو کر دیا درہم

اُسی کے حمد میں پویندہ ہیں اُلوفِ ملل
اُسی کی حمد میں گویندہ ہیں صنوفِ اُمم

اُسی کے خوض میں ہے تہ نشینِ دریا دُر
اُسی کے شوق میں ہے آسماں گرا شبنم

اُسی کا نور ہے چشمِ جہاں کی بینائی
اُسی کا حکم بقا و فنا کا مستلزم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے ہبُوبِ ریاح
جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے تلمّع برق
چمک میں جس کی ہے بیم و رجا کی شان بہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے نزولِ میاہ
کہ مرگ و زیست کی ملتی نظیر ہے پیہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ مردہ زمین
حیاتِ تازہ سے بار دگر ہوئی منضم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ خاکِ سیاہ
ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق رامش و رم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ بینِ بحار
بنا دیے ہیں جزیرے مثالِ باغِ ارم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ گنبدِ چرخ
مثالِ سقف بغیر از عمد رہا ہے تھم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ انساں کی
لسان و لون میں نوعیں جدا جدا ہیں علم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
یہ موسموں کا تغیّر یہ انقلابِ اُمم

اُسی کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر
فضا میں جسم کو اپنے بلا تردد و غم

اُسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ابحار
کہ موج موج کا اندر ہے اپنی حد کے قدم

اُسی کے نورِ تجلّیٰ سے طور ہے روشن
اُسی کی ذرّہ نوازی سے نخل ہے مُلہم

اُسی کی ذاتِ مقدس حقیق سجدہ ہے
اُسی کے اسمِ معظّم کے واسطے ہے قسم

اُسی جناب میں ہوتی ہے عرض ربِّ اغفر
اُسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم

اُسی کی نمایتِ حمد و ثنا ہے لا اُحصِی
اُسی کے اوّل ادراک پر ہے لا اَعلم

وہی ہے ایک وحید اور لاشریک لہٗ
کہ ملک و حمد اُسی کو ہے اور کبر و قدم

غنی و مقتدر و باسط و ودود و جلیل
کبیر و قادر و برّ و رؤف و حیّ و حکم

سلام و مومن و قدوس و والی و باری
غفور و باقی و ستّار اور حکیم حلیم

احد ہے اور صمد لم یلد و لم یولد
مثال و کفو سے ہے پاک تر بحدِّ اتم

ہے شرک جو اُسے کہتا ہے صرف ربِّ نوع
وہ ہے مصوّرِ اشیا و خالقِ عالم

شریک خلق میں اُس کے نہ مادہ ہے نہ روح
مشیر امر میں اُس کے وزیر ہیں نہ خدم

اُسی کے خلق ہیں اور اُس کو پا نہیں سکتے
حواس سمع و بصر، عقل، درک لمس اور شم

وگر ہے صدقِ ارادت، تو برگ برگ گیاہ
ہے بامِ معرفتِ لایزال کا سُلّم

مرے کریم مرے ذوالجلال و ذوالکرم
عمیم ہیں ترے احساں کثیر تیری نعم

ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات
ہے سب کا تیرے ہی دو حرف ہیں وجود و عدم

نہیں وجودِ عوالم سے تیری قدرت بیش
نہ انعدامِ خلائق سے تیری صنعت کم

ہو تیری عفو و رحیمی کا جس جگہ اظہار
ہے مستحقِ کرامت گناہ اور ظلم

مقربین میں ہیں بین رجا و خوف ترے
کہ ہے حجاب عدالت میں رحمت اور کرم

فرشتگانِ مکرّم کہ انبیائے کرام
عبودیت پہ تری شاد ہیں بفخرِ اتم

تری جناب میں سب کی ہے التماسِ دعا
ترے حضور ہیں سب کا سرِ ارادت خم

نہ مال میرا مآلِ طلب نہ حشمت و جاہ
کہ سب ہیں مشتمل اس فیض میں بنی آدم

یہ التجا ہے، یہی آرزو، یہی خواہش
مدام دل کی تمنا یہی بدیدۂ نم

رہوں سدا متمسک نبی کی سنت سے
قدم ہوں میرے صراطِ ہدیٰ پہ مستحکم

رگوں میں جوش، لہو میں محبتِ اسلام
بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم

ترے حبیب نے جو امتوں کو دی تعلیم
وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش نہ کم

رسول سیدِ ابرار بندۂ رحمٰن
نبی جہاں کے لیے رحمت اور مطاعِ امم

سراج و شاہد و داعی مُبشّر و مُنذِر
ملاذِ کعبہ و حامیٔ قدس و شاہِ حرم

ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم
شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم

عوام کا اب و جد سے ہے مایۂ نازش
ہیں اس کی ذات پہ نازاں خلیلؑ اور آدمؑ

درود اُس پہ اور اصحاب و آل پر اُس کے
کہ پُر ہے اُن کے فضائل سے مصحفِ محکم

تو قبر کی متوحش جگہ میں ہو مونس
تو ہولناک قیامت میں بن مرا ہمدم

الٰہی رحم مرے والدین پر فرما
اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

نفس ہے سینے میں مسلمان کے رواں جب تک
نبیؐ کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم

از ابوالطاہر خوش نویس [illegible]